UNIVERSAL LIBRARY
OU_226240
UNIVERSAL LIBRARY

فہرست کتاب اراۃ الطریق

پہلا سوال و جواب پیغمبران و اولیا کو دور دور سے پکارنے کو سننے میں بتفصیل اسکی اور علم غیب کا بیان	۴
دوسرا سوال و جواب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم و سمع کے وسعت کا بیان	۱۱
تیسرا سوال و جواب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیات کا بیان	۴۱
چوتھا سوال و جواب حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم موجود ہونے کے واسطہ ہونیکا بیان	۵۱
پانچواں سوال و جواب حضرت کے شفاعت اور اسکے اقسام کا بیان	۵۹
چھٹواں سوال و جواب بزرگوں کے زیارتوں کے لئے دور دور سے سفر کرنیکا بیان	۸۱
ساتواں سوال و جواب نظیر و مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محال ہونیکا بیان	۸۹

اٹھواں سوال و جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آثار کے بزرگی کا بیان	۱۰۲
نواں سوال و جواب حضرت کے نعل کے نقشے کے بزرگی کا بیان	۱۰۵
دسواں سوال و جواب بزرگوں سے مدد چاہنے کا بیان	۱۱۱
گیارہواں سوال و جواب بزرگوں کے فاتحہ کے کھانے کا بیان	۱۲۸
بارہواں سوال و جواب اماموں کی تقلید و پیروی کرنیکا بیان	۱۳۶
تکملہ عبدالنبی و عبدالرسول کرکے نام رکھنیکا بیان	۱۵۴

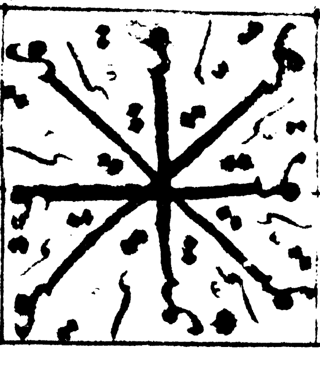

رسالہ

اراءۃ الطریق

تصنیف سے مجمع فضایل جامع فواضل عالم بے
عدیل عارف بے مثیل مولوی سید احمد صاحب
متخلص بہ مشتاق کے اہتمام سے شیخ
فرید الدین صاحب کے سنہ ۱۲۷۰ ہجری
مین مطبع مظہر العجائب
مین حلیۂ طبع سے
زینت یاب
ہوا

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی اعطی حبیبه سید المرسلین علم الاولین والآخرین والصلوة والسلام علی من علم
من الله ما فی السموات والارضین وعلی آله الطیبین واصحابه الماجدین اما بعد کہتا ہی سید
احمد ابن سید درویش ابن سید نور اللہ ابن سید علی محمد قادری مشربا حنفی مذہبا نقوی نسبا
ان دنوں جو بارے سے چھبیسواں سال ہی عمر سے اور اٹھواں سال ہی زیب افزائی اور رونق بخشی
امیر مومنان رئیس مسلمانان بہار گلشن جود و عطا سحاب فیض و سخا باذل دریا دل حاکم عادل
ماہ انور اوج داوری نیر اعظم آسمان سروری امیر الہند والاجاہ عمدۃ الامرا افتخار الملک عظیم الدولہ نواب
محمد غوث خان بہادر شہامت جنگ کے سریر آرائی دینی و فرمانروائی کو سو ہوا حکم عالیہ بار اس مسئلے زبان •
فارسی میں لکھ کے اس عاصی کے پاس بھیجے اور افتخار بین الامثال والاقران اس عاصی کا حاصل ہونے کے لئے
فقط جوابات انکے طلب فرماے امتثال امر انکا لازم اور اسمیں نفع کثیر اہل اسلام کو بھی تھا باوصف

ضعف دماغ نے قبول کیا اور تھوڑے عرصے مین جواب انکے لکھ بھیجوا دیا اور نام اسکا ھدایۃ البشر فی جواب مسایل اثنا عشر رکھا لیکن فارسی زبان سے بہرہ یاب ہونا اکثر عوام کو دشوار تھا سو اسلئے دوسرے بار حکم ہوا کہ ان سوالون کو اور جوابون کو کرنا تکے مہاورے مین بیان کرے تا عوام بھی اس سے منفعت اٹھاوین پھر اس عاصی نے اس حکم کو بھی بجا لانے مین کوشش کیا اور با وجود ضعف دماغ کے تھوڑے سی عرصے مین اسکے لکھنے سے فراغت پایا اور نام اسکا **اراءۃ الطریق لاھل التوفیق** رکھا بفضلہ تعالی اس رسالہ مین بڑے بڑے فضیلتین اور کمالات سید المرسلین کے اور خصیصے اور برتری حضرت کی دوسرے انبیاؤن پر اور انکا وسعت علم خداداد بر وجہ احسن بیان کیا ہون فی الحقیقت یہہ رسالہ ایک کسوٹی ہی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبون کو پڑھنا سننے سے پھر جو کھرا دوست ہوگا سو اسکو اپنا ھیکل جان بنایگا اور اسکے پڑھنے سننے سے باغ باغ ہو جایگا اور یہہ بھی ذرا جان رکھیو کہ اس رسالے مین کوئی بات بالفرض برخلاف کسی مسئلے کے جو پہلے تالیف کیا سو کتابون مین ہو سو پایا جاوے تو محل اعتراض کا نھین کیونکہ مین تابع دلیل کے ہون جب پہلے کسی بات کے نفی پر مثلا دلیل پائی گئی تھی تو موافق اسکے لکھہ دیا اب اگر تو مین اسی بات کی ثبوت پر پہلی دلیل سے قوی تر دلیل پایا جاوے تو اس بات کو رسالہ مین ویسے لکھنا ضرور ہوا اگر اس دلیل کو چھپا رکھون تو صاف تعصب و نفسانیت ظاھر ہوتی ہی ایسے ہی سبب سے امام شافعی کے دو قول ہوئے ایک قول قدیم دوسرا جدید اور امام ابو حنیفہ کے بعضے مسایل مین بھی دو قول ہوئے ایک حرمت دوسرا حلیت جیسا گھوڑے کے گوشت

کے حکم میں ایکا قول مختلف ہوا پہلے حرمت بعد حلیۃ اسیطرح اور بعضے عالموں کا قول بعضے مقدموں میں مختلف ہوا ہی پہلے نفی بعد اثبات یا پہلے اثبات بعد نفی پہر اُنپر کوئی شخص اعتراض نہ کیا بلکہ اُنکے بی نفسی کا قایل ہوا کیونکہ نفسانیت ہوتی تو بات اپنے پہلے قول کا کئے ہوئی جب نکلے حقانیت میں بیجا نظیر تہرے اب یہاں سے مطلب کا لکہنا شروع کیا جاتا ہے

پہلا سوال و ورد و دوسرے حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو اور اولیا اُنکو بہی پکارنا اور انکے جناب میں اللہ سے دعا کرنے التجا کرنا جیسا کہنا یا رسول اللہ یا غوث الاعظم میرے پر سے آفت ٹلنے جناب الٰہی جل شانہ میں دعا کرو اور مانند اسکے سو شریعت میں شرک بہی کیا جیسا حکم کیا رد شرک کے رسالے میں مطلق ندا کرنیوالے کے مشرک ہونے پر جو کہا کہ لوگ رات دن پکارا کرتے ہیں یا رسول اللہ و یا علی و یا حسین وای خواجہ جی وای بڑے پیر تمکو چڑہاوں میں کہیر ناحق گلا بہا لیتے ہیں او مفت میں مشرک ہوتے ہیں وے بزرگ وا کہہ نہیں سنتے او جنت میں آرام کرتے ہیں انتہی او حکم کرنا صاحب رد شرک کا بہشتی ہونے پر خواجہ حجاج اور بڑے پیر کے شریعت کے رو سے جایز ہی کہ نہیں جواب پہلے سوال کا جانا چاہئے کہ پکارنا کسی غایب کو کتنے وجہوں سے ہوتا ہی ایک یہہ ہی کہ کسی پیغمبر کو یا کسی ولی کو اس عقیدے سے پکارنا کہ اُسکو علم غیب کا ہی جب ہم اسکو پکاریں تب اس علم کے بل سے ہمارے پکارنیکو جان لیتا ہے تو اس وجہ کا پکارنا شرک ہی کیونکہ علم غیب وہ ہی جو غایب کو اپنی ذات سے جان لیوے او غیب کو تو اپنی ذات سے کوئی نہیں جانتا سوای ایک ذات الٰہی کے لا یعلم الغیب الا اللہ

پہر غیب دانی کے عقیدے سے کسی کو پکارنا جایز نہین عقاید شرفیہ کے انتالیسوین صفحہ مین ہی
بلیت ولیکن غیب دانی کا عقیدہ نہ کسی سے رکھہ ندامت کر تو اصلا نہ پہر جب کوئی شخص
کسی کو غیب دان جانے مشرک ہے جیسا عقاید شرفیہ کے چھتیسوین صفحہ اور سینتیسوین
صفحے مین لکھا ہون سو دو بیت یہہ ہین نہ اس بن کوئی جانے غیب کی بات نہ بہت سے
اسمین ثابت ہین روایات نبی کو غیب دان جانے جوای یار نہ گنا اسکو علی قاری نے کفر فایدہ
جانو مسلمان بہائیو کہ جو چیز علامتون نشانیون سے معلوم ہو جاوے یا کسی دلیل سے یا قیاس
یا تجربے سے یا حواس ظاہری یا باطنی سے یا کسی کے خبر دینے سے سو وہ غیب نہین ہی بلکہ غیب
نام اس چیز کا ہی جو پردے رہے ان سب سے اور غیب دو قسم پر ہی ایک اضافی دوسرا مطلق کہ جسکو
اللہ کا خاص ہی کہا کرتے ہین اضافی وہ ہی جو بعضون سے چہپا رہے اور بعضون پر کہلا
جیسا لڑکے کو رحم مادر ذات کے نسبت کرتے غیب ہی اور بینائی رکہنے والے کی نسبت کرتے شہادت
اور اسیطرح ہی جماع اور انزال کی لذت مان بہنے کے نامرد کی نسبت کرتے غیب ہی اور مردمی
رکھنے والے کی نسبت کرتے شہادت لیکن غیب مطلق وہ چیز ہی جو نسبت کرتے ماسوا اللہ کے
غیب ہے جیسا وقت قیامت آنیکا اور پہر روز ہونیوالے کا مان اور حقایق ذات وصفات
باریتعالی کے تفصیلوار پہر اس غیب کو علم ذاتی سے جاننے کا نام علم غیب ہی اور ذاتہ سے
جاننا خصیصہ پروردگار کا ہی کسی پیغمبر ولی کو اسمین شرکت نہین جو شخص کسی نبی ولی کو ایک
بات مین ہی غیب دان جانے تو اسنے شرک کیا اور کچھہ بیان اسکا آگے بہی آتا ہی ولیلون کے

ساتھ دوسرے سوال کے جواب میں انشاء اللہ تعالیٰ دوسرا وجہ ندا کرنا تعبد کے راہ سے بھی ہے یعنے
قرآن وحدیث میں ندا وارد ہی سو اسکو استعمال کرنا جیسا **قولہ تعالیٰ** وما تلك
بیمینك یا موسیٰ اور یا آدم اسکن انت وزوجك الجنة و یا ایہا المزمل اور
مانند اسکے تیسرا دل کے شوق اور محبت سے کسی غایب کی صورت کو اپنے تصور میں لا اور ذہن میں جما کے
اس صورت خیالیہ کو خطاب کرنا اور اسکو پکارنا اور اسکو بلاغت کے فن میں التفات کہا کرتے ہیں چوتھا
پکارنا کسی کو اس ارادے سے کہ اللہ چاہے تو ہماری ندا کو اسکو سنا دے جیسا سنا دیا ندا کو حضرت عمر کے
ساریہ کو منزلوں پر سے اور اسیطرح سنا دیا اور معلوم کرا دیا ہی بعضے اولیاء اللہ کو انکے مریدوں کی
ندا کو جیسا کسی ایک تاجر نے کسی صحرا میں چوروں رہزنوں میں پھنس کر حضرت غوث الاعظم کو پکارا
تو آپ اسوقت وضو کرتے تھے آپنے اسکے ندا کو سنے اور اسکی مدد کے واسطے دونو کھڑاویں پھینکے تو
ان کھڑاؤں نے بڑے دو سردار انکے مار ڈالے پھر وہ رہزن سب کے سب اس سوداگر کے طرف
رجوع لائے اور اس سے معافی چاہے اور اسباب اسکا جو چھین لئے تھے پھیر دئے ذکر کئے ہیں اس حکایت کو
تفصیلوار بہجۃ الاسرار میں اور خلاصۃ المفاخر میں پھر ان تینو وجہوں سے کسی غایب کو ندا کرنے میں کچھ
کراہت نہیں شریعت کے رو سے کیونکہ کسی حاضر یا غایب کو پکارنا مطلق منع ہونے میں کچھ دلیل پائی جاتی نہیں بلکہ
گذرے زمانوں سے آج تک بزرگوں عالموں کا ندا کرنا غایبوں کو ان تینوں وجہوں بغیر انکار کرنے کسی ایک
دیندار عالم محدث کے بڑی دلیل ہی جواز پر اگرچہ کام برا ہوتا تو کوئی نہیں تو کوئی دیندار عالمین سے
منع کرتا جب کوئی بھی منع نہ کیا گویا جواز پر اجماع ہوا اگرچہ سکوتی ہو اور طبرانی کی حدیث

ہین کہ فرمایا سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب کسی کو مدد چاہئے کسی کام مین ہو تو
کہے یہ یا عباد اللہ اعینونی یعنے ای خدا کے بندے میری مدد کرو اور الفاظ حدیث کے
یہ ہین اِن اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد
اللہ اعینونی اور دوسری حدیث مین ہے اذا ضل احدکم شیئا او اراد عونا وھو با
رض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ
اعینونی فان للہ عبادا لاتراھم یعنے جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جاوے یا استمداد
والا ہو سو مقام مین کوئی شخص کسی طرح کی مدد چاہتا ہو تو کہے تین بار یا عباد اللہ اعینونی کیونکہ
اللہ کے بندے ایسے ہین جنکو تم دیکھتے نہین اور ملا علی قاری حرز الثمین شرح حصن حصین مین کہا
مراد عباد اللہ سے فرشتے ہین یا مسلمانان جن یا مردان غیب ہین جنکو ابدال کہتے ہین اور جس
صورتمین ابدال مراد رکھین تو جانیو کہ ابدال جو معین افراد ہین ہمارے آنکھونکے سامنے نہین اور جہان
جہان ہمارا ربع مین اوقات متعددہ مین افراد بنی آدم کو مدد چاہئے ضرور ہے وہان وہ حاضر ہونا انکو
دشوار ہے تسپر انکو پکارنا اور انسے مدد چاہنا جایز ہوا اگرچہ یہ حدیث نص صریح نہین ان عباد
اللہ کے غایب رہکر ندا کو سننے پر لیکن ہو سکتا ہے کہ ان عباد اللہ کا خصیصہ ہو کہ غایب
رہتے ہوے اللہ کے سنا دینے سے یا علوم کرا دینے سے معلوم کر لیتے
ہون الحاصل جب سید المرسلین کو جو سردار سارے عباد اللہ
کے ہین اور اپنی حقیقت کے رو سے تو سب سے زیادہ نزدیک

مین سارہی ہین پکارنا اور آپ سے مدد چاہنا کس طرح ہوگا اور یکے دلیل غایبون کو ان تین وجہون مین سے ایک وجہ سے پکارنے پر بلوی عام ہو جانا ہی ایسی ندا کا اور فرعی قاعدہ یہہ ہی کہ جس مقدمے مین بلوہ عام ہو جاوے اور اُسی مقدمے مین انکے عمل کے خلاف پر حدیث واحد مقبول نہین ہوتی ہی پھر یاوشما کے قول کو کون پوچھتا جیسا مولانا عبد العلی رح ارکان اربعہ مین کہے ہین لا یقبل خبر الواحد فیما یعم بہ البلوی علی خلاف عملھم یعنی جس کام کے کرنے پر بلوہ عام ہوگیا ہی اس کام مین انکے عمل کے خلاف پر حدیث واحد پاے جاوے تو وہ حدیث مقبول نہوگی اور اسیطرح طحطاوی مین بھی کھا ہی چنانچہ عبارت اسکی یہہ ہے وخبر الواحد اذا ورد فیما تعم بہ البلوی لا یقبل جب اتنے وجہون سے ندا کرنا کسی غایب کو اتنے دلیلون سے جایز ٹھری پھر مطلق ندا کرنے کو یا رسول اللہ یا علی یا حسین وای خواجہ جی وای شیخ سدو کے شرک ٹھیرانا بیجا ہی کیونکہ ان تینو وجہونکی ندا تو جایز ہوگئی اور شرک وہی پہلے وجہ کی ندا ہی اور حکم کرنا صاحب رد شرک کا جنت مین آرام کرنے پر خواجہ جی اور پیر کے سنت جماعت کے عقیدے کے برخلاف ہی کیونکہ انکے پاس کسی شخص معین کو نہ بہشتی کہنا ہی اگرچہ ولی ہو نہ دوزخی کہنا اگرچہ کافر ہو مگر انکو جنکو خدا یا رسول فضل بہشتی یا دوزخی لکھے ہون ہم بھی ویسا کہنا روا ہی کیونکہ آدمی بہشت مین تب جاویگا جب ایمان پر مریگا اور ایمان پر مرنا ہر کسی کا غیب ہی اسیطرح آدمی دوزخ مین تب جاتا ہی جب کفر پر مرے یہہ بھی غیب ہی اور علم غیب کا نہین ہی سوا ایک ذات باری تعالے کے پھر جو کوی کسیکو ان لوگون مین سے جنکی بہشتی ہونے

خبر حدیث میں نہ آئی ہو سو بہشتی لکھے تو گویا وہ شخص اپنے کو غیب دان جانتا ہے حکم کیا جانا چاہئے کہ اللہ

جل شانہ بعضے اولیا و نکو ہمیشہ سنایا کرتا ہے اسکے مرید ون کی ندا کو جیسا امام شعرانی نے طبقات

کی کتاب میں ذکر میں شیخ موسی ابو عمران کے لکھا ہے کہ اُسنے جواب دیا کرتا تھا اپنے مرید کو [illegible] جب

وہ پکارتا تھا اسکو اگرچہ اُن دونو کے درمیانے فاصلہ ایکسال کا یا زیادہ [illegible] اور عبارت

اُسکی یہ ہے کان الشیخ موسی ابو عمران مریدہ اذا ناداہ [illegible] ولو کان بینہ و بینہ

میسرۃ سنۃ [illegible] اور امام شعرانی موسی ابو عمران کے اس دعوی کو [illegible] اسکی

اس بات کو اٹھا دیا بلکہ اسکی فضیلت پر [illegible] شرح [illegible] لکھا ہے کہ جب کوئی

شخص کسی بزرگ کو موے ہوے بزرگو نسے یاد کرے اور ندا کرے [illegible] بارے گویا

کسی فرشتے کو حکم کرتا ہے کہ اُسکا پیغام اس شخص کو پہنچاوے اور عبارت اسکی یہ ہے کہ

ہر گاہ شخصی بزرگے مردہ را یاد میکند اللہ تعالی [illegible] فرشتہ را [illegible] پیغام [illegible] شخص

بوی رساند انتہی پھر اس روسے [illegible] پکارنا [illegible] اس نیت سے بزرگو

کو پکارنا منع ہے کہ جب انکو غیب دان اور مختار مستقل اور صاحب [illegible] حقیقی جانے لیکن اللہ

کے جناب میں دعا کرنے واسطے پکارے تو منع نہیں ہے [illegible] کسی غایب کو

اس عقیدے سے کہ جب ہم اُسکو ندا کریں اور اس سے سوال کریں اللہ تعالی اسکو معلوم کرا دیتا ہے

اور اس وجہ کی ندا کا جواز کسی حدیث سے کسی شخص [illegible] کے حق میں صاف پایا نہیں گیا سوائے

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جیسا امام العلما [illegible] اسلام [illegible]

نے گلزار ہدایت مین امام سبکی کے کلام کا ترجمہ کیے ہین سو یہہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے کوئی شخص کچھ سوال کرے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکے سوال کا علم
حاصل ہوتا ہی کہ حدیث مین آیا ہی انتھی اور آج تک کوئی عالم فاضل اور محدث کامل امام
سبکی کے اس کلام پر نہ اعتراض کیا نہ انکار بعضے یہ بات واقعی تھی مگر بعضے حدیثون مین آیا ہی کہ
جب کوئی مدد لینا چاہے تو یا عباد اللہ اعینونی الی آخرہ کہے اور مراد عباد اللہ سے یا مسلمان
جن ہین یا فرشتے یا رجال الغیب ایک شخص معین نہین چنانچہ یہہ بیان مذکور ہو چکا ہی اور
یہہ بھی معلوم نہین کہ اللہ انکو اس ندا کو سنا دیتا ہی جیسا ساریہ کو حضرت عمر کے ندا کو سنا دیا
یا اسوقت انکو اسکے ندا کا علم دیتا ہی اب محرر سطور لکھتا ہی کہ بعضے حدیثون اور محدثون کے
قولون مین ایسا پایا جاتا ہی کہ اللہ جل شانہ نے سید المرسلین کو ایک سوال کا علم تو کیا اتنا
علم دیا ہی کہ اگلے پچھلے لوگون کا علم اس علم کے سامھنے ایسا ہی جیسا دریا کے مقابلے مین
چھوٹی جھیل چنانچہ اس عاصی نے عقاید شرفیہ کے دیباچے مین دو بیت مین اس مضمون طرف اشارہ
کر چکا ہی ع علوم اولین وآخرین سینہ اسے بخشا ہی اپنے فضل سے رب نے فرشتے
انبیا سارے مقرب ہین اس علم مین اطفال مکتب نہ اور قصیدہ نعتیہ کی ایک بیت مین بھی
حضرت کے علم کی نہایت طرف اشارہ کیا ہون وہ بیت یہہ ہی ع لوح وقلم کا علم
تیرے علم سے ہی کچھ واللہ تیرے علم کو حد انتہا نہین اور دلایل وسعت علم کے حدیقہ
اعظم فی خصایص شفیع الامم کے رسالے مین بیان کر چکا ہون اب اس رسالے مین بھی دوسرے

سوال کے جواب میں ان دلیلوں کو دوسری دلیلوں کے ساتھ کرتا ہوں انشاء اللہ تعالی اور محرر سطور ان ہی دلیلو
کے دستاویز سے فقرہ شریفیہ مطبوعی کے دیباچے میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا
بھی کیا ہی اور آپ کے جناب میں التجا دعا کی بھی کیا چنانچہ وہ ابیات یہہ ہیں سے کر بھلا ہو
یا رسول اے مصطفی نام لیوا ہر ہوں تیرا میں سدا لطف سے اپنے ای شاہ دوسرا حاجتیں سب
میرے چھے لا از خدا میرے قسمت اچھے کر ای خیر ناس بات تیری چلتی ہی اللہ پاس
لیکن بعضے اولیاؤں کے بیان کرنے سے ثبوت کو پہنچا ہی کہ بعضے اولیا بھی کہ جب مرید انکا انکو
پکار نا وہ اسکو جواب دیتے اگرچہ برس کے رستے پر ہو چنانچہ آگے ذکر ہوا ہی **دوسرا**
سوال سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہو چکے سو اور ہونے والے سب چیزوں کا علم اللہ کے
طرف سے حاصل ہو چکا کہ نہیں **جواب دوسرے سوال کا** جاننا چاہئے کہ ہو چکے
سو اور ہونے والے سب چیزوں کا علم آنحضرت کو دینا کچھ دور نہیں کیونکہ بڑے بڑے فضیلتیں اور
کمالات جو کسی بشر ملک کے نہ کان سنے نہ آنکھہ دیکھے ہوں سو آنحضرت کو اللہ نے عطا کر چکا ہی
پھر ایسا علم وسیع ہی جو کسی اور مخلوق کو دیا نہیں سو آپ کو دینا کیا عجب اور لوح محفوظ کے
سارے مکتوبات کا علم دینا نہ ذاتی محالات سے ہی جو تحت قدرت سے خارج رہے اور نہ وہ علم
دینے سے شرک لازم آتا ہی کیونکہ اللہ سے خاص ہی سو وہی علم ہی جو بحید واتت ہی اور ذاتی
ہی اور لوح محفوظ کا علم محدود ہی اور اللہ کے عطا کرنے سے حاصل ہوتا ہی اور لوح محفوظ کا
علم اللہ کے علم کے مقابلے ہر وہ ہی جیسا دریا کے مقابلے میں ایک قطرہ بلکہ اوس سے بھی کمتر پھر لوح

محفوظ کا علم حضرت کو دیا ہو تو شرک کیا لازم اوے اور اتنا علم دنیا محال بھی نہین بلکہ صوفیۂ کرام اور اہل کشف کے پاس مراد اُس قلم سے جسکو اللہ نے خطاب کر کے فرمایا اکتب یا قلم ما ھو کاین روح محمدی ہے جیسا زبدۂ عارفان قدوۂ واصلان حضرت سید عبد الرحمن صاحب صبغۃ اللہی روح کے بیان مین ایک سالہ بنائے ہین سو اُسمین لکھتے ہین جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ روح نوریست بیکیف و بیجہت و بیچون و بیچگونہ واین نور عبارتست از نور محمدی وآن بحسب قوت و قابلیت خود باسامی جداگانہ موسوم میکردد چنانکہ باعتبار فیض وجود وحیاۃ بلا واسطہ از رب الارباب استفاضہ نمودہ بر سایر خلق مفیض ست بروح محمدی نام یافت بحیثیتیکہ آن نور را یافت پروردگار خود حاصل آمدہ عقل اول میگویند و باعتبار یکہ آن نور حروف عالیات علمیہ را بحکم اکتب ما ھو کاین در لوح خارج ثبت کنندہ ست قلم اعلی نام یافت انتھی خلاصۃ کلامہ الشریف پھر روح محمدی پر جیسے رہنا اپنے لکھے ہوے چیز و نکا خلاف عقل ہے ہان اتنی بات ہے کہ ہر ان ایکسان کھلے رہنا لوح کے سارے مکتوبات کا کسی پر سواے پیغمبر کے عقلاً دشوار کام تو ہے کیونکہ خود حضرت ہی فرماتے ہین لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل لیکن اللہ کے قدرت سے اور حضرت کے فراخی حوصلے سے دور بھی نہین کہ دونو مرتبون کو سنبھالے اور حضرت کو ایسا علم وسیع ہونے پر بہت سے حدیثین اور محدثون کے اقوال بھی صاف دلالت کرتے ہین از انجملہ حدیث مشکاۃ شریف کی ہے جسمین یہ ہے فعلمت ما فی السموات والارض یعنے جان لیا مین نے آسمانون زمینون مین جو سو

چیزون کو اور ابن حجر مکی اسی حدیث کے شرح مین لکھا ہی فعلمت جمیع الکائنات یعنے جان
لیا ہون مین نے ہو چکے اور ہونیوالے سب چیزون کو اور عبد الحق دہلوی ترجمہ مین مشکاۃ کے اسی حدیث
کے ترجمے مین لکھا فعلمت ما فی السموات والارض یعنے پس دانستم ہرچہ در آسمان ہا وہرچہ در
زمین بود و این عبارتست از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آن از انجملہ حدیث مواہب اللدنیہ کی
ہی ابو ذر سے کہ کہا اُسنے لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما
یحرك طایر جناحیہ فی السماء الا ذکر لنا منہ علما ولا نشك ان اللہ تعالی
قد اطلعہ علی ازید من ذلك والقی علیہ علم الاولین والآخرین حاصل اس حدیث
کے مضمون کا یہہ ہی کہ پرندے کے پرون کی حرکت تک بھی حال اُسکا سید المرسلین نے بیان فرما
کے وفات لیئے اور اس بات مین شک نہین کہ اللہ نے آپ کو اس سے بھی زیادہ علم دیا ہی
اور عطا کیا آپ کو اگلے پچھلے لوگون کا سب علم از انجملہ حدیث صحیح ترمذی مین ہی فعلمت علم
الاولین والآخرین یعنے پھر جان لیا مین اگلے پچھلے لوگون کے جاننے کو اور اگلے پچھلے
لوگون کے جاننے مین داخل ہی جاننا لوگون کا اپنے اپنے حال کو اور کیفیت کو اور اپنے اپنے دلونکے
بھید کو پھر حضرت کو اگلے پچھلے لوگون کا جاننا حاصل ہوا تو ہر شخص کی حالت کا اور اسکی
کیفیت اور اسکے دل کے بھید کا جاننا بھی حاصل ہوا بحضرت اور اس جاننے کو خاص
کرنا دین اور معرفت کے باتان جاننے سے عندیہ ہی لوگونکا حدیث کے الفاظ تو عموم پر
دلالت کرتے ہین از انجملہ حدیث طبرانی کی ہی کہ فرماے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما ھو کاین فیھا الی یوم القیمۃ
کانما انظر الی کفی ھذہ ذکر کیا اس حدیث کو مواہب اللدنیہ مین اور حاصل معنی کا یہ
ہی کہ میرے سامھے دنیا ایسی بنائی گئی جیسے ہتیلی میرے ہاتھ کی پھر دیکھ رہا ہون مین اُسکے
طرف اور اسمین ہوے سو اور ہونیوالے چیزون کے طرف قیامت تک گویا دیکھ رہا ہون مین
اپنے ہاتھ کی ہتیلی کے طرف از انجملہ حدیث ابو داود کی ہی ایک صحابی سے کہ کہے قام فینا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقاما فما ترک شیئا الی یوم القیمۃ الاحدثنا یعنے
حاصل معنی کا یہ ہی کھڑے رہے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مقام مین ہمارے
ساتھ پہر چھوڑے نہین ایک چیز کو قیامت تک ہونیوالے چیزون مین سے مگر یہ کہ بیان کردے
ہمسے اُسکو از انجملہ حدیث ترمذی کی ہی عبد اللہ ابن عمر سے کہ کہے انھون نے خرج الینا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی یدیہ کتابان فقال اتدرون ما ھذان
الکتابان فقلنا لا یا رسول اللہ الا ان تخبرنا فقال للذی فی یدہ الیمنی ھذا الکتاب
من رب العالمین فیہ اسماء اھل الجنۃ واسماء اباءھم وقبایلھم ثم اجمل علی
اخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ثم قال للذی فی شمالہ ھذا من رب
العالمین فیہ اسماء اھل النار واسماء ابایھم وقبایلھم ثم اجمل فی اخرھم
فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابدا الحدیث رواہ الترمذی حاصل اسکے
مضمون کا یہ ہی کہ ایک روز حضرت نے دونو ہاتونمین دو کتاب لیئے ہوے تشریف لا اور فرمایے

اصحابوں سے یہ کیا ہیں تو سبھوں نے عرض کئے یا رسول اللہ ہم جانتے نہیں مگر آپ خبر دیتے
تو ہم جانینگے تو فرمائے سیدھے ہاتھ میں جو کتاب ہی اُسمیں جنت میں جانے والوں کے نامان
اور انکے باپوں کے نامان اور انکے قبیلوں کے نامان ہیں اور دوسری کتاب میں دوزخیوں کے
اور اُنکے باپوں کے اور انکے قبیلوں کے نام ہیں اور اس حدیث میں اگرچہ جزئیات کلیات کا علم نہیں
لیکن جتنے دوزخیاں جنتیاں ہیں انکے نام اور انکے باپونکے اور قبیلوں کے نام سب کے سب حضرت
کو معلوم ہو گئے سو بات ثابت ہوئی ہی اور اس مقدمے میں محدثوں عالموں کے اقوال بھی بہت سے پا
جاتے ہیں از انجملہ حافظ سیوطی کا قول ہی جو خصائص کے رسالے میں ذکر کیا ہی عرض
علیہ علیہ الصلوۃ والسلام ما ہو کاین فی امتہ حتی تقوم الساعۃ یعنے حضرت
پر ظاہر کی گئی ہی وہ چیز جو ہونیوالی ہی اُنکی امت میں قیامت کے روز تک از انجملہ قول خاتم المجتہدین
ابن حجر مکی کا ہی شرح میں اربعین نووی کے جو کہا کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عالما بما یقع بعدہ جملۃ وتفصیلا لما صح انہ کشف لہ عما یکون الی ان یدخل
اھل الجنۃ والنار منازلھم یعنے سید المرسلین جانتے تھے اجمال سے بھی تفصیل سے بھی ان چیزونکو جو ہونیوالی
ہیں کیونکہ یہ بات صحت کو پہنچی کہ جنت میں جانیوالے جنت میں اور دوزخ میں جانیوالے دوزخ
میں گئے تب تک کے ہونیوالے چیزونکا علم اللہ نے آپ پر کھول دیا ہی از انجملہ قول خطیب قسطلانی
کا ہی مواہب اللدنیہ میں الزائر یستحضر علمہ بوقوفہ بین یدیہ وبسماع کلامہ
کما ھو فی حال حیاتہ اذ لا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ و

معرفت با حوالہم و نیاتہم و عزائمہم و خواطرہم یعنے حاصل معنی کا یہہ ہی کہ قبر شریف کی زیارت کرنیوالے کو چاہئے کہ اسباب کو دلمین رکھے کہ حضرت جانتے ہین میرے کھڑے رہنے کو آپ کے حضو مین اور سننے مین میری بات چیت کو جیسا دنیا مین جانتے اور سنتے تھے کیونکہ حضرت کی حیات اور موت مین کچھ فرق نہین حضرت کے دیکھنے مین اپنی امت کو اور پہچاننے مین انکے احوالونکو اور انکے نیتوں کو اور دلکی عزموں کو اور خطروں کو از انجملہ یہہ قول مدارج الوصول والے کا ہی جسکی عبارت یہہ ہی و از جملہ معجزات باہرہ وی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطلاع جناب مقدس اوست بر غیوب باوجودیکہ علم غیب خاصۂ حق سبحانہ و تعالی ست اما بفضل و کرم خود بپیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمود چنانچہ شیخ المحدثین شیخ عبد الحق دہلوی در مدارج النبوۃ ذکر میکنند کہ حق سبحانہ و تعالی بمضمون آیۂ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الایۃ این پنج علم را خاص بخود کرد اما در آخر حق سبحانہ و تعالی جل جلالہ آنچہ در علم او مکنون بود بحضرت خاتم النبین حبیبش صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تعلیم نمود انتہی از انجملہ یہہ قول تفسیر حسینی والے کا ہی جو لکھا ہیا۔ موز انید و یعالی آنحضرت را بیان آنچہ بود وہست و باشد چنانچہ مضمون علمت علم الاولین والآخرین ازین معنے خبر میدہد یعنی سکھلایا اور معلوم کرایا اللہ نے اُس حضرت کو بیان اُس چیز کا جو حضرت کے وجود جسمانی ہین آنے کے پہلے سے موجود تھا اور بالفعل جو موجود ہی اور آیندہ جو وجود مین آنے والی ہی جیسا اس بات سے خبر دیتا ہی مضمون علمت علم الاولین والاخرین کا از انجملہ یہہ بیت قصیدۂ بردہ کی ہی جو وہ قصیدہ مقبول او مسموع رسالت پناہی کا اور مقبول علمائے ربانی کا و عرفائے حقانی کا ہی اور وہ بیت یہہ ہی شعر فان من

جو دک الدنیا و ضرتھا ؛ و من علومک علم اللوح و القلم ؛ یعنے بعضے بخششوں سے آپکے دنیا
اور آخرت ہی یعنے وجود انکا آپ ہی کی خوشی سے اور آپ ہی کے وساطت سے ہی اور آپ ہی کے ہاتھ پر فیض ہر ہر حال
کا اور وجود کا ہر ہر آن انکو پہنچا کرتا ہی عقاید شریفہ میں وہی ہی ناودان فیض باری ؛ نہ اس بن ہووے
ہی فیض اسکا جاری ؛ نہ اس سے کچھ فیض گر یک آن ہٹے ؛ تو عالم ہو عدم جیسا تھا پہلے ؛ اور بعضے علموں سے آپکے ہی علم لوح و قلم کا
یعنے ہو ہوا سب کا مادہ سب چیزیں لوح محفوظ پر لکھی گئی ہیں تیسیر آپ کے علم میں سے لوح و قلم کا علم کچھ ہی یعنی آپکا
علم لوح محفوظ کے مکتوبات کو اور سوای اسکے اور علوم و معارف و حقایق کو حاوی ہی الحاصل
ایسی تعریف جو قصیدۂ بردہ کی بیت میں ہی اگر مبالغہ شاعرانہ کے قبیل سے ہوتی تو سید
المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اسکو سنکر پسند نہ کرتے اور اسپر ردای مبارک صلہ
دیتے کیونکہ جھوٹے تعریفات حضرت کے پسند آتی نہیں جیسا مواہب اللدنیہ کے معجزات کے
فصل میں ابن ابی ہالہ سے ذکر کیا کہ لکھا اسنے ولا یقبل الثناء الا من مکافی ای مقارب فی مدحہ
غیر مفرط فیہ یعنے حضرت قبول فرماتے تھے تعریف کرنیکو اسکے جو تعریف کرنے میں حد سے بڑھے
ہاں آنحضرت کی نعت میں اللہ تعالی کے خصوصیتوں میں سے کوئی خصوصہ ذکر کرنا شریعت میں سخت
منع ہی عقاید شریفہ میں ؛ نہ شرک اللہ کو دو دیکھنا فقط ہی ؛ ہو اشتہو جو کچھ سو غلط ہی
خصوصیتوں میں خدا کے ساجھا کرنا ہی یہ بھی شرک سمجھ اس سے بھی بچنا ؛ ابن حجر مکی جواہر المنظم میں لکھا
من اعتقد فی مخلوق مشارکۃ الباری تعالی فی شیء من ذلک ای من خصایصہ
تعالی فقد اشرک یعنے جو کوئی عقیدہ رکھے کسی مخلوق میں اللہ کے ساتھ شریک ہونیکا کسی

ایک چیز مین خصیصہ نہ اللہ کے تو مقر اُسنے شرک کیا اور امام سبکی بھی شفاء السقام مین کہا من بالغ فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بانواع التعظیم ولم یبلغ بہ ما یختص بالباری تعالی فقد اصاب الحق یعنے جو کوئی مبالغہ کرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے مین قسم قسم کے تعظیمات سے لیکن پہونچا نہین اس مبالغے کو اس چیز تک جو خاص اللہ ہی سے ہی تو مقر اُسنے حق پایا

گویا یا پھر اللہ کے معلوم کرانے سے سارے مکتوبات کو لوح محفوظ کے جو حد او نہایت رکھتے ہین جاننا بھی خدا کے معلوم کروانے سے شرک نہ ہوا پھر اگر حضرت کی نعت مین لکھے کہ لوح محفوظ کے مکتوبات کا علم یا اس سے بڑکر اللہ نے حضرت کو دیا ہی تو کچھ منع نہین پھر اسبات کو بھی شرک بولنا سخت بیجا ہی کیا خوب کہا ہی قصیدہ بردہ والے نے شعر دع ما ادعتہ النصاری فی نبیہم واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم حاصل اسکے معنی کا یہہ ہی ہمارے پیغمبر کی تعریف مین جو تیرا دل چاہے سو کہدے سوائے الوہیت کے خصیصونکے یہہ سب ایک طرف ابو حنیفہ ثانی محدث نامی شیخ عبدالحق دہلوی بعضے محققین صوفیہ کرام کے رسالے مین شرح التحیات کے نقل کئے ہین کہ لکھے انہون نے حقیقت محمدیہ ساری ہی موجودات کے ہر ہر ذرے مین پھیلی اس واسطے حضور حضرت کا ہر بندے کے باطن مین ثابت ہوا چنانچہ وہ عبارت یہہ ہی بعضے از ارباب تحقیق گفتہ اند کہ این خطاب یعنے السلام علیکم یا ایہا النبی باعتبار سریان حقیقت محمدیہ است در ذرایر موجودات وحضور اوست در باطن ہر عبد اور بھی عبدالحق دہلوی نکلے ہین مدارج النبوۃ کے لکھے ہین بدانکہ وی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می بیند ترا ومیشنود کلام ترا کہ وی متصف است بصفات اللہ تعالی ویکی از صفات الہی آن است انا

جلیس من ذکرنی و مرہ پیمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم النصیب وافرست ازین صفت انتھی اور اس عبارت
سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ہمین دیکھتے ہین اور بات چیت ہماری سنتے ہین بلکہ جو حضرت کے
ذکر کرنے اور آپ پر درود بھیجے تو اسکے پاس حضرت تشریف لاتے ہین اگرچہ باعتبار حقیقۃ محمدیہ کے
حضرت ہمیشہ ہر بندے کے ساتھ ہین لیکن یہہ حضور جسمانی خاص ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اور یہہ بھی
جاننا چاہئے کہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سب ما کان و ما یکون کو جانتے ہین یہہ بات بھی بڑی
دلیل ہے کہ سید المرسلین کے بعضے کامل نایبون کو برکت سے آپ کی پیروی کے ایسا علم لوح حاصل
ہوا کہ جس سے سب ما کان و ما یکون جان لئے پھر ویسا علم بلکہ اس سے بڑکر خود آپ کو حاصل ہونے
مین کیا تردد رہا چنانچہ علامہ شیخ نور الدین علی شطنوفی بہجۃ الاسرار مین اور خلاصۃ المفاخر مین
امام یافعی نے تاج العارفین ابو الوفا سے نقل کئے کہ کہا اسنے لا یکون الشیخ شیخا حتی یعرف
من کاف الی قاف فقیل لہ وما کاف وقاف فقال یطلعہ اللہ تعالی علی جمیع ما فی
الکون من ابتداء خلقہ بکن الی مقام وقفوھم انھم مسئولون یعنی کوئی شیخ کمال
کو شیخیت کے نہین پہنچتا جبتک نہ پہچانے کاف سے قاف تک پھر پوچھے اسسی کہ آپکی مراد قاف سے اور
کاف سے کیا ہے تو کہا اسنے کہ خبردار کردیتا ہے اللہ تعالی اسکو ان سب چیزون پر جو عالم کون و فساد
مین ہین کن کے لفظ کے واسطے سے پیدا کرنے کے شروع سے حشر تک اور بھی علامہ شیخ نور الدین شطنوفی بہجۃ الاسرار
مین اور امام یافعی خلاصۃ المفاخر مین غوث الاعظم سے ذکر کئے ہین کہ فرمائے اپنے اما سلاب
الاحوال وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ

وانا غایص فی بحار علم اللّٰہ تعالی یعنے میں تین لینے والوہوں اولیائنکے احوال کو یعنے جانوں تو او مجھے سوگند ہی میرے پروردگار تعالی کی کہ سارے نیک بخت اور بدبخت میرے پر ظاہر کیئے جاتے ہیں اور آنکھیں میری لوح محفوظ پر ہیں اور میں تیرہا ہوں اللہ کے علم کے دریا یوں میں اور یہہ ہی جان لیا چاہئے کہ اولیاؤنکو معلوم ہوجاتا ہی حال اُسکا جسکا حال معلوم کرنا چاہیں یا اُسکے ساتھہ اُسکو کچھہ علاقہ رہے جیسا ابوۃ بنوۃ پیری مریدی عقیدتمندی پھر اسکا سب حال معلوم کرلیتے ہیں پھر نہ دریافت کرنیکو اُسکے معلوم نکرنا کیا بات ہی جیسا امام یافعی خلاصۃ المفاخر میں لکھا ہی یعرف الولی کل شیئ قصد تعرفہ او لہ تعلق بہ جب عام اولیاؤنکو اتنا علم ہو پھر سید المرسلین کو کتنا علم نہ ہوگا کیونکہ ہر مخلوق کو عموماً اور اس خیر امت کو خصوصاً حضرت کے ساتھہ کامل علاقہ ہی اور امت کا علاقہ تو ظاہر ہی ساری خلقت کا علاقہ اس طور پر ہی کہ سب کے سب ظل ہیں آپکے اور ظل کو ذی ظل کے ساتھہ بڑا علاقہ رہتا ہی کہ وجود اور قیام اسکا اسپر ہی اور ہو اُسکے ان سب کو علم اور رزق اور طاعت اور سعادت وغیرہا آپ ہی کے ہات پر ملتی ہیں بلکہ قوت ہر حرکت و سکون کا اور ہر قول و فعل کا جو مخلوقات کو حاصل ہوتا ہی آپ ہی کے وساطت سے حاصل ہوتا ہی پھر حضرت اپنے فیض یابوں میں کسی کے احوال سے بیخبر رہنا معقول بات نہیں ہی حاصل ان تحریرات کا اور خلاصہ اُن سب تقریرات کا یہہ ہی کہ اگر کوئی مسلمان اُن حدیثوں کو اور محدثوں کے قولوں کو اور اولیاؤنکے فرمانوں کو دستاویز کرکے سید المرسلین سے یہہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے دیئے سے لوح محفوظ کے مکتوبات کا علم حضرت کو حاصل ہوا ہی تو وہ مسلمان اس عقیدے سے نہ مشرک بنے

نہ فاسق اور کسی کو پہنچتا نہیں کہ اُن دلیلوں میں تاویلیں کر کے حضرت کے علم خداداد کو گھٹاوے
ہاں اگر ایسا عقیدہ رکھے کہ حضرت اپنی ذات سے غیب کی ایک بات یا یہ سب باتیں جان لئے ہیں
تو اس وقت اس عقیدے پر انکار کرنا ضرور ہوا یا آنکہ اتنا علم دینے پر اللہ کو قدرت نہو یا اتنا علم کسیکو
کو اللہ نے دیا ہے لکھنے سے بھی شرک لازم آتا ہو تو اس صورت میں بھی انکار کرنا لازم ہے جب اتنا علم دینے
پر قدرت ہوا اور اس سے شرک بھی لازم نہ آوے تو حضرت کے واسطے ثابت کرنے وے دلیلیں جو مذکور ہوئیں
بس ہیں پھر اُسکے اٹھانے میں بحث و تکرار کرنا کیا ضرور ہے **ذیل** وہ بات جو انموذج اللبیب میں ہے
انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوتی علم کل شیئ الا الخمس التی فی آیۃ ان اللہ
عندہ علم الساعۃ وقیل انہ اوتیہا ایضا وامر بکتمہا یعنے دئے گئے ہیں سید المرسلین
علم ہر چیز کا سوائے اُن پانچوں چیزوں کے علم کے جو آیت میں ان اللہ عندہ علم الساعۃ و
ینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما
تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر کے مذکور ہیں اور معنی اس آیت کی یہہ
ہیں کہ اللہ ہی کے پاس ہے خبر قیامت کی اور وہی اتارتا ہے مینہ کو اور وہی جانتا ہے جو ماں کے پیٹ میں
ہے اور کوئی بھی نہیں جانتا کیا کریگا کل اور کوئی بھی نہیں جانتا کس زمین پر وہ مریگا تحقیق
اللہ ہی سب جانتا ہے یعنے اپنی ذات سے اور کہے بعضوں نے کہ اُن پانچوں چیزوں کا علم بھی حضرت کو دیا گیا
ہے لیکن آپ حکم کئے گئے تھے اُسکو چھپا رکھنے واسطے اب لکھنے والا کہتا ہے کہ قول اُن بعضوں کا
مطابق واقع کے ہے نظر کرتے اُن حدیثوں اور قولونکے جو مذکور ہو چکے ہیں اور مختار امام سیوطی کا

بھی یہی معلوم ہوتا ہی کیونکہ اُن بعضون کے قول ذکر کرئے لیکن رد نکئے بلکہ اسی رسالے مین دوسرے مقام مین
کہتے ہین عروض علیہ الصلوۃ والسلام ما ھو کاین فی امتہ حتی تقوم الساعۃ جب قیامت تک آپ کی
اُمت مین ہونیوالے چیزونکو اللہ نے آپ پر ظاہر کردیا ہو پھر یہ پانچ چیز کا حال آپ پر کب چھپا رہیگا
پھر قابل عقیدہ رکھنے کے بھی بات بعضونکی ٹھہری جیسا جمہور سلف کا قول سید المرسلین کے ماں
باپ کے ایمان کے مقدمے مین اور جمہور حنفیہ کا قول موتی کلام زاید کا نہ سننے کے بابمین قابل اعتماد
کرنے اور فتوی دینکے نہ رہا بلکہ جمہور متاخرون کا قول والدین کے ایمان کے مقدمےمین اور بعضے
حنفیونکا قول کلام زاید کو موتی سننے کے باب مین معتبر اور قابل فتوی دینے کے ٹھہرا ایسا ہی یہان
بھی سمجھا چاہیئے یا مراد لایعلمہا سے یہ ہی کہ کوی شخص اُن پانچون چیزون کو دوسرے غیب کے
باتون کے سریکا اپنے ذات سے جانتا نہین سوا اللہ تعالی کے حسب مناوی جامع التصغیر
کی شرح مین کہا ان المراد بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یعلمھا الا اللہ لا یعلمھا
احد بذاتہ ومن ذاتہ الا ھو لکن قد یعلم غیرہ باعلام اللہ تعالی کما ان
جماعۃ علموا متی یموتون وعلموا ما فی الارحام حال حمل المرءۃ بل وقبلہ
یعنے مراد لایعلمہا سے اس حدیث مین جو آیا ہی خمس لا یعلمھا الا اللہ یہ ہی کہ نہین جانتا ہی کوی
شخص اپنی ذات سے اُن پانچون چیز کو سوائے اللہ کے لیکن اللہ بتلانے سے اللہ کا غیر بھی انکو جان لیتا
ہی چنانچہ ہمنے کئی شخصونکو دیکھا ہی کہ وے جان لیتے ہین کب مرینگے سو اور جان لئے کہ بہنون کے حمون
مین کیا ہی سو اُنکے گربے کے وقت بلکہ اوس سے پہلے بھی پھر مراد لایعلمہا سے بھی ٹھہری کہ اُن

چیزونکو اپنی ذات سے کوئی جاننے والا نہیں جب بات ایسی ہو پھر اگر پروردگار تعالی سید المرسلین کو ہوے سوا اور ہونیوالے سب چیزونکا علم دیوے جیسا بعضونکو ہزارون غیب کے چیزونکا علم دیا ہی توکیا عجب حالانکہ بہت سے دلیلین اس بات کو تائید کرتے ہین اور اس علم کے ثابت ہونے مین شرک بھی لازم نہین آتا اور وہ جو حضرت عایشہ نے فرمائے ہین من اخبرک ان محمدا یعلم الخمس التی فی آیۃ ان اللہ عندہ علم الساعۃ فقد افترے یعنی جو خبر دیا تجھے اس بات کی کہ سید المرسلین جانتے ہین اُن پانچون چیزونکو جو اس آیت مین مذکور ہے تو اُسنے مقرر بہتان باندہا اور دل سے لگایا سو یا مراد اُنکی یہہ ہی کہ انحضرت اُن پانچون چیزکو اپنی ذات سے جان لئے ہین کر کے کہنے والا جھوٹا ہی تو یہہ بات صحیح ہی کیونکہ اُن پانچون باتون کو تو کیا ایک بات کو بھی اپنی ذات سے جانے والا نہین اور خدا کی خبر دینے سے آپ تو کیا آپ کے غلام بہت سے باتین جان چکے ہین یا یہہ اسواسطے فرمائے ہین کہ خود آپ کو حضرت کے جاننے کا ان چیزونکو خبر نہین تھی جیسا ایسی ہی سبب سے انکار کئے ہین حضرت دیکہنے کا رب العزت کو شب معراج مین سو فرمایا من حدثک ان محمدا رای ربہ فقد اعظم الفریۃ رواہ مسلم یعنے جو شخص کہ تیرا ہی مخاطب بیان کرے کہ مقرر سید المرسلین نے دیکھا اپنے رب کو تو اُسنے بڑا بہتان باندہا روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے پھر بھی ثابت ہوا کہ حضرت عایشہ نے انکار کئے جو رویت کے بات معلوم نہونے سے فرمائے یا کسی مصلحت کے واسطے جیسا ... کرکے بڑے بڑے صحابہ جیسا آپ ہی کے باپ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان ... اور علی مرتضی اور مانند انکے سوا انکے اقوال کو جو رویت کے ثبوت پر نص صحیح ہو چھپ...

صدیقہ کے اتنے احتمال رکھنے سو قول کو پکڑ لیکے رویت کا انکار کرنا کسیکو نھین پھنچتا اور امام نووی مسلم کی شرح مین لکھتے ہین کہ حضرت عایشہ نے کسی حدیث کو دستاویز کر کے رویت کی نفی نھین کی ہے اگر اس مقدمے مین حدیث پاتے تو اسکو بیان کرتے بلکہ آیتون سے استنباط کر کے اپیر اعتماد کئے ہین پھر رویت مین شک کرنا کسی کو نھین پھنچتا یا انھنے اسواسطی فرمایے ہوگے تا عوام لوگ شرک کے بلا مین مبتلا نھو کیونکہ لوگ تو جاھلیت کے زمانے سے قریب تھے اور جاہلیت کے زمانے مین تو غیب دانی کا عقیدہ اور واجو لنسے اور بزرگون سے رکھتے تھے سو حضرت عایشہ نے شاید اس بات سے ڈرے کہ عوام لوگ کھین حضرت کے ساتھہ بھی ویسا عقیدہ رکھہ کے شرک مین نہ پڑین کیونکہ علم غیب مین اور علم وہبی عطائی مین فرق کرنا بہت دشوار ہی کیا تم نھین جانتے کہ اب اسلام چوطرف پھیل گیا ہی تس پر بہت سے عوام بعضے خواص بھی اُن دونو علم مین ہی سو فرق نا جان کے حضرت کو ہونیوالے چیزونکا علم اللہ نے دیا ہی کر کے کسی سے سنتے ہی کوئی تو اُسکو مشرک بن گیا کھتا ہی اور کوئی تو حضرت کو غیب دان جانتا ہی یہ بھی غلط وہ بھی غلط یہہ شروع اسلام کے عوام کو کیا کھنا کہ کیسے ہو گے شاید اسلیئے حضرت عایشہ نے ویسا فرمایے ہو گے پھر اُسکو سند کر کے حضرت کی وسعت علم سے جو بہت سے حدیثو لنسے ثابت ہو چکا ہی انکار کرنا کسی کو پھنچتا نھین جب حضرت عایشہ کے قول مین احتمال آیا قابل سند کرنیکے نہ رہا اذا وقع الاحتمال بطل الاستدلال لیکن مسلمانونکو فایدہ ہونے اس رسالے مین دونو علم مین ہی سو بیان کیا جایگا اور کچھہ اس سے

پچھلے ہی بیان کیا ہون لیکن وہ بات جو سراج العلما مولوی اسلمی صاحب نے اپنے سفینے مین ایک سے
پچاس پر ساتوین صفحے مین لکھے ہین کہ انبیا اور اولیا ؤنکو بھی بندگون کے احوال طرف وہ بھی حکم سے اللہ
کے التفات ہوا کرتا ہی سو یہہ حکم عموما صحیح نہین کیونکہ سید المرسلین کو اکثر انکی احوال طرف عموما اور احوال
امت طرف خصوصا التفات رہتا تھی آپ کا وسعت حوصلہ استغراق ذات و التفات بسوی احوال بندگان
دونوکو کفایت کرتا ہی خصوصا عالم برزخ مین کہ ایک طرف متوجہ ہونا ایسے پیغمبر عالی ظرف کا دوسرے
طرف التفات کرنے سے مانع نہین یہہ تعریف فراخی حوصلہ کی ہی دوسرونکو ایسا حوصلہ کہان ہی جو جمع
اضداد کرین اور یہ عبارت سفینے کی بھی ہی ازواج طیبات انبیا و اولیا را آگاھی با حوال بندگان خدا
بدستوری و بتعالی التفات میشو انتہی یہان ثابت کرنا علم غیب کو کسی پیغمبر واسطے ایک چیز مین
بھی شرک ہی ملا علی قاری مسح الازہر مین کہا ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعلم الغیب یعنے صاف ذکر کیئے ہین حنفیون نے کافر ہونیکی اسکی
جو عقیدہ رکھے اس بات کا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے تھے اور اسی قول طرف اشارہ ہی متن
مین عقاید شریفہ کے سے نبی کو غیب دان جانا جو ای یار نہ گنا اسکو علی قاری نے کفار نہ ایضا عقاید
شریفہ سے وہی ہی جانتا ہی غیب و شہادت نہ نہین کوئی دوسرے کو اسمین شرکت نہ اور امام تفتازانی
شرح عقاید مین کہا العلم بالغیب امر تفرد بہ سبحانہ تعالی لا سبیل الیہ للعباد الا باعلام
او الالہام منہ بطریق المعجزۃ والکرامۃ والارشاد والاستدلال بالامارات
فیما یمکن ذالک یعنے حاصل معنے کا یہہ ہی کہ غیب کو جاننے مین اللہ تعالی اکیلا ہی کوئی مخلوق اسکا

شبہ نہیں کہ اسکا یعنی ہر غیب کو جاننے طرف کسی کو راہ نہیں مگر یہہ ہوسکے کہ اللہ خبر دینے سے جانے یا الہام کرنے
سے یا معجزے کے راہ سے یا کرامت کے یا جانے علامتون سے جو اللہ نے انکو ٹھہرا دیا اور اسکو معلوم کروا دیا ہی لیکن
علامتون سے جاننا اس خبر میں ہی جسمین علامتون سے جاننا ہوسکے اور امام نووی اپنے فتاوی مین لکھا ہی کہ
کوئی اپنے ذات سے غیب کو نہیں جانتا سوائے اللہ کے کہ وہ اپنی ذات سے ہر غیب کو جان لیا ہی لیکن
کرامتین اور معجزات کے راہ سے جو خبر دی ہین سو اللہ تعالی کے خبر دینے سے ہی پیغمبرون ولیون کو نہ وے اپنے
ذات سے جان لیئے ہین اور عبارت اسکی یہہ ہی لا یعلم الغیب استقلالا الا اللہ تعالی اما الکرامات
والمعجزات فحصلت باعلام اللہ تعالی للانبیاء والاولیاء لا استقلالا لهم جب اللہ تعالی
کے معلوم کرانے سے معلوم کر لینا جایز ہوا تو لوح محفوظ کے پانچون باتین جاننا اور اس سے بہی اور زیادہ سب جانا
ہوا اور اپنے ذات سے جان لینا محال ٹھہرا تو ایک بات کا جاننا اور سب بات کا اور ہزار بات کا اور لوح کے
سارے مکتوبات کا جاننا محال ہی پہر سید المرسلین سے عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی کے معلوم کرانے سے
لوح محفوظ کے پورے باتین جان لیئے ہین کر کے شرک کیسا ہوا کیونکہ اللہ تعالی کا جاننا اپنے ذات ہی سے ہی
اور معلومات اسکے بے حد و انتہا ہین اور سید المرسلین کا جاننا اللہ تعالی کے معلوم کرانے سے ہی اور
محدود ہی بما کان وبما یکون سے پہر اس صورت مین اصلا بو شرک کی بہی نہیں پہر اس جاننے کو
بہی شرک بولنا بیجا ہی عقاید شریفہ ۵ ہزارون غیب کے باتین جنہیں خدا سے جانے
ہین شک اسمین مت کر نہ خبر دینے سے دوسرے کے جو جانے نہیں وہ غیب دان ہی ای سیانے
ہم جو غلام ہین سید المرسلین کے ایسی غلامی سے کہ نہ آزاد ہو سکتے نہ بہاگ سکتے جیسے موے

غلامی کی طوق ہمارے گلے سے نکلتی نہین حضرت کے مول خریدے غلامون کی غلامی آزاد ہونے سے جا سکتی
ہی یہہ امت ہین کی غلامی کسی وقت مین کسی صورت سے دور نہین ہوسکتی پھر ویسی غلامی رکھنے والونکو
چاہئیے کہ حضرت کے ایسے علم کی بات کسی عالم سے سنتے ہی سُن ایمان لا دیں اور خوشی کرین کہ ہمارے
صاحب کو ہمارے مولا کو ایسی نعمت ملی کہ کسی پیغمبر کو نہین ملی اور اہل کتاب اپنے اپنے پیغمبرونکی حق مین غیر واقعی
فضیلتین بیان کرتے ہین ہم اپنے پیغمبر کے واقعیہ فضایل بیان کرنے سے کیون ہٹین اور اسکے دلیلون
مین رکیک تاویلین کیون کرین اگر کسی کے دلمین شیطان یہہ وسوسہ کرے کہ حضرت پر اگلے پچھلے ہوے
ہونیوالے کام الله نے کھول دیا بھی ہو تو سدا انکا کھلے رہنا نہوگا ہم اسکے رد مین لکھتے ہین پہلے تو
یہہ بات تھی کہ جیسا حضرت پر کھل جانا سب چیزونکا دلیلونسے ثابت ہوا ہمیشہ کھلے رہنے پر بھی
حدیث طبرانی کی اور قول ابن حجر مکی کا جو یے دونو مذکور ہو چکے ہین گواہ صادق ہو سکتے ہین
پھر اس بات کو مان لینا ضرور ہوا دوسری بات تنزل کی راہ سے یہہ ہی کہ کھلنا نہ کھلنا چیزون
کا غیبی کامونسے ہی عقل کو دخل نہین پھر جیسا کھل جانا سب چیزونکا حدیثون سے ثابت
ہو چکا ویسا ہی وہ علم جاتے رہنے پر بھی حدیث دلیل چاہئیے فقط وسوسے کو دستاویز کرنا
خصوصاً حضرت کے فضایل کو گھٹانے کے مقدمے مین کسی مسلمان کو نہین پھبتا ہی ہان یہہ
ہوسکے کہ بعضے وقتون مین کمال استغراق و غلبہ محویت کے سبب بعضے معلومات سے ذہول ہو جاوے
تو ہو جاوے والله اعلم بحقیقة الحال اور وہ حدیث جسمین ہی لا اعلم ما وراء جداری
اور وہ حدیث جسمین ہی لا یعلم ما فی الغد الا الله اور خبردار ہونا حضرت کا

حضرت عائشہ صدیقہ کے وحی اترنے سے نہ نکلے او رھٹنگ گئے سواد نتی سے مکان ہی او معراج
سے آئے پر بیت المقدس کے صفت پر جب تک جبرئیل ہی روبرو نہ ہوے اسکو نتھا لاتھین اور ایسے دوسرے
باتوں پر سو یایہہ علم وسیع ملنے کے پہلے تہا جیسا کہ ایک شخص حضرت کو کہا یا خیر البریہ تو آپ
نے فرمایا ذاک ابراھیم یعنے خیر البریہ ابراہیم ہیہہ ہی فرمانا حضرت کا آپ خیر البریہ ہی سو معلوم
ہونیکے پہلے تہا جیسا مواہب الدینہ میں بہہ بیان مذکور ہوا ہی پہر اگر کوئی شخص اس حدیث کو دیکہ
ویز کرکے حضرت ابراہیم کے افضلیت کا ہمارے پیغمبر پر قائل ہوجاوے تو وہ شخص یا معاند ہی یا
جاہل او مواہب الدینہ میں لکہا حدیث انی لا اعلم ما وراء جداری ذکرہ ابن الجوزی
فی بعض کتبہ بغیر اسناد فان صح الجواب عنہ ان نفی العلم فی ھذا ورد علی اصل
الوضع وھو ان علم الغیب مختص باللہ تعالی وما وقع منہ علی لسان نبیہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمن اللہ تعالی ما یوحی وبالالھام یعنے حدیث انی لا
اعلم کی بعضی کتابوں میں ابن جوزی کے مذکور ہوئی ہی بغیر سند کے پہر اگر وہ حدیث نفس الامر
مین صحیح بھی ہو تو جواب اس سے یہہ ہی کہ نفی علم کی جو حضرت نے اپنے سے کرکے فرمائے انی لا اعلم سو
باعتبار اصل علم کے ہی یعنے حقیقت میں ہر غیب کا جاننا اللہ سے خاص ہی اور سید المرسلین
جو غیب سے خبر دئے ہیں سو اللہ کے طرف سے ہی وحی سے یا الہام سے پہر حقیقت کے رو سے نہین جانتا ہی
فرمانا برابر ہی یعنے میری ذات سے میں جانتا نہیں ہوں اسواسطے ایسا فرمایا او رجانتے سو بات سے
انجان ہو رکہ حضرت ماں وہی جانتے تھے نتے کو چہپا رکھنے واسطے سو فرمان برداری کیا وہ جانکر بھی

انجان ہو رہے یا واسطے ظاہر کرنے عبودیت و تواضع کے ہی نظر کرتے اسبات پر کہ آپکا
علم ذاتی و مستقل نہیں بلکہ اللہ کے دینے سے ہی سو فرمایا کہ لا اعلم ما وراء جداری
ولا نعلم ما فی الغد الا اللہ یعنے میری ذات سے نہ دیوار کے پیچھے کی چیز جانتا ہوں نہ کل ہونیوالی اگرچہ خدا کے معلوم کرانے سے قیامت تک کا حال جانا اور جتنا ظاہر کرنیکا حکم تھا وتنا
بیان کئے لیکن جب اپنے ذات سے نہیں جانا اسکو معتبر نہیں لکھے جیسا صوفیہ کرام نظر کرتے
اس بات پر کہ وجود کسی چیز کا مستقل نہیں کہہ گئے ہیں لا موجود الا اللہ یعنے کوئی موجود نہیں
سوائے اللہ تعالی کے حالانکہ ہم تم سب موجود اور محسوس ہیں پھر اس کے لازم نہیں آیا کہ ہم تم سب
سب معدوم رہیں بلکہ مراد یہہ ہی کہ کوئی اپنی ذات سے موجود نہیں پھر ایسا وجود قابل اعتبار
اعتماد کے نہیں ہوا اور وہ بات جو فقہا لکھے ہیں کہ اگر کوئی شخص نکاح کیا خدا اور رسول کے
گواہی سے تو کافر ہو جائیگا سو سچ ہی کہ جب حضرت کو غیب دان جانکے گواہ رکھے کیونکہ علم
غیب کا خاص ہی اللہ سے دوسرا کوئی شریک اسکا نہیں لیکن اگر اس عقیدہ سے گواہ رکھے کہ
حضرت کو اللہ نے ایسے سب چیزوں کا علم دیا ہی تو اس عقیدے سے ہرگز کافر نہو گا اسی
واسطے بحر الرائق میں ایسے گواہ رکھنے والے کی تکفیر کا سبب غیب دانی کے عقیدہ کو لیا جو لکھا
لو تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ یکفر لاعتقاد ان النبی صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم یعلم الغیب اور نصاب الاحتساب میں بھی ایسے گواہ رکھنے والیکی تکفیر کا
سبب اسی بات کو لیا جو لکھا رجل تزوج امراۃ بغیر شہود وقال خدا و رسول را

اور اگواہ کردم او قال خدا را و فرشتگان را گواہ کردم فانہ یکفر لانہ اعتقد ان
الرسول والملک یعلمان الغیب حاصل کلام اور خلاصہ مقام یہہ ہی کہ سوا خدا تعالے
کے کسی کو پیغمبرون ولیون فرشتون مین سے اصلا غیب کا علم نہین مگر اسکے معلوم کرانے
سے کوئی سو دون خبر غیب کی جان لیا کوئی ہزار دون سے اور ہمارے پیغمبر تو لوح محفوظ کے
باتون کو جان لئے اللہ کے معلوم کرانے سے نہ اپنے ذات سے پھر اگر کوئی شخص اس عقیدہ سے ندا کرے
اور التجا دعا کی یا نکاح پر گواہ لیوے تو نہ مشرک بنیگا نہ کافر اگرچہ نکاح کرنا گواہی سے خدا و رسول
کے صحیح ہوگا اور بہت لوگ علم حصولی علم حضوری اور علم ذاتی علم وہبی مین فرق نکرکے کلا دیتے ہین
اور تردد مین پڑتے اسلئے یہان فرق بیان کرتا ہون جاننا چاہئے کہ علم حضوری علم الہی تعالی کو کہتے
ہین کہ اسکو ازل سے ابد تک علم بے انت یکسان حاضر ہی نہ ایک ذرہ برابر بڑھنے کو گنجایش نہ
ایک ذرے برابر گھٹنا ممکن اور علم حصولی غیر اللہ کے علم کو کہتے ہین کہ اللہ کے دینے سے جتنا دیا اتنا
ملیا اور بس پہ بڑہنا اور اس سے گھٹنا بھی ہو سکتا ہی اور علم غیب علم ذاتی کو کہتے ہین جو اللہ نے
اپنے ذات سے جان لیا ہی اور علم وہبی اس علم کو کہتے ہین جو اللہ کے عنایت کرنے سے معلوم
کرانی سے کسی کو حاصل ہوتا ہی پھر اللہ کا خصیصہ علم ذاتی و علم حضوری ہی نہ دوسرا علم اگر اس
فرق کے جاننے پیچھے بھی تردد کسی کے دل مین باقی رہے تو وہ بڑا مرض ہے علاج پذیر نہین اور یہہ بھی جاننا
چاہئے کہ پروردگار تعالی موجود ہی اور موصوف صفات سبعہ سے اور بندے بھی اسکے موجود کرنے
سے موجود ہوئے اور اسکے دینے سے صفات سبعہ بھی پایا ہین پھر انکو اللہ کے شریک کوئی

نہ ہیکانہ موجو دمین نہ صفات مین خصوصًا روح انسانی تو اگرچہ ازلی نہین لیکن مختار قول مین ابدی ہی جیسا شیخ الامام والاسبکی نے لکھا ظہر ان الروح لایقبل الفناء و امام قرطبی نے لکھا الروح لا یموت ولا یفنی وھو مما لہ اول لیس لہ آخر اور ابن فاکھانی نے کہا کہ ارواح حادث ہین پھر معدوم ہونا انکا اور باقی رہنا انکا دونو جایز ھین لیکن شریعت کے دلیلین سو دلالت کرتے ہین انکی باقی رہنے پر اور حافظ سیوطی شرح صدور مین اسی کو سرسائی دیا اور عمر ابن عبد العزیز کا قول سے دلیل لایا اور لکھا کہا عمر ابن عبد العزیز نے خلقتم للابد اور روح بیچون و بیچگونہ بھی ہی جیسا زبدۃ عارفان قدوۃ واصلان سید عبد الرحمن صاحب رسالہ روح مین فرماتے ہین کہ روح نوریست بے کیف و بے جہت و بیچون و بیچگونہ الی آخر ما قال پھر اتنا سب ہوتے ہوے کوئی عالم فاضل نہ لکھا کہ روح مین اُن صفتون کو ثابت کرنے سے شرک لازم آتا ہی کیونکہ یہہ صفات اللہ کے دینے سے ہین نہ بالذات پھر اللہ کے معلوم کرانے سے لوح محفوظ کے مکتوبات سید المرسلین پر مکشوف ہین لکھے تو شرک کیسا ہوا اور یہہ بہی جاننا چاہئے کہ فضایل مین اشخاص و اعمال کے ضعیف حدیثون کو بھی سند کرنا جایز ہی محدثون کے اتفاق سے پھر علم وسیع جو وہی ایک عمدہ فضیلت ہی سو احادیث صحیح و اقوال صریحہ سے حضرت سید المرسلین کے حق مین ثابت ہو چکی ہی پھر اسمین گفتگو نکرنا اور وہ جو حضرت نے فرمایا ہین واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم یعنے قسم ہی خدا کی نہین جانتا مین حالانکہ مین رسول خدا کا ہون کہ کیا کیا جاویگا میرے

سات اور تمہارے سات سو تاویل اوسبب اس حدیث کا چنانچہ ترجمہ مشکات میں یہی سو یہ ہی
کہ جب عثمان بن مظعون وفات کئے تو ایک عورت وہاں حاضر تھی سو
کہنے لگی کہ ای فلان تیری عاقبت بھلی ہی پھر سید المرسلین نے اُس عورت کو اسبات پر توبیخ کئے
اور یہہ حدیث فرمائے اور حقیقت میں حاصل مضمون اس حدیث کا مبالغہ ہی زجر کرنے میں اس عورت
کے بے ادبی کرنے پر حضور میں حضرت کے کہ اتنی جرات سے غیب پر جزم کا حکم کئے اور اس کلام سے حقیقت
اسکی مراد تھیں اور حق تو یہہ کہ وہ وارد اس قول کا آیۂ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر
کی اترنے کے پہلے تھی اور عبارت اسکی یہہ ہی ورود این حدیث در موت عثمان ابن مظعون
بود کہ زنی در انجا حاضر بود گفت عاقبت تو بخیر ست پس آنحضرت آن زن را برین سخن توبیخ کرد و این حدیث
فرمود و در حقیقت مضمون آن زجر است بطریق مبالغہ بر سوء ادب در حضرت نبوت و حکم بر غیب
و جزم بدان و حقیقت کلام مراد نہ و حق اینست کہ ورود اینقول پیش از نزول آیۂ لیغفر لک
اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر ست انتہی اور اسی کے قریب کہا ہی
ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکات میں پھر اس حدیث کو سند لانا اسبات پر کہ حضرت کو
اللہ کے معلوم کرانے سے بھی غیب کے باتیں معلوم ہوئے نہیں تو ایسا نفرماتے ہوتے سو فقط بیجا
ہی اور اس حدیث کے تاویل میں یہہ بھی ہو سکتا تھی کہ اللہ تعالی کی لاابالی کی صفت پر ہو
اُسکے علم میں وعدے کو وفا کرنے کیا شرط ہیں سو معلوم تھے پر نظر کرکے فرمائے ہونگے اور
حضرت خوب جانتے تھے کہ اللہ سے بڑا بے پروا تھی جو چاہتا سو کرتا ہے اور وعدیکو وفا کرنا سب لازم نہیں

جیسا فتوح الغیب مین ہی کہ فرمائے غوث الاعظم نے لا یجب علیہ لاحد حق ولا یلزمہ
الوفاء بالعہد یعنے کسی کے واسطے کوئی حق اسپر واجب نہین اور ملازم نہین ہی اسپر وفا کرنا
اپنے شرط کو لیکن اللہ نے فقط اپنے عنایت اور فضل سے خواہ نخواہ وفا کریگا اپنے وعدیکو اگر بالفرض
وفا نکرے تو کسی کو طاقت نہین کہ اسپر کچھ حرف دہرے اسیواسطے آپ اپنے سب لوگون سے زیادہ اللہ
سے ڈرتے تھے اور انا اعرفکم باللہ واخشاکم فرمائے اگرچہ اللہ تعالی حضرت کو سب طرح
خاطر جمعی کر دیا اور امن بخشا اور طرح طرح کے بشارتین دیا اور ہزارون نعمتان اور فضیلتان
آپکو عنایت کیا لیکن آپ سو اپنے طرف سے خاطر جمع اور بیفکر تھے نظر کرتے ان ہی دو باتون کے جو ہو
ہوتین یہہ کمال بندہ پن ہی اسیواسطے کہتے ہین کہ اللہ ایک ہی اور بندہ ایک ہی دوسرے بندے
طفیلی ہین اور مولوی اسلمی صاحب سراج العلما نے سفینے کے دو سو چھتروین صفحے مین لکہے ہین کہ
در حدیث صحیح وارد است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دریک مجلس میفرمود اللہم اجرنی
من النار میفرمود حالانکہ امام مقربین رئیس معصومین بودند الی آخرہ اگرچہ اللہ نے آپ کو دوزخ
سے اور قہر وغضب سے اپنے پوری خاطر جمعی کر دیا اور امن بخشا تہا تسپر آپ اسکی لا ابالیہ
اور اپنے بندہ پن پر اور اسکی معلومات کے بے انتہائی پر نظر کرتے ایسی دعا مانگتے تھے اس سے
یہہ لازم نہین آیا کہ آپکو اللہ کے امن دینے پر خبر نتھی العیاذ باللہ اور ملا علی قاری عین العلم
کے شرح مین طبرانی کی حدیث ذکر کئے ہین سو اسمین ہی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم جبرئیل علیہ السلام بکیا خوفا من اللہ تعالی فاوحی اللہ عزوجل

الیہما لا تبکیان فقد امنتکما فقالا او تامن من مکرک رواہ الطبرانی
وغیرہ اور حاصل مضمون اس حدیث کا یہہ ہی کہ ایک روز سید المرسلین اور جبرئیل بیٹھے ہو
اللہ کے ڈر سے روتے تھے سو اللہ نے کسی فرشتے کی معرفت سے کہلا بھیجا کہ مین نے تم دونو کو
امن دیا ہی میرے قہر و غضب سے پھر کس لئے روتے ہو تو عرض کئے تو تو اپنے عنایت سے ہمین امن
بخشا ہی لیکن تیرے مکر سے ہم بے فکر نہین کیا بعد ذکر کرنے اس حدیث کے ملا علی قاری کہتے
ہین کہ سید المرسلین اور جبرئیل جانتے تھے کہ اللہ بڑا علام الغیوب ہی اسکے سب معلومات پر کسی کو
اطلاع نہین اور یہہ امن بخشنا اسکا نہین آزمایش اور مکر کے راہ سے ہو پھر ایسے وجہو نکے نظر کرتے
لا ادری فرما نہین تو آپ کے ساتھ کیا کرے سو خود اللہ نے سب بیان کر دیا اور آپکو
جتا دیا ہی جیسا اشارہ ہی اس بات طرف حضرت عمر کے قول مین جو خصایص کے رسالے
مین سیوطی کے مذکور ہی لا تدری نفس ما یفعل بہا لیس ھذا الرجل الذی
قد غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر یعنے کوئی جانتا نہین کہ کیا کیا جاویگا اسکے
ساتھ سوائے انکے جنکے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے ہین وہ جناب رسالت ہین بس پھر ایسے حدیثونکو
جو ہر کے لا ابالی کے نظر کرتے تو اضع فروتنی کے راہ سے فرمای سو حدیث کو دستاویز
کرکے حضرت کے علم خدا داد کو گھٹانا کسی کو لائق نہین اور سید المرسلین واما بنعمت ربک
فحدث کے حکم کو بجا لا انی اعطیت علم الاولین والاخرین وعلمت ما فی
السموات والارض اور مانند اسکے فرمایا سو حدیثونمین فاسد تاویلات عوام فریب

کو چھپان کرنا اور وسعت علم حاصل ہونیکے پہلے یا اظہار عبودیت و تواضع کے راہ سے
چھپا رکھنے کا حکم بجالائے فرمائے سو بات تو انکو لوگونمین پھیلانا اور امر واقعی مین آئے سو
حدیثونمین تاویل کرنا سخت بیجا ہی جیسا بعضے کم علمان بلفظ سید کو سید المرسلین
پر اطلاق کرنے کراہت جانتے اور اس حدیث کو دستاویز کرتے کہ جسمین ہی کہ ایک
شخص حضرت کو سیدنا لکھا تو حضرت فرمائے السید هو الله لیکن وہ جو انا بنعمة ربك فحدث
کے راہ سے انا سید العالمين و انا سید ولد آدم یوم القیمة فرمائے ہین سو اسکو پیچھے پیٹھ کے
ڈال دئیے یا بھلے جانئے کے آپ سید اولاد آدم ہین سو فرما ہو گے جب اسبات کو جانے دانا
سید ولد آدم و سید العالمین فرمایا جاتے بعد تواضع کے راہ سے فرما ہو گے جیسا شرح
مسلم مین امام نواوی نے کہی پھر ایسے حدیثونکو سند کرکے حضرت کو سید الانبیا یا افضل
الانبیا یا سیدنا بولنے سے منع کرنا گمراہی ہی اللہ کی پناہ اور وہ جو اللہ تعالیٰ فرمایا فلا یظہر
علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنے خبردار نہین کرتا اپنے غیب پر کسی کو
مگر اس رسول کو جو پسند کر لیا غیب پر واقف کرنے سو اسکو خبردار کر دیتا ہی اپنے بعضے غیبون
پر اور وہ جو خدا نے کہا و لا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء یعنے نہین گھیر
سکتے ہین اسکے علم مین سے کچھ مگر جو وہ چاہے یہہ بات واقعی ہی کہ کوی مخلوق اسکے معلومات
کو احاطہ کر نہین سکتا مگر جسکو جتنا معلوم کراتا ہی وتنا ہی وہ جان لیتا ہی اور وہ
کہا لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ یعنے جانتے نہین مین

غیب کو آسمان اور زمین کے رہنے والے مگر ایک اللہ جانتا ہی اور وہ جو کہا عندہ مفاتح
الغیب لا یعلمہا الا ہو یعنے اللہ کے پاس ہین کنجیان غیب کے جانتا نہین غیب
کوئی سوائے اللہ کے اور وہ جو کہا وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ
یجتبی من رسلہ من یشاء یعنے اللہ یوں نہین کہ تمکو خبر دے غیب کی لیکن اللہ
چن لیتا ہی اپنے رسولون مین سے جسکو چاہے اور امام بغوی اسی آیتہ کی تفسیر مین کہا جسکا معنی یہہ
ہی کہ کوئی شخص غیب کو جانتا نہین ہی سوائے اللہ کے ولیکن اختیار کرتا ہی اللہ بعضے غیبونکو
جاننے واسطے پیغمبرون مین سے جسکو چاہتا ہی پہر اسکو خبردار کرتا ہی بعضے غیبون پر اور حاصل
ان آیتونکا یہی ہوا کہ غیب کا علم سوائے اللہ کے اور کسی کو نہین مگر جسکو اللہ چاہا اسکو جتنا چاہا
غیب کا علم دیتا ہی یہہ بات یقینی ہی اسمین کچھہ شک نہین کہ کوئی شخص اپنے ذات سے ایک بات غیب
کی جانتا نہین اور اللہ کے دینے سے تہوڑا معلوم ہوتا ہی لوح محفوظ کا علم بھی اللہ کے علم سے نظر
کرتے تہوڑے سے تہوڑا ہی کیونکہ وہ ابتدا انتہا رکھتا ہی اللہ کے علم کو نہ ابتدا ہی نہ انتہا ہی یہہ
لوح محفوظ کا علم اور ایک بستی کی کیفیت کا علم اللہ کے علم کے نظر کرتے تہوڑے ہین ایکسان
ہی لیکن وہ جو کہا اللہ نے قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ و
لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء یعنے کہہ مین مالک
نہین اپنے واسطے نہ برے کا نہ بہلے کا مگر جو اللہ چاہے اور کہہ کہ اگر مین جانا کرتا غیب کی بات
تو بہت خوبیان لیتا اور مجکو برائی کبہو نہ پہنچتی یہہ دونو بات بہی سچ ہین کہ جو نفع ضرر اللہ کے

مشیت میں ہو سو وہی پہنچتا ہیں سو جس اگر اپنے ذات کو نفع پہچانے اور اپنے ذات سے
ضرر دور کرنے پر ہر بندے کو ایک نوع کا اختیار بھی دیا ہی لیکن جب اختیار اسکا اللہ کے
ارادے کے تابع پڑ گیا ہی پھر حقیقت میں وہ اختیار بے اعتبار ہی اس سے فرمایا قل لا املک
لنفسی نفعا ولا ضرا اور دوسری بات یہ ہی کہ نزول اس آیت کا علم وسیع حضرت کو
عطا کرنے کے پہلے ہوگی نہ بعد یہ بات اس قبیل سے ہو سکے کہ مولا کو پہنچتا ہی کہ اپنے
بندے کو جس طرح چاہے خطاب کرے والا نہ اگر بالفرض غیب جانتے تو بھی تقدیر میں ہو سو بلا تھی
کس طرح لیتے اور تقدیر میں ہو سو بلا کس طرح دفع کرینگے کیونکہ بندہ کیسا بھی مقرب ہو
مختار کامل نہیں جو بنے اسکے اختیار کی مولا کے ہات ہی اور سوا اسکے مقام و حال کامل بندہ
تسلیم و رضا ہی جانتا سو تقدیری مضرت کو بھی خوشی سے پیش قدمی کرکے لیتے میں اور اس سے
بچتے نہیں پھر غیب جانے تو بھی تقدیر میں نہیں سو خوبیاں کس طرح جمع کر لیتے اور انکے جمع کرنے
میں کوشش کرینگے کیا تو جانتا نہیں کہ حضرت علی اپنے قاتل کو جانتے پہچانتے تھے تس پر اسکو
نہ جی سے مارنے کو کوشش کرے نہ قید میں ڈالے بلکہ شہادت کی بات کو جانتے تھے کہ آج
فلانے وقت فلانا شخص مجھے زخمی کریگا تس پر انجان کی طرح مسجد کو تشریف فرما کے زخمی
ہوگئے جب حضرت کے کامل امتیوں کا رضا و تسلیم میں یہ شان ہو پھر سید المرسلین کا کیا شان
نہ ہوگا پھر اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ حکم اس قبیل سے ہی مولا کو پہنچتا ہی کہ اپنے بندے کو جیسا چاہے
بولے دوسرے انکو نہیں پہنچتا کہ اسکو دستاویز کرکے اس بندہ خاص کا شان گھٹاوے

اور مقرر کرنا حضرت کا اخبار نویسونکو اور قاصدونکو اطراف کے اخبارات لا پہنچانے اور کیفیتان لکھہ بھیجے سو بعضے مقدمے اس علم وسیع حاصل ہونیکے پہلے تھے اور بعضے فقط رعایت کرنے کارخانہ ظاہری کے ہی کیونکہ ہر کیفیت دور ودراز کی اور ہر چھپی چیز کل بے رعایت کرنے اسباب ظاہری کے ہمیشہ خبر دیا کرتے تو عوام اس زمانے کے جو عہد جاہلیت سے نزدیک تھے اور خوگر تھے علم غیب کے نسبت ارواح وغیرہ طرف کرنے سے کہین حضرت کو بھی عالم الغیب نجانین اور شرک مین نہ پڑین کیا تجھے معلوم نہین کہ حضرت عمر نے ابو ہریرہ کو سنانے سے مژدہ جانفزای من قال لا اله الا الله دخل الجنة کی کس زور شور سے ایسی ہی وجہ سے منع کئے تھے ایسی ہی مصلحتوں کے واسطے دور کی خبران جانکے انکے جان کے سے بچتے تھے اور اسکے علاوہ حکم چھپا رکھنے کا بھی ہوا تھا اور کبھو کبھو کسی مصلحت کے واسطے دور کی کوئی خبر بے سبب ظاہری کے بھی بولا کرتے تھے کیا تو جانتا نہین کہ رب العزت اگرچہ دانا بینا سارے جزئیات وکلیات کا انکے ہونیکے پہلے سے ہی تسپر فرشتونکو مقرر کیا ہی اعمال بندگونکے اپنے حضور مین عرض کرنے اور ایکبار سرور عالم سید المرسلین امت کے واسطے گریہ کئے تو رب العزت نے جان بوجھہ کے اپنے بریدہ خاص یعنی جبرئیل کے واسطے سے پوچھا بھیجا ما یبکیک یعنی کیا چیز تجھے رونی مین لائی اس سے یہ لازم نہین آیا کہ رب العزت کو ان باتونکا علم نہو العیاذ باللہ اور وہ بات جو بعضے شرحون مین حدیث کے لکھے ہین کہ بعضو نے عوام صحابہ سے بعد نقل کرنے حضرت کے اس دار دنیا سے اس خطاب کو جو السلام علیک

ایھا النبی مین ہی التحیات مین سو السلام علی النبی کے سات بدل ڈالے تھے سو یہ کام انکے
خطاے اجتہادی سے ہو گا کیونکہ ندا کرنا او خطاب کسی میت کو ہو یا کسی غایب کو تعبد کے
راہ سے بالاتفاق روا ہی پھر حضرت کو تو بطریق اولی روا ہو گا اور السلام علیک ایھا النبی
مین جو خطاب ہی سو سننے والے ابی یا اس خطاب کا علم رکھنے والے کو ہی اگر یہ بات
اسوقت انکو معلوم نہ ہو تو بارے یہ سمجھنا تھا کہ تعبدی ہی پھر اسکو بدلا ڈالنا خطا انکی وہ تھا
ہو تو پھر کیا ہی اسیواسطے کوئی ایک امام کوی ایک مجتہد کوی ایک محدث فقیہ انکے سے گئے
کو دستاویز نہیں کیا یہہ تمام بیان سید المرسلین کے وسعت علم کا تھا لیکن سننا حضرت
کا آوازکو سبکے جو حضرت پر درود کو دور سے درود یا سلام بھیجتا ہی سو ابن حجر مکی حضرت کے
وسعت سمع کے دلیلین پر واقف ہونیکے پہلے شرح ہمزیہ مین کہا من صلی وسلم علیہ عند
قبرہ سمعہ سماعا حقیقیا ویرد علیہ من غیر واسطۃ وان صلی
وسلم علیہ من بعید لا یسمعہ الا بواسطۃ ملک یعنے جو کوی درود بھیجے
یا سلام کرے حضرت پر قبر شریف کے پاس تو اپنے کان سے سنتے ہین اور اسکا جواب
دیتے ہین بے واسطہ کسی فرشتے کے اور اگر درود بھیجے یا سلام کرے آپ پر دور سے
تو سنتے نہیں اسکے آوازکو مگر واسطے سے فرشتے کے اور کہا اس بات مین حدیثین
آئی ہین از انجملہ یہہ حدیث ہی من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی
نائیا ای بعیدا وکل اللہ بہ ملکا یبلغنی یعنے جو کوی درود بھیجے میرے قبر پاس

منشی کے حضرتین

تو مین اسکو سن لیتا ہون اور جو کوئی درود بہیجے میرے پر دور سے تو اللہ نے فرشتے
کو مقرر کیا ہی سو لا بہیجتا ہی میرے تئین لیکن جب دلایل دور سے بہی سننے پر حضرت کے درود
وسلام کو پای تب لکھا حسن توسل مین الادب للمسلم والداعی والمستشفع
الاقتصار فی صوتہ فانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یسمعہ وان اسرّ و
ان کان وان بعد یعنے ہر مسلمان کے حق مین ہر راعی کے اور ہر سفارش چاہنے والے
کے حق مین ادب یہ ہی کہ پست کرے آواز کو اپنے کیونکہ سید المرسلین سنتے ہین اس
مسلمانکے اور پکارنیوالے کے اور سفارش چاہنے والیکے آواز کو اگرچہ منہہ مین کہے اور دیکھتے
مین انمین سے ہر ایک کو اگرچہ دور رہے اب جانیو کہ لفظ مسلمان کا شامل ہی دور والیکو نزدیکے والیکو
زایر کو غیر زایر کو اور بعد کا لفظ بہی مطلق ہی یعنے پکارنیوالا حضرت کو اور درود بہیجنے والا
آپ پر اور سفارش چاہنے والا آپ سے بہت دور رہے یا نزدیک تو ایہہ سنا حضرت کا آواز
کو ہر پکارنیوالے کے سید المرسلین کو اور شفاعت چاہنے والیکے سید المرسلین سے اور دیکھنا
حضرت کا انکو دور رہین یا نزدیک اس قول سے ابن حجر مکی کے ظاہر ہوتا ہی پہر یہی بات معتبر
ہی در کتاب الصلات والبشر فی الصلوۃ علی سید البشر کی کتاب مین طبرانی کی حدیث ذکر کیا
ہی سو تو اسمین صاف ہی کہ سید المرسلین سنتے ہین آواز کو درود بہیجنے والے کے جہان کہین
بہی رہے اور لفظ اس حدیث کے یہ ہین لیس من عبد یصلی علیّ الا بلغنی صوتہ
حیث کان یہہ حدیث نص صریح ہی حضرت کے سننے پر آواز کو درود بہیجنے والیکے

وہ لکھیں بھی ہو لیکن حدیث من صلی علی عند قبری کی نص صریح نہین ہے سننے
پر حضرت کے دور سے بلکہ اسمین یہہ احتمال ہی کہ فرشتے کو دور والونکے درود وسلام پہنچانے
واسطے مقرر کرنے سے غرض یہہ ہو سکے کہ شرف اور عظمت حضرت کی ظاہر ہونا فرشتون
اور پیغمبرون مین جیسا کلام اور اعمال امت کے ہر روز دو بار صبح و شام حضور مین حضرت
کے پہنچانے فرشتے مقرر ہوئے ہین اگرچہ وسعت علم حضرت کا محتاج پہنچانیکا نہین
جیسا تفصیل اور تحقیق حضرت کے وسعت علم کی پہلے ہی معلوم ہو چکی ہی اور جس صورت
مین معترض کے قول کو مسلم رکہین اور حدیث سے طبرانی کے قطع نظر کرین تو یہہ کہا جاتا ہی
کہ جاننا ایک چیز ہی سننا ایک اور چیز انتفا ہے وسعت سماعت کے انتفا وسعت علم کا نہین لازم آتا اور
جاننا حضرت کا سب کاینات کو حدیثون اور مجتہدین اور محدثین کے قولونسے ثابت ہو چکا
پھر نہ سننے حضرت کے اس چیز کو جو وقوع کے پہلے معلوم ہو چکی ہو کیا خلل حالانکہ سننا
حضرت کا آواز کو درود بھیجنے والے کے حدیث سے بھی ثابت ہو چکا ہی پھر بولنا اس مقصد
مین دیندار یکلے لایق نہین تیسرا سوال سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قبر شریف
مین جیتے ہین جیسا دنیا مین تھے یا نہین اور جسم شریف مین لہو گوشت پوست ہاڑ تراوت تازگی
جیسے دنیا مین تھی ویسی باقی ہین یا اب جیسے ہمین تغیر آگیا اور جسم شریف قابل مٹی مین ملنے کے
ہو گیا کیا جیسا تقویۃ الایمان کے ایک سے چوبیسوین صفحے پر قیس ابن سعد کے حدیث کے
تحت مین ایک فایدہ ذکر کیا ہی سو اسمین لکھتا ہی **ف** یعنے جب مین بھی ایکدن مر کر مٹی مین

تیسرا سوال

ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوں انتہی اور حکم سید المرسلین کے حیات حقیقی کے انکار کا کیا ہی اور حکم اُسکا جو حضور کو مٹی میں ملنے والے ہیں کہنے والے کا کیا ہی اور حضرت پر بہتان باندھنے والے کا حکم کیا ہی اور حضرت اپنے قبر شریف میں دو جہان میں تصرف کرنے اللہ کے طرف سے حکم دیئے گئے ہیں کہ نہیں **جواب تیسرے سوال کا** جاننا چاہئے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قبر شریف میں جیتے ہیں جیسا حضرت عیسی آسمان پر جیتے ہیں اور جسم شریف میں لہو گوشت پوست ہات تراوت تازگی جیسا دنیا میں تھی ویسی ہی اب بھی باقی ہیں اور جس شکل پر حضرت دنیا میں تھے اسی شکل پر باقی ہیں اور حضرت کے حواس ظاہری اور باطنی جیسے کے تھے بلکہ کمالیت کے سات اب ہی باقی ہیں اور جہان چاہے وہان جاؤ اور دو جہان میں تصرف کرنے آپ کو حکم ہو چکا ہی جیسا حافظ سیوطی تنویر الحلک میں کہتے ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حی بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وھو بھیئتہ التی کان علیھا قبل وفاتہ لم یتبدل منہ شیء یعنے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیتے ہیں اپنے جسم اور جان کے سات اور تصرف کرتے ہیں اور پھرتے ہیں ملک اور ملکوت میں اور آپ اسی شکل پر ہیں جس شکل پر وفات کے آگے تھے اور کوئی چیز جسم شریف سے بدل نہیں گئی اور دوسری پیغمبرونکا حکم بھی یہی ہے جیسا امام سیوطی بھی تنویر الحلک میں لکھے ہیں واذن لھم ای الانبیاء فی الخروج من قبورھم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی یعنے حکم دیا ہی اللہ نے پیغمبرونکو اپنے اپنے

پر سے نکلنے اور تصرف کرنے ملکوت علوی اور سفلی میں اور بھی حافظ سیوطی انتباہ الاذکیا
بحیات الانبیا کے رسالے میں کہا ان حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قبرہ وحیاۃ
سائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلۃ القطعیۃ
فی ذلک وتواترت بہ الاخبار یعنی حاصل معنی کا یہ ہی کہ جیتے رہنا ہمارے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا اپنے قبر میں اور جیتے رہنا باقی کے سارے پیغمبروں کا یقینی دلیلوں سے اور متواتر اخبار
ہمکو معلوم ہو چکا ہی انمیں سے ایک حدیث یہ ہی الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون اور
انمیں سے دوسری حدیث یہ ہی حرم اللہ علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء
اور روایت کیا زبیر ابن بکار نے اخبار مدینہ میں سعید ابن المسیب سے کہ کہا اسنے جن
دنوں یزید نے مدینہ منورہ کو اجاڑا اور اسکی حرمت توڑنے لشکر بھیجا تھا اور لوگ سب مدینہ
کے بستی چھوڑ نکل گئے اور نماز اذان مسجد نبوی میں موقوف ہو گئی ان دنون جب تک اس لشکر
کا فساد باقی تھا ہمیشہ سنا کرتا تھا میں قبر شریف سے آواز اذان کا اور اقامت کا یہان
تک کہ لوگ پھر کر آئے اپنے اپنے مکانونکو اور نقل کیا امام سبکی نے اپنے طبقات میں ابن فورک
سے کہ سید المرسلین اپنے قبر شریف میں زندہ ہین جان وتن کر ساتھ دنیا میں جیسے سرکار
اور باقی ہیں اور ہمیشہ باقی رہینگے جسم شریف میں نشانیاں حیات کے جیسا کہ تھا
اور نماز پڑھنا اذان اور اقامت کے ساتھ اور تلاوت کرنا قرآن کی اور جواب سلام کا
دینا اور خوش اور ناخوش ہونا اور باقی رہنا لہو کا بدن شریف میں اور بہوت کا اور

گگنا نہ سترنا کوئی ایک جز کا اجزا سے جسد شریف کے جیسے دنیا میں تھے اور صاحب تلخیص کہا
کہ ترکہ سید المرسلین کا بعد انتقال کے باقی رہا ملک میں حضرت کے اسیو اسیطے خرچ کرتے تھے
اُس سے ابو بکر صدیق حضرت کے حقدارون ہی پر جیسے اہل وعیال او رخادمان اور اسباب سے ظاہر ہوتا
ہی کہ دنیا کے بعضے احکام میں بھی حضرت کے حیاۃ کو علاقہ ہی اور حضرت کے بی بیونکا نکاح بعد انتقال
فرمانی حضرت کے دوسرونکے ساتھ جائز نہونیکے بہی ایک وجہ ہی کہ حضرت دنیا میں جیتے تھے مگر اب بھی
اس عالم میں اسیطرح جیتے ہیں جیسا کوئی شخص اپنے لوگونسے بچھڑ دور ہوگیا اور کسی کے ملک مرنے کے سبب
اسکی ملاقات سے نکلنی دائمی موت چاہئی نہ آئی موت اور حضرت کو لاحق ہوی سو موت آئی تھی نہ دائمی
لیکن بے پروا کیا ہی اللہ نے آپ کو غذای حسی سے جیسا فرشتون کو اور وہان رزق بھیجتا تھا
آپکو معارف ربانیہ و کرامات رحمانیہ سے لائق آپکے مقام کے انتہی لیکن تسپر احکام اس عالم کے اور ہین اور
احکام اس عالم کے اور تھے جیسا احکام ایک شخص کے نماز کی حالت میں اور ہین اور غیر نماز کے حالت مین احکام اسی شخص
کے اور ہین جیسا غیر نماز مین دوستونسے بات چیت کرتا تھا اور کوی پکاری تو جواب دیتا تھا
اور کوی شخص مشورت پوچھے تو مشورۃ دیتا تھا اور وعظ بولتا تھا اور مانند اسکے کام کرتا
تھا اور وہی شخص جب نماز مین رہتا ہی کسی سے بات کرتا نہ کسی کے پکارنے کا جواب دیتا نہ
مشورۃ بولتا نہ وعظ نہ مانند اسکے کوی کام کرتا اگرچہ ایک ہی شخص لیکن ایک ہی عالم لیکن حالت
کے بدلنے سے احکام بدل گئے ہین اس سے کچھ لازم نہین آیا کہ وہ شخص نماز کے حالت مین زندہ
نہ تھے پہر عالم ہی بدل جانے سے احکام بدل جانا ضرور ہوا تسپر بعضے وقتون مین دنیا مین کرنیکے کام

بھی کئے ہین جیسا کسی کے پکارنیکا جواب دئیے ہین اور بعضونکو حکم احکام بھی کئے ہین اور جب چاہے کہین تشریف
فرما ہوئے ہین اور زمانہ اُسکے اور کام بھی کئے ہین اور مجر بسط و حیات انبیا کا بیان تفصیلوار دلایل کے
ساتھ فوز العظیم فی مناقب رسول کریم مین جو دس سال کے پہلے بنا چکا ہی لکھا اور حدیقۂ اعظم
فی خصایص شفیع امم مین بھی بیان کیا اور خلاصہ اُن دونو رسالونکا عقاید شریفہ مین جو اٹھانوین
سن مین منظوم ہوی اور تین بار چھاپے گئی ہی سو بھی بیان کیا ہون چنانچہ وہ ابیات یہہ ہین ع ہی
زندہ قبر مین اپنے پیمبر ؛ ہی جیتا جسطرح عیسی فلک پر ؛ معارف ذکر وہان اُسکی غذا ہی ؛ ملک
کی جون غذا یادخدا ہی ؛ تلاوت تازگی خون ای گرامی ؛ ہین باقی جسم مین اُسکے تمامی ؛ حواس
ظاہری اور باطنی سب ؛ کمالیت کے ساتھ اُسمین ہین اب ؛ نمازین وہ پڑھے ہی قبر اندر ؛ اذان
دیوی ہی بیشک وہ پیمبر ؛ اُنکے پیچھے پڑھے قرآن وہ بھی ؛ کہا سبکی نے ایسا ہی بھائی ؛
ہوی ایک آن کی موت اُسپر طاری ؛ ہوا پھر زندہ بعد دفن جلدی ؛ لہذا عدت اُسکے
بی بیون پر ؛ نہین لازم ہوی ہی ای برادر ؛ نہ تا ترکا نہ شہ کا ایک رتی ؛ پھر اسی کے واسطے
ہی وارثون پر ؛ ضرور اُن چیزونکو ہی موت دایم ؛ نہ آئی موت ہی وہ ہین یہ قایم ؛ یونہی ہی در
مواہب و شفائین ؛ ہی تنویر الحلک مین بھی لا مین ؛ الحاصل حسب دلایل قطعیہ سے ثابت ہوا کہ سید
المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قبر شریف مین جیتے ہین جان و تن کے ساتھ جیسا عیسے
جیتے ہین پھر اگر کوی گمراہ عقیدہ رکھے اسبات کا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یا اور کوی
ایک پیغمبر اپنے قبر مین بالفعل مٹی ہوگئے ہین یا مٹی ہو ملے ہین تو اجماع امت سے کافر ہو جائیگا

العیاذ باللہ اور بری بات ہی کہنا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مر کر مٹی مین ملنے والے
ہین کیونکہ مٹی مین ملنا صاف ہی بالفعل خاک ہونے مین یا ائندہ ہونے والے ہو کیونکہ جب تک کوئی چیز خاک
نہین ہو کر خاک ہونیوالی یا چور چور ہو کے مٹی مین گر بر ہو جانے والی نہو تب تک کسی چیز کو مٹی مین ملنے والی نہ کہینگے
جیسا شکر پانی مین ڈالدینے پہ تھوڑے وقت کے پیچھے کہہ سکتے ہین کہ شکر پانی مین مل گئی یا پانی مین
ڈالنے کے پہلے کہہ سکتے ہین کہ شکر پانی مین ملنے والی ہی یعنی قابل اسبات کے ہی کہ پانی مین پڑی تو
پانی مین ملکر اسکے ہمرنگ ہو جاوے بخلاف لعل کے مثلاً نہ پانی مین ڈالنے کے پہلے کہہ سکتے ہین کہ لعل پانی مین
ملنے والا ہی نہ پانی مین ڈالنے کے پیچھے کہہ سکتے ہین کہ لعل پانی مین مل گیا اگرچہ برسون اسکا پانی مین ڈوب
رہے پھر جسم شریف حضرت کا وحی ربانی کے رو سے نہ خاک ہونیوالا ہی نہ چور چور ہو کے خاک مین ملنے
والا ہی بلکہ جسم شریف مین اور خاک مین کپڑا حایل ہی سو بدن مبارک کو خاک بھی نہ لگی
ہوگی پھر کسی معنے کی رو سے جسم شریف کو مٹی مین ملنیوالا نکہا چاہیے بلکہ خاک آلود بھی نکہہ سکینگے جیسا کسی
ایک کوٹھری مین دروازہ باندہ کے بچھانے پر سو رہا یا چکنا رہا تو اسکو مٹی مین ملگیا نکہہ سکینگے جیسا اصحاب
کہف ایک مدت سے غار مین سو رہے ہین کوئی عقل والا انکو مٹی مین ملگئے نکہیگا پھر جب جسم شریف سید
المرسلین کا نہ خاک ہو جانیوالا ہی نہ چور چور ہو کر مٹی مین گر بر ہونیوالا ہی پھر اس جسم مقدس طرف ان دونو
صفتون مین سے ایک صفت کو منسوب کرنا مسلمان کو لائق نہین حیاۃ الحیوان مین کہا وہما لعزیہ
الفقہاء الحجاج انہ رای الناس یطوفون حول حجرۃ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم قال انما یطوفون باعواد ورمۃ قلت وانما کفروہ

بهذا الان فی هذا الکلام تکذیب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم
انه قال ان الله تعالی حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء اخرجه
ابو داود یعنی ان سمجھو نے جنسے فقہا ودن نے تکفیر حجاج بن یوسف کی کیئے ہین یہہ ہی کہ اُسنے
دیکھا لوگونکو حجرۂ شریف کے آس پاس گھومتے ہوئے سو کہا وے گھومتے ہین آس پاس مٹی اور لکڑی کے
اسب حیواۃ الحیوان والاہتدا ہی کہ مین کہتا ہون اسباب سے اسکی تکفیر کیئے سو سبب یہہ ہی کہ اس سبا
مین جھٹلانا پایا گیا سید المرسلین کا کیونکہ آپ نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نے حرام کر دیا ہی زمین پر
پیغمبرونکے اجساد کو کہانے ذکر کیا اس حدیث کو ابو داود نے اب یہان انصاف کیا چاہیئے کہ
یہہ بات حجاج کے حضرت کا جسم شریف خاک ہو جانے مین صاف نہین کیونکہ مراد اسکی یہہ ہی ہو سکتی
ہی کہ وہ لوگ حجرہ شریف کے آس پاس گھومتے تھے اور حجرہ تو مٹی اور لکڑی سے بنایا گیا ہی سو
اسی ارادے سے کہا ہوگا لیکن جب اس احتمال کے ساتھ جسم شریف خاک ہو جانیکا بھی ارادہ ہو
سکتا سو تکفیر اسکی کر دئے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت کے حق مین برے احتمال کی بات کرنا بھی کفر
ہی یہہ حضرت کو مر کر مٹی مین ملنے والے بولنا البتہ سخت بری بات ہی اگرچہ بولنے والا کسی ارادے
سے کہا ہو اور ایسا برا کلمہ بولنے کی ضرورت ہی نتھی کیونکہ اس حدیث کے شرح مین محدثین جیسا خلاصہ
اس حدیث کا نکال کے لکھ گئے ہین ویسا ہی لکھتا تو کیا برا تھا جیسا حافظ نور الدین سمہودی نے
مشکاۃ کے حاشیہ مین اسی حدیث کی شرح مین کہا وفیه ارشاد واشارۃ الی ان المیت
لیس مستحقا للسجود والعبادۃ بل المستحق للمعبودیة والمسجودیة هو الله

الواحد القدیم الی آخرہا قال یعنے اس حدیث مین اشارہ ہی اس بات طرف کہ جو ممکن ہی سزاوار
سجدہ اور عبادت لینے کے نہین ہی بلکہ سزاوار معبود ہونے او سجدہ لینے کے وہی ایک اللہ قدیم ہی
انتھی پھر اس سے اسطرح لکھتا تو کیا برا تھا یا فقط یون کہتا کہ مین مرنے والا ہون جو مرنیوالا ہی لائق سجدہ
لینے کے نہین تو بھی بس تھا اور علاوہ اس برائی کے یہ ہی جو حضرت پر بہتان باندہا حضرت کب
فرمایا کہ مین مرکر مٹی مین ملنے والا ہون حضرت نے قیس ابن سعد سے جب انہو نے حضرت کو سجدہ کرنیکی آرزو
بیان کی تو انہی سے فرمایا ارأیت لو مررت بقبری الکنت تسجد له فقلت لا فقال
لا تفعلوا یعنے خبر دے مجھے اگر گذر کریگا تو میرے قبر پر تو کیا اسکو سجدہ کریگا تو کہا سعد نے نہین تو فرمایا
مت سجدہ کرو پھر اس حدیث کے تحت مین حضرت کے طرف سے جو لکھا فایدہ یعنے مین مرکر مٹی مین ملنے والا ہون
تو کب سجدے کے لائق ہون یہ حضرت پر افترا ہی حضرت نے فرمایا سو تو معلوم ہوچکا پھر اس زیادتی مکروہ کو
حضرت طرف منسوب کرنا سراسر خطا ہی اور افترا کرنا حضرت پر اچھے کام مین بوجہ احسن بھی حرام
ہی بسبب وعید کے جو اس مین ہی جیسا احادیث متواترہ مین ہی من کذب علیّ متعمدا فلیتبوء
مقعده من النار اور بری کام مین بطور اولی تو کسقدر برا ہوگا سو سب پر ظاہر ہی
اور بعضے بے سمجھ اس عبارت کی تاویل مین لکھتے ہین کہ مراد لفظ ملنے سے جو اس عبارت مین واقع ہوا
ہی ملاقات کرنا ہی یعنے مین مٹی مین ملاقات کرنیوالا ہون افسوس ہی کہ وے لوگ اتنا نہ سمجھے کہ وہ
مراد ہوتی تو صاحب عبارت ایسا کہا ہوتا کہ مین مٹی سے ملنے والا ہون نہ مٹی مین ملنے والا ان لوگون
کو کیا ہند کے محاورات بھی خبر نہین یا اس سے تجاہل کر کے بات بنا جاتے ہین لیکن کچھ بنتی نہین اور

مٹی مین ملنا ہندی محاورے مین تباہ ہونے خراب ہونیکو کہتے ہین اور آج کوئی ان بڑہی مٹی سے ملاقات
کرنیکی معنی سے کسی کو مٹی مین ملنے والا نہ کہا علم والا نوکا ہی کو کہا ہوگا اور سوائے اسکے آدمی جبے
تلک مٹی پر چلتا بیٹھتا اور مٹی کے دیوارونکی کو ٹھری مین دروازہ باندھ کے سوئی ہنا اور چلت پھرتا
غارمین بھی جاچھپتا تسپر اسکو مٹی سے ملاقات حاصل نہ ہوئی سو اسلئے مرنیکے پیچھے اسکو مٹی سے ملا
لیا بولنا صرف نادانی ہی ہان خاک ہونیکے یا چور چور ہوکے خاک مین ملجانیکے معنی سے کسی
ہونوالے یا سرگل کر مٹی مین ملنے والے کو کہے تو ہو سکے حضرت کی جناب تو ایسے بالکل
پاک ہی اللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم تنبیہ جاننا چاہئے کہ جیسا حضرت
مین قدرت رکھتے تھے تصرف کرنے پر ویسا ہی قدرت رکھنا سید المرسلین کا تصرف کرنے پر
قبر مین بھی ثابت ہی دلیلوں سے جیسا تنویر الحلک سے جو بنا یا ہوا حافظ سیوطی کا ہے
ہی معلوم ہوچکا جو کہا اذن لہم فی الخروج من قبورہم والتصرف فی الملکوت
العلوی والسفلی اور دوسرے مقام مین اسی رسالے سے کہا ان النبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم حی بجسدہ وروحہ وانہ متصرف ویسیر فی اقطار الارض
فی الملکوت بلکہ اللہ نے حضرت کو اپنے کارخانے مین اتنا اختیار دیا ہی کہ اسکی بخشش
کے خزانے مین سے جسکو جسقدر مناسب جانے دیوے جسکو مناسب نجانے نہ دیوے
جیسا لولوء المطہر مین اسبات کو صاف صاف لکھدیا جو کہا انہ صلی اللہ علیہ وآلہ و
سلم خلیفۃ اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیہ

والمرتبة یعطی منها من یشاء ویمنع منها من یشاء یعنے سید المرسلین
خلیفۂ اعظم ہین پروردگار کے جسکے ہاتہمین کردیا ہی اللہ نے اپنے کرم کے خزانیون کو
اور اپنے نعمتون کے موائد کو سو دیتے ہین حضرت انمین سے جسکو چاہتے ہین اور نہین دیتے جسکو نہین
چاہتے اور دوسری دلیل حضرت کو مختار کرنے پر یہہ ہی جو امام سیوطی نے خصایص کے رسالے
مین ذکر کیا ہی چنانچہ عبارت اسکی یہہ ہی کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقطع
الاراضی قبل فتحها لان اللہ تعالی ملکه الارض کلها وانه صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کان یقطع اراضی الجنة فاراضی الدنیا اولی یعنے آنحضرت
زمین کے ٹکڑے ٹکڑے لوگون پر بانٹ دیتے تھے اس طور سے کہ یہہ ٹکڑا فلانیکے حصے مین یہہ ٹکڑا فلانے
کے حصے مین زمین کو فتح کرنے سے پہلے کیونکہ اللہ تعالی آپ کو مالک کردیا تھا ساری زمین کا
اور آنحضرت جنت کے زمین کو بہی ٹکڑے ٹکڑے بانٹ دیتے تھے پہر بانٹ دینا دنیا کے زمین کو بطریق
اولی ہوسکے اور یہہ بہی دلیل اسی بات پر ہوسکتی ہی کہ جب حضرت کے بعضے پیرون کو برکت
سے آپ کے پیروی سے قبر مین تصرف کرنے پر قدرت اللہ کے فضل سے ملی ہو پہر سید المرسلین
کو جو انکے متبوع ہین کسقدر قدرت تصرف پر ہوگے جیسا انکی قدرت کا بیان تصرف کرنے پر دوسرین
سوال کے جواب مین آیگا اور یہہ بہی جاننا چاہئے کہ دو جہان مین تصرف کرنے پر کسی کو مختار کرنے سے
خدای کو کچھہ عیب لگتا ہی کیا تجھے معلوم نہین کہ اس عالم اجسام مین جو چاہے سو کرنے کا اختیار جزئی
ہر آدمی کو دیا ہی جس اختیار کے سبب انکو ثواب بہی دیتا ہی اور عقاب بہی کرتا ہی اور اس اختیار

سے خدائی مین کچھ نقصان نہین آیا پھر دوسرا عالم بھی ایسا ہی ہی مگر فرق اتنا ہی کہ اس عالم مین
جن و بشر کو اختیار دیا ہی اس عالم مین تصرف کرنے مخصوص بندونکو اختیار دیا ہی کل بندونکو
اور اہل کشف اور باطن والونکے پاس ہر قطب مدار اور ولی کامل اپنے اختیار سے تصرف کرتا ہی جیسا
امام یافعی بعضی اقطاب کے حق مین خلاصۃ المفاخر اور تکملہ وغیرہ مین لکھتے ہین ہم قادرون علی التصرف
پھر اگر کسی قطب سے یا ولی سے خلاف مرضی مولا تعالی کے کچھ تصرف وقوع مین آجاوے تو پھیر کر
دیگر ہوتی ہی لیکن یہ اختیار و قدرت انکو اللہ ہی نے دیا ہی پھر اسکے ارادے کے موافق ہی ولی سے
تصرف ظاہر ہوتا ہی جیسا اس عالم مین عموماً بندگونسے جو کام صادر ہوتے ہین موافق ارادے الٰہی تعالی
کے پھر انبیا اولیا کو تصرف کرنے پر قدرت نہین ہی بولنا بیجا ہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

سوال ہر فیض جو جناب الٰہی سے ہر کسی کو پہنچتا ہی سو حضرت ہی کے وساطت سے
اور آپ ہی کے مبارک ہات سے پہنچتا ہی کہ نہین **جواب** جو تمہے سوال کا جو خیر ہم
عدم سے عرصۂ وجود مین جلوہ گر ہوتی اور ظہور مین آتی ہی سو حضرت ہی کے وساطت سے ہوا اور
ہر فیض وجود کا اور رزق اور طاعت اور علم و عرفان کا جو جناب الٰہی سے ہر کسی کو پہنچتا ہی سو
حضرت ہی کے ہات پر پہنچتا ہی کیونکہ حضرت نے خلیفہ اعظم ہین اللہ کے اسکے سب شیونات کے ظہور
مین اور اس بات طرف اشارہ ہی اس حدیث صحیح مین انما انا مبلغ اللہ یہدی انما انا قاسم
اللہ یعطی ذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر یعنے نہین ہون مین مگر احکام کو پہنچانے
والا اللہ ہدایت دیتا ہی جسکو چاہا اور نہین ہون مین مگر بانٹنے والا رزق وغیرہ کا اور اللہ تعالی نے

دیتا ہی اور اصول کا اتفاقی قاعدہ ہی کہ اعتبار لفظ کے عام ہونیکو ہی نہ سبب کے خاص ہونیکو
پھر لفظ قاسم کا جو عام ہی سو ہر چیز کے بانٹنے والے پر صادق آتا ہی اسی واسطے اکابر
محدثین مجتہدین داہل اصول لفظ قاسم کے عام ہونیپر اور اصول کے قاعدے پر نظر کرتے
ہوئے ہر فیض الٰہی کے بانٹنے والے حضرت ہی کو ٹھہرا کر اپنے اپنے کتابوں میں اس بات کو صاف صاف
لکھہ دیئے ہیں لیکن بعضے صاحبان اصول کے اسی قاعدے کو بند کر کے بتونکی شفاعت کے مقدمے
میں جو آیتیں اُتری ہیں انکو مومنونکی شفاعت کے مقدمہ میں لے آتے لیکن سید البشر کی عمدہ فضیلت
ثابت کرنے کے مقدمہ میں اس عام ہونے سے چشم پوشی کر کے سبب کے خاص ہونیکو اعتبار کر کے کہتے کہ یہہ حدیث
غنیمت کا مال بانٹنے کے مقدمہ میں آئی ہی اسکو عام نہ لیا جائے العیاذ باللہ اور یہہ بھی جانیو کہ سوائے
اس حدیث کے اور ایک حدیث متفق علیہ مشکوٰۃ میں ہی سو نہ غنیمت کے بانٹنے میں آئی نہ اور کوئی سبب خاص
میں وارد ہوئی بلکہ مطلق آئی ہی سو وہ حدیث یہہ ہی من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین وانما انا قاسم
واللہ یعطی شیخ المحدثین عبد الحق دہلوی اس حدیث کے ترجمہ میں لکھے ہیں سو عبارت یہہ ہی کسیکہ میخواہد خدا تعالیٰ بوی
نیکی فقیہہ میگرداند اورا در دین وفہم وزیرکی و دانائی می بخشند و نیستم من مگر قسمت کنندہ و خدا
میدہد مر اینچہ میخواہد از فقہ وغیرہ انتہی و اہل کشوف صادقہ بھی تصریح کئے ہیں
اسی بات کی کہ رزق وغیرہ حضرت ہی کے ہاتھہ پر تقسیم پاتا ہی اور اکابر محدثین وفقہا نے
بھی اس مقدمہ کو صاف صاف لکھہ دیئے ہیں لیکن اختصار کے واسطے چند محدثین
کے قول یہان ذکر کرتا ہوں از انجملہ قول خاتم المجتہدین ابن حجر مکی کا ہی جو شرح ہمزیہ میں

ذکر کیا ہی اور قول صحیح ہی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھو الخلیفۃ الاعظم عن اللہ تعالی فی جمیع شیونہ الالٰہیۃ فی مقام قسمۃ الارزاق والعلوم والمعارف والطاعات ومن ثم قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الحدیث الصحیح ایضا انما انا قاسم واللہ یعطی ولاجل ھذا عدوا من خصایصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ اعطی مفاتیح الخزاین لیخرج لھم بقدر ما یطلبون ای بلسان الاستعداد فکلما ظھر فی ھذا العالم انما یعطیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذی بیدہ المفاتیح یعنے مقرر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے خلیفہ ہیں اللہ کے اسکے شیونات اور قابلیتوں کو عطا کرنے میں خصوصا رزق اور علوم اور معرفت اور طاعت کو بانٹتے ہیں خلایق پر اسی واسطے فرمایا حضرت نے جیسا صحیح حدیث میں آیا ہی کہ نہیں ہوں میں مگر بانٹنے والا اور دینے والا اللہ ہی ہی اور اسی واسطے گنے ہیں عالمو نے حضرت کے خصیصوں میں اس بات کو کہ کنجیاں خزاین الٰہیہ کے آپ ہی کے حوالے ہیں تا خزاین الٰہیہ سے نکالے بندوں کے واسطے جسقدر روے مانگتے ہیں قابلیت حوصلے کی زبان سے پھر جو ہیں عالم میں ظاہر ہوتی ہی سو اسکو حضرت ہی دیتے ہیں جنکے ہات خزاین الٰہیہ کے کنجیاں ہیں اور لکھا ہی المطھم من الجوھر المنظم میں کہا انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفۃ اللہ الاعظم الذی جعل خزاین کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیہ وارادتہ یعطی منھما من یشاء ویمنع منھما من یشاء اس سے معلوم ہوا دینے نہ دینے میں حضرت کے مشیت کو بھی دخل ہی

گو کہ مجاز کے راہ سے ہو چنانچہ ایک حدیث میں اسبات کی طرف اشارہ ہو سکتا ہی کہ فرمایا حضرت نے
قل ماشاء اللّٰہ ثم شئت یعنے کہہ اللہ چاہے سو اور بعد اسکے آپ چاہے سو اور منع جو ہی سو فقط
آپ ہی چاہے سو ہوتا ہی بولنے سے ہی اور خطیب قسطلانی مواہب اللدنیہ میں کہا انہ اعطی مفاتیح
الخزاین قال بعضہم ای خزاین اجناس العالم لیخرج لہم بقدر ما یطلبونہ
لذواتہم فکل ما ظہر من رزق العالم فان الاسم الالہی لا یعطیہ الا عن محمد صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم الذی بیدہ مفاتیح الغیب فلا یعلمہا الا ہو واعطی ہذا
السید الکریم منزلۃ الاختصاص باعطائہ تعالی مفاتیح الخزاین
انتہی یعنے کنجیاں خزاین الٰہیہ کے حضرت ہی کے حوالے کی گئیں ہیں تا دیویں ان خزینوں سے بندوں کو جسقدر
قابلیت حوصلے کے زبان سے اپنے واسطے مانگتے ہیں پھر جسقدر رزق عالم کو پہنچتا ہی سو نہیں
دیتا ہی اسکو اسم الٰہی مگر واسطے سے ہمارے حضرت کے جنکے ہات میں کنجیاں ہیں اللہ کے
خزینوں کے سوا کنجیاں غیب کے اللہ ہی کے ہات ہیں سو کوئی جانتا نہیں انہیں ذات سے غیب کو
سوائے اللہ تعالی کے اور مخصوص کیا ہمارے حضرت کو کنجیاں خزینوں کے عطا کرنے سے آپ ہی کے حوالے
کر دیا خزینوں کے کنجیوں کو اور عارف ربانی ولی یزدانی ملک العلما مولانا ابو الفیاض نے مولانا روم
مثنوی کی شرح میں ایک عبارت سے اس مقدمہ کی طرف اشارہ کئے ہیں سو وہ عبارت یہ ہی
منت وی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر ہمہ عالم است ہیچ چیز در عالم پیدا نمیشود و ہیچ جنبش بعالم نمیرسد
مگر بے امداد وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے احسان حضرت کا تمامی عالم پر ہی کیونکہ کوئی چیز عالم میں

پیدا ہوتی نہین اور کوئی حرکت عالم مین نہین ہوتی ہی سوا آمد ذکر نے حضرت کے یعنی کوئی چیز بے
وساطت حضرت کے ظہور مین آتی نہین ای مسلمان بہائیو یہہ مقدمہ جو یہان لکھا گیا سو حدیثون سے
اور اکابر محدثون عالمون عارفون کے قولون سے ثابت ہو چکا اور آج تک کوئی شخص سنت جماعت
والونمین سے بلکہ رافضیون خارجیون سے بہی اس مقدمہ پر نہ انکار کیا نہ اعتراض بلکہ تمام کلمہ گویان
بسر و چشم اس مقدمہ کو مان لیتے آئی ہیہ اسوقت ایسے اتفاق بات پر کوئی اعتراض کرے یا اسکو نہ
مانی تو مجنا ہی اللہ کے ہات توفیق کی بات ہی اہل کتاب اپنے پیغمبرون کے حق مین ثابت نہین ہین سو
فضیلتان کتابون مین لکھتے اور انکو شہرت دیتے ہین ہم کلمہ گویون کو لائق نہین کہ حدیثون
محدثون کے اقوال سے ثابت ہوئی سو فضایل کو قبول نکرنا واللہ یہدی من یشاء اور خلاصہ
ان سب عبارتون کے مضمون کا فوز العظیم فی مناقب نبی الکریم کے کتاب مین دس بارہ سال کے پہلے
لکھہ چکا ہون اور حدیقہ اعظم فی خصایص شفیع امم کے رسالے مین بھی جو بارہ سے بیستون سن مین
بنائی گئی ہی اس بیانکو تفصیل وار لکھہ دیا ہون اور عقاید شرفیہ کے رسالے مین جو اٹھاونوین سن
مین منظوم کیا ہون اور تین بار چھاپے جاکے ملکونمین پہیل گئی سو بہی اُن سب رسالونکا خلاصہ بیان کیا
ہون سو وہ ابیات یہہ ہین ؎ خدا سے فیض لینے قابلیت : کسی مین نہین تھی جز ختم رسالت
لہذا برزخ جامع کیا ہی : اسی یک کو جو ختم انبیا ہی : پھر اُسنے فیض لے الرب مولا :
فراغو ہر کسی کے کرتا اعطا : خلیفہ رب کا ہی در عالم غیب : شیونات الہیہ مین بے ریب : خزینے
کے کیا کنجیان بہی سارے : اسے اپنے خلیفے کے حوالے : زبان قابلیت سے جو مانگا : اسی وہ

شے باذن اللہ بخشنا شفا اور علم و رزق و عقل و طاعت ان اسکے ہات یا تہین قسم
پوچھی ہی شرح ہمزیہ مین مذکور بھی لولوء المطہم مین ہی مسطور **پانچوان سوال** منصب شفاعت
کا حضرت ہی کو قیامت کے روز عطا کرنیکا وعدہ حضرت ہی سے اسی دنیا مین ہو چکا ہی جنا
کل اللہ کے اذن سے دروازہ شفاعت کا آپ ہی کھولینگے اور بخشائینگے ہم گنہگارونکی اپنی شفاعت
سے کروائینگے یا اذن دینا اللہ تعالے کا ہمارے ہی پیغمبر کو ہماری شفاعت کرنیکا امر شکی ہی
حضرت کو اذن دیگا یا اور جسکو چاہے اسکو اذن سے شفاعت کے سرفراز کریگا جیسے
تقویۃ الایمان مین کہتا ہی جسکو چاہی ہمارا شفیع کردے **جواب پانچوین سوال کا** جاننا
کہ اللہ نے شفاعت کا منصب کل عطا کرنیکا وعدہ اسی دنیا مین سید المرسلین سے ہی کر چکا ہی ا
حدیث صحیح اعطیت الشفاعۃ کے اسی پر دلالت کرتی ہی اور حدیث انس کی جسمین ہی کہا انس
سألت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یشفع لی یوم القیمۃ فقال انا فاعل
دلالت کرتی ہی اسبات پر کہ ہمارے پیغمبر سے اسی دنیا مین وعدہ قیامت کے روز شفاعت کر
یقیناً ہو چکا ہی اسواسطے حضرت انس نے کے جواب مین انا فاعل فرمائے اور اللہ نے خواہ نخواہ
وعدے کو جو حضرت سے کیا ہی کل وفا کریگا اور اللہ اپنے وعدے پر سچا ہی ان اللہ لا
یخلف المیعاد اور حقیقت مین قابلیت اس مقام اعلی مین کھڑے رہنیکے سوا سید المرسلین
کے اور کسی مین نہین اسواسطے بڑے بڑے الوالعزم آدم سے عیسی تک اس روز مارے ڈر کے
دہشت کے طاقت کھڑے رہنیکی نہ پاکے المتنویر آجاینگے اور صدا نفسی نفسی لا

اسئلک الیوم غیرھا کی بلند کرینگے مگر یک سید المرسلین سرور مولناک و زمین کمال شفقت سے یارب امتی امتی سلمھا و نجھا فرمائینگے جیسا امام قرطبی نے اپنے تذکرے مین اور امام غزالی کشف العلوم الآخرہ مین لکھے ہین سو انکے مضمون کا خلاصہ یہہ ہی جب روز قیامت کا ہوگا اکٹھے کریگا اللہ نے سب خلایق کو پھر فرشتے آینگے اور صفین باندہکے کھڑے رہینگے پھر فرمایگا اللہ نے جبرئیل سے لے آ دوزخ کو سو جبرئیل نے لاوے گے اسکو جب لوگونسے سو برس کے فاصلے پر رہینگے اسوقت یک نعرہ کرینگے جس سے دل لوگونکے ارجائینگے پھر بعد اسکے دوسری بار نعرہ کرینگے تو مقرب فرشتے اور انبیاے مرسلین سب کے سب مارے دہشت کے گھٹنون پر آجائینگے جب تیسری بار ہنکار کے دل لوگونکے گھبراہٹ سے حلقون تک پھنچیگے اور عقل و حواس جاتی رہینگی سو حضرت ابراہیم نے کہینگے یارب نجنی نفسی لا اسئلک الا نفسی یعنے ای رب میرے مین تجھسے مانگتا نہین کسی کے نجات سوا میرے ذات کے اور موسی کہینگے یارب نفسے ہمنا جاتی لا اسئلک الا نفسی و عیسی کہینگے یارب بما الرمتنی لا اسئلک الا لا اسئلک من مریم التی ولدتنی لیکن ایکہ سید المرسلین محبوب رب العالمین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو بھی کہینگے یارب امتی امتی لا اسئلک الیوم نفسی انما اسئلک امتی یعنے ای رب میرے مین آج کے روز تیرے سے میری نجات مانگتا نہین اور بھی مانگتا ہون کہ میری امت کو بچالے پھر قبول فرمایگا پروردگار انکے التماس کو اور کہیگا فوعزتی و جلالی لا قرن عینیک فی امتک یعنے سوگند ہی مجھے میرے عزت اور بزرگی کی البتہ

تیرے انکہین خنک کردونگا تیری امت کے باب مین پھر بعد اُسکے حضرت نے دوزخ کو پیچھے ہٹ جانے حکم فرمائیگے تو رب العزت دوزخ سے کہینگا اطاعت کر میرے محبوب کی اور وہان سے اسکے حکم کو پھر دوزخ ہٹ جائیگی تب سب لوگون کی دلونسے دہشت اور ہول کم ہو جائیگا اور سارے خلایق ہمارے پیغمبر کے ممنون منت ہوکے شکر گذاری اور ثنا مین آپ کی زبان کہولینگی انتہی اور حضرت کے احسان سارے خلایق پر عموما امت مرحومہ پر خصوصا اتنے ہو چکے ہین کہ رنگتا لیکن انکا اِنکے احسانو نکے دریا مین ڈوب گیا ہی پھر اگر کوئی کافر نعمت کہے کہ ہمارے پر حضرت کا کیا احسان ہی خدا نے احکام بہیجنا حضرت پر فرض کر دیا تہا سو آپ احکام بہیجا کے فرض ادا کرلئے جیسا کوئی بادشاہ کسی خدمتگار کے ہاتھ سے العیاذ باللہ خلعت یا سو روپے کسی کو بھیجے تو خدمتگار کا کیا احسان ہی بادشاہ ہی کا احسان ہی اللہ اکبر کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم یہہ مگر وہ رکیک تشبیہ ہی جسکی تشبیہ سے کفر تک ہا ہی العیاذ باللہ کاش کے یون کہا ہوتا کہ کسی بادشاہ نے اپنے وزیر اعظم کے معرفت سے کسی کو خلعت یا ہزار روپے بھیجا تو وزیر اعظم کا احسان بھی ہی بادشاہ کا گرچہ یکار احسان دونو صورت مین عاقبت کے خرابی کا سبب ہی لیکن فقط تشبیہ کے رو سے اسیر گرفت وگیر ہوتی اللہ توفیق نیک دیوے ہمکو اور سب مسلمانون کو سمجہ بوجھ کہا تاختم ہوا اب اصل مطلب طرف آتا ہون الحاصل قیامت کا روز حضرت ہی کا روز ہی اور اس روز تلاپ کا ہی اور آپ اللہ کے خاصے ہمہا ہین اور دوسرے آپکے طفیلی سو اللہ نے بٹھلایگا آپکو اپنے ساتھ عرش پر جیسا مجاہد کی روایت مین ہی اور مسلم نے کہا اسکو

اسکو شیخ ابو الفضل عسقلانی نے اور نقل کیا نقاش نے ابو داؤد سے کہ کہا اسنے جو شخص اثبات سید
انکار کرے وہ منکر ونمین کا ہی اور یہہ بتلانا فقط اثبات واسطے ہی تا شان اور مرتبہ
انکا سب خلایق پر ظاہر ہووے اسیطرح ہی مواہب الدنیہ مین اور فتح الباری مین کہا بیچسلہ
علی کرسہ بین یدیہ الله اکبر کیا بندہ نازبردار محبوب مقبول بارتعالی ہی کہ عین اپنے مولا
کا معلوم ہوتا ہی لمولفہ سے قلم لکھ نعت اس خیر الوری کی ثنا اس بندہ مولا نما کی کہ جسکا حکم
فرمان خدا ہی کیا اسکا سو فعل کبریا ہی اور سرورن کی سرداری آپ ہی کو مسلم ہی جیسا
حضرت نے فرمایا ہی انا سید ولد آدم یوم القیمۃ اور دوسری حدیث مین ہی انا
سید الناس یوم القیمۃ امام نووی شرح مسلم مین کہے کہ حضرت نے جو فرمایا قیامت کے روز
مین ان سب کا سردار ہون حالانکہ یہان اور وہان آپ ہی سب کے سردار ہین سو واسطے
ہی کہ حضرت کی سرداری قیامت کے روز سب پر ظاہر ہوتی ہی اور وہان کوی شخص سرداری
مین جھگڑ نہی بسکرنے والا نہین بخلاف دنیا کے کہ یہان کافرون کے بادشاہان سرداری کا
دعوی کرنیوالے ہین اسیطرح ہی الله نے جو اپنے حق مین کہا لمن الملک الیوم لله الواحد
القہار حالانکہ دنیا و آخرت سب اوسکے ملک مین لیکن دنیا مین ملک کا دعوی کرنیوالے بہت سے ہین
گو کہ مجاز کے راہ سے ہو لیکن آخرت مین یہہ دعوی کٹ جاسکے ایک الله ہی کی مالکیت اور اسکی
عنایت کرنے سے سرداری ایک محمد مصطفی صلی الله علیہ وآلہ وسلم کی سب پر ظاہر
ہو جائیگی چنانچہ حضرت آدم اور انکے اولاد سب کے سب اور جن و ملک حضرت ہی کے

کے جھنڈے کے نیچے رہینگے اور رسید بھی اسیکو کہتے ہین جس سے لوگ سختی او محنت مین فریاد کرنے
اور رجوع لاتے ہین انتہی القصہ جب سارے پیغمبرونسے نا امید ہو کر حضرت پاس چلے آوینگے تب حضرت
انسے فرماوینگے انا لھا انا لھا مین ہی اس کام خاطر یعنے شفاعت کرنے اللہ کے طرف سے مقرر
ہوچکا ہون اور مواہب الدینہ کی حدیث مین ہی فیاتون محمداً فیوذن لہ فی الشفاعۃ
یعنے جب خلایق سارے مرسلونسے نراسی ہو ہمارے پیغمبر کے پاس آوینگے پھر اسوقت حضرت کھڑے رہینگے
پھر آپ ہی کو حکم ہوگا شفاعت کرنیکا اور حذیفہ کی حدیث مین ہی فیاتون محمداً صلی اللہ
علیہ وسلم فیقوم ویوذن لہ الحدیث اسیطرح ہی شرح مسلم مین اور مراد آیہ عسی
ان یبعثک ربک مقاما محمودا سے بھی شفاعت ہی چنانچہ ابن جوزی نے کہا بہت سے
عالمون نے اسبات پر ہین کہ مراد مقام محمود سے شفاعت ہی بلکہ امام فخر الدین رازی نے
دعوی کیا ہی اتفاق عالمونکا اسی بات پر اور واحدی نے کہا کہ اجماع ہی مفسرون کا اسبات
پر کہ مراد مقام محمود سے شفاعت ہی اور خود پیغمبر نے اس آیت کی تفسیر مین فرمایا ہے ھو المقام الذی
اشفع فیہ یعنے مقام محمود وہ مقام ہی کہ جسمین ہی کھڑے ہو شفاعت کرونگا اسیطرح ہی مواہب
اللدینہ مین قد اختلف فی تفسیر المقام المحمود علی اقوال احدھا الشفاعۃ قال الواحدی
اجمع المفسرون علی انہ مقام الشفاعۃ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم فی ھذہ الآیۃ ھو المقام الذی اشفع فیہ لامتی انتہی و تفسیر مدارک مین
ہی ای عسی ان یبعثک ربک یوم القیمۃ فیقیمک فی مقام محمود ھو مقام

الشفاعۃ عند الجمھور ویدل علیہ الاخبار اور امام نووی مسلم کی شرح مین کہا

بقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیاتونی فاستاذن علی ربی فیوذن لی قال القاضی

عیاض معناہ فیوذن لی فی الشفاعۃ الموعود بھا یعنے قول سید المرسلین کا جو فرماے

ہین پھر خلایق آئینگے میرے پاس پھر مین حکم چاہونگا میرے پروردگار سے شفاعت کرنے تو حکم

دیا جاونگا مین اور کہا قاضی عیاض نے کہ معنی اسکی یہہ ہین کہ اذن دیگا مجھے اس شفاعت کا

جسکا وعدہ میرے ساتھ کیا گیا ہی دنیا ہی مین اور بھی قاضی عیاض نے کہا کہ حدیث مین انس اور ابو

ہریرہ کے آیا ہی کہ سید المرسلین بعد سجدہ کرنے اور تعریف کرنے پروردگار کے اور بعد اذن

پانیکے جناب کبریا سے شفاعت کرنے پہلے جو شروع فرمائینگے اس لفظ سے ہی امتی امتی

اور عبارت اسکی یہہ ہی ابتداء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد سجودہ وحمدہ والاذن

لہ فی الشفاعۃ بقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امتی امتی اور شیخ عبد الحق دہلوی مدارج النبوۃ کی

پہلی جلد کی تیسرے باب مین لکھے ہین سو عبارت یہہ ہی معلوم ہست کہ شفاعت بی اذن حق تعالی

و بی رضای او نمیشود ولیکن حق تعالی اذن میکند و رضا میدہد آنحضرت را بشفاعت بہمہ مقتضای

وعدہ کہ کردہ است یعنے یہہ بات معلوم ہی قیامت کے روز شفاعت بے اذن بے رضا اسکی

کے نہوگی ولیکن اللہ تعالی حکم دیگا سید المرسلین ہی کو سب کی شفاعت کرنیکا اور آپ کو خوش

کریگا اس وعدے کے موافق جو دنیا مین سید المرسلین سے کیا تھا کہ سید المرسلین کو خوش کر دونگا

کہ سکے اور قاضی الملک مفتی اسلام امام العلما استادی جعفر بن ہونی بدر الدولہ

بہادر نوویں آٹھویں صفحے مین گلزار ہدایت کے لکھے ہین سو عبارت یہہ ہی قیامت کے دن حکم
لینا اور شفاعت کروانا اتنے احادیث سے ثابت ہی کہ جسکے انکار کا مجال نہین انتہی اور افضل العلما
قاضی القضاۃ مولوی ارتضا علیخان بہادر کے بہای جو خیر الزاد مین لکھے ہین اسکا ترجمہ یہہ ہی معلوم
ہی کہ اللہ تعالی کے بے حکم اور بے رضا شفاعت نہوگی مگر اسنے یہہ حکم اسی شفیع محشر کو
دیگا اور اسکو خوش کریگا موافق اپنے وعدے کے جو اس کریم سے دنیا مین کر چکا ہی اور خلاف
اس وعدیکو بموجب ان اللہ لا یخلف المیعاد کے ہرگز ممکن نہین انتہی پھر ان سب دلیلون سے
صاف صاف ثابت ہوا اور ظاہر ہوچکا کہ قیامت کے روز منصب شفاعت کا آنحضرت ہی کو
عنایت کرنیکا وعدہ ہوا ہی سو کل کے روز شفاعت کرنے اور دروازہ شفاعت کا
کھولنے آپ ہی کو حکم دیگا پھر دروازہ شفاعت کا جو بند تھا سو اللہ کے حکم سے آپ ہی
کھولینگے پھر آپکی شفاعت کو عامہ ہو یا خاصہ سب مسلمانون کے حق مین احتمالی جاننا اور جسکو خدا چاہیگا
ہمارے سے شفاعت کا اذن دیگا کرکے عقیدہ رکھنا مسلمانکو لائق نہین ہی کیونکہ اگر زید کے شفاعت
مثلا کسی پیر شہید سے بھی ہوتی ہو تو بھی سید المرسلین کے حق مین ایسا نہ کہا جائے کیونکہ پیر و شہید
کی شفاعت حقیقت مین سید المرسلین ہی کی شفاعت خاصہ مین داخل ہی دو سبب سے ایک تو یہہ کہ در
وازہ شفاعت کا آپ ہی کھولینگے اور سارے بنی آدم کی شفاعت کرینگے اور جب دوزخ کے
ہنکارے سے سب کے سب دہشتناک ہو گھٹنون پر آ جاوینگے اسوقت مین ہمارے پیغمبر دوزخ کو
پیچھے ہٹ جانیکا حکم فرمانے سے دوزخ ہٹ کر دور جائیگی پھر سبکی ہوش و حواس مرجا

ہو جاینگی سو حضرت شفاعت کا دروازہ کہولے پر دوسرون کی بہی شفاعت شروع ہوگی
پہر حقیقت مین ہمارے پیغمبر سب پیغمبرون کے ہی شفیع تہرے جیسا دوسرونکے دوسرا پہر کہ مرتبہ شفاعت
کا جو اس پیر شہید کو ملیا آپ ہی کے پیروی کے طفیل سے ملیا نہ بالاصالت پہر حضرت کے حق مین
ایسا کہنا بالکل مسلمانکو لایق نہین ہان کسی پیر و شہید کے حق مین ایسا کہے تو ہوسکتا ہے
کیونکہ شفاعت کرنا ولی وغیرہ کا افراد معین کے حق مین جیسا کہ شفاعت کرنا پہلوان کا مثلا زید کی
کے حق مین یا ایک معین جماعت کے حق مین البتہ احتمالی ہے کیونکہ حکم اللہ کا پہلوان کو ہونا زید کے
شفاعت واسطے یا ایک جماعت معین کی شفاعت واسطے احتمالی ہے کیونکہ اللہ نے پہلوان سے زید
کی شفاعت واسطے وعدہ کیا ہے نہ اس جماعت معین کی شفاعت واسطے پہر زید کی شفاعت یا اس معین جماعت کی
شفاعت کرنے جاے پہلوانکو حکم دیجاے بلکہ اس پیر شہید کو پہر کسی کو سمجہتا نہین ہے یقین سے کہے کہ پیر
پہلوان ہی ہمارے شفاعت کرینگے بخلاف سید المرسلین کے کہ آپ کے حق مین کہہ سکتے ہین کہ شفیع
ہمارے سید المرسلین ہین بلکہ بقول امام اعظم ابو حنیفہ کے شفاعت سید المرسلین کی اسکو ہوگی
جو جنت مین جانے والا ہو اگرچہ کبیرہ کرنیوالا ہو جیسا وہ عبارت عنقریب آتی ہے پہر کوی شخص ہوونکی شفاعت
سے چہوٹے یا اعمال خیر کی شفاعت سے یا غوث الاعظم یا اور کوی پیر شہید کے شفاعت سے
چہوٹے حقیقت مین حضرت ہی کی شفاعت سے چہوٹا کیونکہ سب شفیعونکی شفاعت حضرت ہی
کی شفاعت مین داخل ہے اور سارے شفیعان حضرت ہی کے طفیلی ہین جیسا دوسرا سبب اسکے کہنے
ہی بیان ہو چکے پہر زید عمر کسی کی شفاعت سے چہوٹے کہہ سکتے ہین کہ حضرت کی شفاعت سے چہوٹے

بلکہ شفاعت عامہ جو سارے بنی آدم کے واسطے ہی سو اسکو ڈھونڈھینگے اگلے پچھلے لوگ سید المرسلین کو ہمارے شفیع لکھہ سکتے ہین بخلاف اور نبیونکے کہ کسی کو انمین سے یہہ مرتبہ نہین ہی اور جو شخص حضرت کی شفاعت عامہ یا خاصہ کو حق نجانیگا البتہ شفاعت سے محروم رہیگا جیسا حدیث مین جامع صغیر کے ہی شفاعتی یوم القیمة حق فمن لم یؤمن بها لم یکن من اهلها یعنے میری شفاعت قیامت کے روز حق ہی پھر جو کوئی یقین نجانیگا البتہ شفاعت پانیوالون مین نہ ہوگا اور یہہ بھی جاننا چاہئے کہ شفاعت سید المرسلین کی پرہیزگارون کے واسطے انکے درجے بڑہنے ہوگی اور ان لوگونکو جو اور ون گناہ کے کام کرنے پر اترے بیٹھے ہین سوانکے گناہ بخشانے اور بعضونکو ان مین سے بن چلے عذاب کے جنت مین چلے جانے اور بعضونکو دوزخ سے رہائی پانے ہوگی جیسا اشارہ ہی اس بات طرف اس حدیث صحیح مین ان سے خیرت بین ان یدخل نصف امتی الجنة وفی لفظ بین ان یدخل ثلثی امتی الجنة بغیر حساب ولا عذاب وبین شفاعة لامتی فاخترت الشفاعة فانها لکل مسلم ذکر کیا اس حدیث کو ترمذی وابن ماجہ وحاکم نے اور صحیح کہا اسکو حاکم نے اور ابن حبان وبیہقی وطبرانی نے بھی حدیث طبرانی اور ابونعیم کی ہی شفاعتی فی امتی للمذنبین المثقلین یعنے میری شفاعت میری امت مین ان گنہگارون کو ہی جو بڑے بوجہ والے ہین یعنے بہت سے گناہ کئے ہین اور عبد اللہ ابن عباس کی حدیث مین ہی الظالم لنفسه واهل الاعراف یدخلون الجنة بشفاعة محمد صلی الله علیه وآله وسلم اور ترمذی وحاکم کی حدیث مین ہی انس سے کہ کہتے ہین ہم سید المرسلین سے آپ شفاعت کسکے واسطے کرینگے تو فرمائے لاهل الکبائر من امتی ولاهل العظائم واهل الدماء

یعنے فرما یا حضرت نے کہ مین شفاعت کرونگا میری امت مین کے کبیرہ والونکو اور غرور و تکبر و نخوت شعارونکو اور ناحق خون ریزیان کرنیوالون کو اور بھی حدیث مین جابر کے ہی کہ فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم شفاعتی لمن اوبق نفسہ و اغلق ظہرہ خلاصہ مضمون کا یہہ ہی کہ شفاعت میری اسکو ہوگی جو ہوگا یا اپنے نفس کو اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے اور عاجز کر لیا اپنی پیٹھ کو گناہون کے بوجھے سے سب حدیثان بدور السافرہ سے امام سیوطی کی ہی اور ایسے بہت سی حدیثین ثابت ہوئے ہین جنمین صاف ہی خون ریزونکو اور چورونکو اور مغرورون اور متکبرون کو اور اللہ و رسول کے نافرمانون کو اور گناہ کبیرہ کے کرنے پر آرے بیٹھنے والون کو حضرت کی شفاعت ملیگی اور امام بیہقی کی حدیث مین آیا ہی کہ فرمائے سید المرسلین علیہ الصلوۃ و السلام خیرت بین الشفاعۃ وبین ان یدخل شطر امتی الجنۃ فاخترت الشفاعۃ فانھا اعم و اکفی اترونہا للمتقین لا و لکنہا للمومنین المتلوثین الخطائین یعنے مین مختار کیا گیا اللہ کی طرف سے اس بات مین کہ چاہون شفاعت کا منصب اختیار کرون یا چاہون تو میری امت مین سے آدہی امت بہشت مین جاوے یعنے بے حساب و عذاب کے تو مینے اختیار کر لیا شفاعت کے منصب کو کیونکہ فایدہ شفاعت کا عام ہی سب کو اور کفایت کرنیوالی ہی تمام کو پہر فرمایا مین کیا تم خیال کرتے ہو کہ میری شفاعت پرہیزگارون ہی کو ہوگی ایسا نہین بلکہ میری شفاعت ان مسلمانون کو ہی جو گناہو نسے بہر گئے ہین اور بہت سی خطایان کئے ہین اور حدیث مین امام احمد اور طبرانی اور بزار نے سند صحیح سے ہی کہا ہی ابن عمر نے کہ فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے خیرت بین

الشفاعة او بين ان يدخل نصف امتي الجنة فاخترت الشفاعة لانها اعم
واكفى اترونها للمتقين لا ولكنها للمذنبين المتلوثين الخطائين يعني مجھ کو دیا گیا بیچ
اس بات مین کہ شفاعت کا منصب اختیار کرلون یا آدھی امت میری جنت مین چلے جاوے بغیر
حساب و عذاب کے سو مینے اختیار کرلیا شفاعت کو کیونکہ شفاعت عام ہی اور سب امت کو بس
آنے والی کیا گمان کرتے ہو تم کہ میری شفاعت پرہیزگار مسلمانون ہی کو ہوگی ایسا نہین لیکن
میری شفاعت ان گناہگارون کو ہوگی جو گناہون سے بھر گئے ہین اور بہت سی خطایا کیے ہین پر حضرت کی
شفاعت کو خاص کرنا جو کہ ہول سے ایک دو گناہ کیا سو شخص سے نادانی ہی اور بھی ایسے حدیثین لائے
مذکور ہو تین اور حدیث مین ابو داؤد اور ترمذی اور حاکم اور بیہقی حسبکلون سبھون نے صحیح لکھے ہین آپ ہی کی
فرمایا حضرت نے شفاعتی لاهل الكبائر من امتي یعنی حاصل معنی یہ ہی کہ میری امت مین سے
کبیرہ کرنیوالونکے واسطے ہی اور کبیرہ والے ان ہی کو کہتے ہین جو کبیرہ کرنے پر اترتے ہین نہ اسکو کہتے ہین
جو چوک بھول کے کبیرہ کیا اور پیر دل مین کہتا نا ہو رہا ہی کیونکہ اسکو توبہ کہنا جیسا حدیثین ہی الندم
توبة یعنی پشیمانی کرنا گناہ کرنے پر وہی توبہ ہی اور عبد الحق دہلوی نے اسی حدیث کے ترجمے مین کہا
کہ گفت پیغمبر خدا شفاعت من ثابت است مر گناہ کبائر کنندگان را از امت من چہ جای اہل صغائر و ملا علی قاری
مرقات شرح مشکاۃ مین اسی حدیث کی شرح مین کہا ای شفاعتی فی العفو من الكبائر من
امتی یعنی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ بخشانے ہوگی اور مشکاۃ کی حدیث مین ہی اتانی
آت من عند ربی فخیرنی بین ان یدخل نصف امتی الجنة وبین الشفاعة

فاخترت الشفاعة وهی لمن مات ولا یشرک باللہ شیئا یعنے ایک آنیوالے نے
اللہ کے طرف سے میرے پاس آیا سو مجھے مختار کیا ایک بات کو ان دو مین سے قبول کرنیکو ایک یہہ کہ میری
آدھی امت کو جنت مین داخل کرنا یعنے بے عذاب کے دوسری یہہ کہ شفاعت کرنا سو مین نے سی کو
اختیار کر لیا اور میری شفاعت اسکو ملی جو شرک پر نہ مرے یعنے اگرچہ گنا ہو مین ڈوب رہے اور
ابو امامہ کی حدیث مین ہے کہ فرمائے سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وعدنی ربی ان یدخل
الجنة من امتی سبعین الفا لا حساب ولا عذاب علیہم ومع کل الف
سبعون الفا یعنے وعدہ کیا ہے مجھ سے میرا پروردگار نے جنت مین داخل کرینکا میری امت
مین سے ستر ہزار کو بغیر لینے حساب کے و بغیر کانے عذاب کے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار
ستر ہزار رہینگے اور ایک روایت مین آیا ہے ہر یک فرد کے ساتھ ستر ہزار ستر ہزار رہینگے ذکر کیا اسکو
امام نووی نے مسلم کے شرح مین اور ایک حدیث مین مواہب اللدنیہ کے ہے انی لارجوان
اشفع یوم القیمة عدد ما علی الارض من شجر و مدر یعنے مقرر مین نے
آس امید رکھتا ہون بیچ اس بات کی کہ مین شفاعت کرونگا قیامت کے روز گنت برابر جتنے
اور کلوخ کے جو اس زمین پر موجود ہین اور شفا کی حدیث مین ہے اریت ما تلقی امتی من
بعدی وسفک بعضهم دما بعض وسبق لهم من الله ما سبق للامم
قبلهم فسالت الله تعالی ان تولینی شفاعة یوم القیمة فیهم ففعل یا
معنی کا یہہ ہے کہ خبر دیا گیا مین ان چیزون سے جو میری امت کو پیش ہونگے اور دکھائے گیا

میں لیوینے کو بعضوں کے بعضوں کا او پہلے ہی لکھے گئے اُن کے حق میں اللہ کے طرف سے وے چیزیں جو اگلے
امتوں کے حق میں لکھے گئے تھے پھر میں نے اللہ سے مانگا تا انکی شفاعت کرنیکا منصب مجھے ملوے
قیامت کے روز تو اللہ نے قبول کیا اور دیا مقصود میرا اور شفا میں ایک دراز حدیث ذکر
کیا ہی سو اسمیں ہی لا ازال اشفع حتی اعطی صکاکا برجال قد امر بہم الی النار
حتی ان خازن النار لیقول یا محمد ما ترکت لغضب ربک فی امتک یعنے حاصل
معنی یہ ہی کہ فرمایا حضرت نے میں یہاں تک شفاعت کرونگا کہ نجات نامے ملینگے ان لوگوں کو جنکو دوزخ
میں جانے حکم ہوچکا ہی اور شفاعت کا ایسا ہجوم ہوگا کہ دوزخ کا فرشتہ پکار اٹھیگا ای
رسول اکرم تو چھوڑتا نہیں کیا کسی کو اپنی امت میں سے اللہ کے غضب کا مزا چکھنے فرشتہ تو کیا بلکہ
رب العزت اسطرح سے ندا کریگا کہ ای محمد کیا خوش ہوا تو تو حضرت فرمانے لگے کہ ای پروردگار
میرے میں خوش ہوگیا ہوں تیری عنایت سے یعنے سب امت کی شفاعت کرچکا پھر اب کیوں راضی
ہوں اور الفاظ اس حدیث کے یہ ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اشفع لامتی حتی ینادی ربی تبارک وتعالی رضیت یا محمد فاقول ای
رب رضیت اخرجہ البزار والطبرانی فی الاوسط وابو نعیم بسند حسن
اسی طرح ہی بدور السافرہ میں اور حدیث میں طبرانی کے ہی کہ فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
رایت ما تعمل امتی بعدی فاخترت لہم الشفاعۃ یعنے میری امت کے میرے بعد جو کام
کرنیوالے تھے اُن سب کو میں دیکھ لیا سو اختیار کرلیا شفاعت کرنیکے منصب کو اسیطرح ہی

بدور السافرہ میں اور امام مسلم کی حدیث میں ہی جسکا حاصل ترجمہ یہ ہی کہ سید المرسلین نے پڑھے
اس آیتہ کو جو اللہ نے حضرت ابراہیم سے نقل کیا کہ کہے ابراہیم نے ای میرے پروردگار گمراہ کئے بتون نے بہت
سے لوگونکو پھر جو کوئی میری پیروی کریگا سو وہ میرے ہی اور پڑھے اس آیت کو جو خدا نے نقل کیا حضرت
عیسی سے کہ کہا حضرت عیسی نے اگر عذاب کرے تو انکو تو وے تیرے بندے ہین پھر بعد اسکے ہمارے پیغمبر نے
اٹھائے اپنے دونوں ہاتھونکو اور فرمایا خداوندا امتی امتی اور گریہ کرنے لگے تو فرمایا خدا تعالی نے ای جبرئیل
جا میری حبیب محمد مصطفے کے پاس صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ خدا سب جانتا ہی تیرا فرمایا کہ پوچھ اس میرے
حبیب سے کہ کس چیز نے تجھے رولایا پھر جبرئیل آئے اور پیام پہنچائے تو اپنے سبب اسکا جو شفاعت امت
کی اور مغفرت انکے گناہوں کی تھا بیان کئے تو اللہ نے جبرئیل سے فرمایا کہ تو پھر جا میرے حبیب محمد مصطفی کے
پاس اور کہہ دے اس سے کہ عنقریب تجھے تیری امت کے باب میں خوش کر دونگا اور تجھے دلگیر و محزون
اور ناخوش نکرونگا انکے باب میں اور الفاظ اس حدیث کے یہ ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ آلہ
وسلم تلا قولہ تعالی فی ابراھیم رب انھن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ
منی وقال عیسی ان تعذبھم فانھم عبادک فرفع یدیہ فقال امتی امتی
وبکی فقال اللہ تعالی یاجبرئیل اذھب الی محمد وربک اعلم فاسئلہ ما
یبکیہ فاتاہ جبرئیل فسألہ فاخبرہ رسول اللہ علیہ وسلم بما قال فقال
اللہ تعالی یاجبرئیل اذھب الی محمد فقل انا سنرضیک فی امتک ولا نسوئک
رواہ مسلم اور امام نووی نے مسلم کی شرح میں کہتے ہیں کہ اس حدیث میں کتنے فائدے ہیں انجملہ

یہہ کہ نہایت شفقت اور پیار حضرت کا اس امت پر اور ہمیشہ فکر انکے کام بنانے اور انکے گناہ بخشانیکی
از انجملہ بڑی بشارت ہی اس امت کو زادہا اللہ شرفا جو اللہ نے حضرت سے وعدہ کیا اور کہا
سنرضیک فی امتک ولا نسوئک اور یہہ حدیث ساری حدیثوں مین بڑی امید واریکی
ہی از انجملہ مستحب ہونا ہاتونکا اتھانا دعا کرنے مین از انجملہ یہہ کہ اللہ کے پاس حضرت کا بڑا مرتبہ اور
بڑا خاطر تھا اور حضرت پر اللہ کا بڑا پیار اور بڑی مہربانی ہی چنانچہ عبارت اسکی یہہ ہی هذا
الحديث مشتمل على انواع من الفوائد منها بيان كمال شفقة النبي صلى الله
عليه وآله وسلم على امته واعتنائه بمصالحهم واهتمامه بامرهم ومنها
البشارة العظيمة لهذه الامة زادها الله شرفا بما وعدها الله تعالى بقوله
سنرضيك في امتك ولا نسوئك وهذا من ارجى الاحاديث لهذه الامة
ومنها استحباب رفع اليدين في الدعاء ومنها بيان عظيم منزلة النبي صلى الله
عليه وآله وسلم عند الله تعالى وعظيم لطفه سبحانه تعالى به صلى الله عليه
وآله وسلم انتهى و مواہب اللدنیہ مین دارقطنی سے ایک حدیث ذکر کیا سو اسمین ہی کہ فرمایا
سید المرسلین میری امت مین جو بڑے بد کار گناہگار ہین سو انکے حق مین مین اچھا شخص ہون تو اصحاب ان
نے پوچھے کہ آپ انکے اچھے لوگونکے حق مین کیسے ہین تو فرمایا انمین کے اچھے لوگ جنت مین چلے جاینگے
اپنے نیک کامونکے برکت سے لیکن انمین کے بدکار سو جنت مین جاینگے میری شفاعت سے اور
الفاظ اس حدیث کے یہہ ہین نعم الرجل انا لشرار امتی فقالوا کیف انت لخیارها فقال

الخیار ها فید خلون الجنة باعمالهم وما شرار امتی فید خلون الجنة
بشفاعتی اور جامع صغیر کی حدیث میں ہی شفاعتی لاهل الذنوب من امتی
وان زنا وان سرق یعنے میری شفاعت میری امت کے گناہ گاروں کو ہوگی اگرچہ زنا کرے
اور چوری کرے اور جلالین اور مدارک میں ولسوف یعطیک ربک کی تفسیر میں ایک حدیث ذکر کئے
ہیں جسکا حاصل معنی کا یہہ ہی ایک شخص بھی میری امت میں سے دوزخ میں رہیگا پر راضی نہونگا میں
اور امام ابو حنیفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں شفاعة نبینا صلی الله علیه وآله وسلم للمؤمنين المذنبين و
لاهل الكبائر منهم المستوجبين للعقاب حق یعنے جو شفاعت ہمارے پیغمبر کی ان صغیرہ والوں کو جو ہوں
لائق سرزنش کے ہیں اور ان کبیرہ والوں کو جنہوں نے سزاوار عذاب کے کئے ہیں اسی طرح ہی
مسیح الازہر میں اور بھی امام ابو حنیفہ وصیت کے رسالے میں فرماتے ہیں شفاعت محمد صلی الله علیه
وآله وسلم حق لکل من هو من اهل الجنة وان كان صاحب كبيرة یعنے شفاعت
سید المرسلین کی حق ہی اسکے حق میں جو بہشت میں جانیوالا ہو اگرچہ کبیرے کرنے والا ہو اور ملا علی
قاری مسیح الازہر میں اس عبارت کو امام کے ذکر کر کے کہتا ہی کہ امام کے اس قول سے بھی
ظاہر ہوتی ہی کہ سید المرسلین کی شفاعت انکی امت مرحومہ کے کبیرہ والوں کے واسطے مخصوص
نہیں بلکہ اگلے پچھلے امتوں کے کبیرے کرنیوالے بھی آپ کی شفاعت سے بہرہ پاوینگے پھر حضرت ابن عباس کے
جو ہیں کاشف الغمہ میں اور نبی رحمۃ اور یہ عبارت اسکی پھر ہی ان هذه الشفاعة ليست
مختصة باهل الكبائر من هذه الامة فانه بالنسبة الى جميع الامم كالشمس

النعمۃ ونبی الرحمۃ اور مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی نے ولسوف یعطیک ربک کی تفسیر مین
لکھے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی یعنے اتنا دیگا پروردگار تیرا اے رسول میرے اے محبوب میرے کہ تو خوش
ہو جائیگا اور تیرے قابلیت کا ماتب لبریز ہو جائیگا اور خواہش اور پیاس باقی نہ رہیگی اور اس وعدہ مین بڑی
وسعت ہی خصوصًا نظر کرتے قابلیت کے وسعت پر ایسے پیغمبر عالی قدر کے بخششین اللہ کے کس
قدر آپ پر ہونگے جن سے آپکو سیری حاصل ہو جائیگی اور ایک حدیث مین آیا ہی کہ فرمایا سید المرسلین
نے کہ مین ہرگز خوش ہونگا جب تک کہ ایک شخص کو میرے امت مین سے بہشت مین نہ لیجاونگا
ان سب حدیثون سے اور امام ابو حنیفہ اور ملا علی قاری اور مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی کے
اقوال سے بھی ظاہر ہوتا ہی کہ ہر قسم کے کبیرے کرنے پر اڑ رہنے والون کو سید المرسلین کی شفاعت
ملیگی شفاعت کو حضرت کے دل کے عقیدے سے خاص کرنا ان ہی لوگونسے جو ہمیشہ گناہ کرتے
نہین بہو بہول چوک کے گناہ کے کام کرین تو اسپر اپنے دل کہتانے ہورہتے ہین سو ایسا عقیدہ رکھنا
شاخ ہی اعتزال کی کیونکہ معتزلہ ثابت کرتے ہین شفاعت عامہ کو اور اس شفاعت کو جو درجے
بلند ہونے ہوگی اور انکار کیے ہین ان دو قسم کی شفاعت کے سوای ہر شفاعت کا جیسا
کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری مین اثبت المعتزلۃ الشفاعۃ العامۃ فی الاراحۃ
من کرب الموقف وھی خاصۃ لنبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
والشفاعۃ فی رفع الدرجات وانکرت ما عداھما اور کلزار ہدایت کے
نودیر چہتوین صفحے مین ہی کہ معتزلہ جو بدعتی مذہب والو مین ایک فرقہ ہی کہتے ہین کہ گناہ کبیرہ والا

جو اُنہنے گناہ سے توبہ نہیں کیا اُسکی شفاعت نہیں اللہ تعالی کے جو مطیع ہیں اور گناہ کبیرہ سے توبہ
کیے ہیں فقط اُنکے مرتبے بلند کرنیکے لیے شفاعت ہی انتہی اور یہہ بھی فرما جانیو کہ حضرت کی امت میں سے
بعضے عملکاروں کی شفاعت سے دوزخ میں جانیکے لائق تھے سو گناہگار رہے حساب کے جنت
میں چلے جاوینگے تو یہہ حضرت ہی کی شفاعت کو خاص کیا ان گناہگاروں سے جو ہمیشہ گناہ
کرنے پر اترے نہ سمجھے ہوں بلکہ چوک بھول کے کبھو گناہ کے کام کرکے پشیمان ہو رہے
ہیں سو کسی مسلمان کو لائق نہیں جیسا ترمذی کے حدیث میں ہی کہ فرمایا سید المرسلین نے
ليدخلن بشفاعة عثمان سبعون الفا كلهم استوجبوا النار الجنة بغير
حساب اور یہہ بھی جانا چاہیے کہ شفاعت ہر شافع کی اُنکے پیچھے شافعوں میں داخل
ہی شفاعت میں سید المرسلین کے جیسا امام سبکی شفاء السقام میں کہا ان شفاعة
جميع الشفعاء تنطوی فی شفاعة نبينا صلى الله عليه وآله وسلم یعنے
شفیعوں کی شفاعت ہمارے پیغمبر کی شفاعت میں داخل ہی کیونکہ سب ورثے انبیا و مرسلا
دوزخ کے آوازیں سنکے حیران و سرگشتہ نفسی نفسی پکارینگے ویسے وقت
یعنے تین ہمارے ہی پیغمبر کمال ثابتی سے دوزخ کو پیچھے ہٹ جانیکا حکم کرینگے تب دوسروں کو کچھ تسکین
اور خاطر جمعی ہوگی پھر سید المرسلین دروازہ شفاعت کا کھولینگے پھر صحابہ کے دوسرے انبیا
اولیا صلحا وغیرہ ہم اذن شفاعت کا پاوینگے پھر ایک کی شفاعت آپ ہی کی شفاعت
میں داخل ہوی پھر اس سے کوی بھی کسی کی شفاعت سے

سکتا ہی اور شفاعت سارے پیغمبرون کی ہمارے ہی پیغمبر کی شفاعت مین اس رو سے بھی داخل ہو سکتی ہی کہ سارے پیغمبران اپنے اپنے شریعت کے احکام پہنچانے مین ہمارے پیغمبر کے نایبان تھے کیونکہ سارے پیغمبران حقیقت مین ہمارے ہی پیغمبر کی شریعت تھی سو دوسرے پیغمبران آپکی نیابت سے پہنچاتے تھے اور ہمارے پیغمبر حضرت آدم سے لیکے قیامت تک کے جتنے لوگ ہین ان سب کے رسول ہین اور حضرت ہمارے پیغمبرون کے پیغمبر ہین جیسا حافظ سیوطی نے خبر المواہب مین امام سبکی سے ذکر کیے ہین کہ کہے امام سبکی نے

ان جميع الشرايع السابقة هي شرايع النبي صلى الله عليه وآله وسلم بعث بها الانبياء السابقة كالنيابة عنه لانه نبي وادم بين الروح والجسد وجعل اذ ذالك نبي الانبياء وقد يهد بذالك قوله عليه الصلوة والسلام بعثت الى الناس كافة فجعله مبعوثا الى الخلق كلهم من لدن ادم الى ان تقوم الساعة

جب آنحضرت پیغمبرون کے پیغمبر ہوے اور سارے پیغمبران آپکے نایب ٹھہرے تو شفاعت سب کی آپ ہی کی شفاعت مین داخل ہوئے اگر کسی کے دل مین یہ وسوسہ گذرے کہ اتنے حدیثین جو شفاعت کے مقدمے مین مذکور ہوتے ہین سو انکو قران مجید مین کچھ اصل نہین ہی تو اس وسوسہ کا دفع اس روایت سے ہوتا ہی کہ ایک روز عمران ابن حصین صحابی کے روبرو ذکر شفاعت کا چلا تو ایک شخص حاضرین سے کہنے لگا کہ تم لوگ شفاعت کے مقدمے مین بہت سے حدیثین ذکر کرتے ہین کہ جنکو قران مین اصل نہین ہی تو آپ نے غصے مین اس شخص سے کہنے لگے کیا تو قران پڑھا ہی تو اسنے کہا ہان پڑھا ہون تو پھر اس سے پوچھے کیا عشا ظہر عصر کے چار رکعت اور صبح کے دو اور مغرب کے تین رکعت

مین سو قران مین لکھین پایا ہی تو کہا نہین پھر آپنے کہا اس بات کو تم نے اسے نہین لیے تو پھر کس سے لیے ہو اور ہم نے سید المرسلین سے لیے ہین اور تم قران مین یہ بھی پاتے ہو کہ نصاب سونے چاندی کا یہہ ہی اور نصاب بکریونکا یہہ اور اونٹونکا یہہ تو اسنے کہا نہین پھر فرمایا کہ تو قران مین حج کے سفر نے آیت مین ولیطوفوا بالبیت العتیق لیکن سات بار طواف اسکے پھرنے کی بات قران مین کہان ہی پھر ان باتونکو تم کس سے لیے ہو ہم نے لیے ہین سید المرسلین سے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایسے اور بھی باتین ذکر کیے فرمائے سب قران مین کہان ہین لیکن اللہ ہی نے قرآن مین فرمایا ہی ما اتاکم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا وانا قد اخذنا عن نبي الله اشياء ليس لكم بها علم في القران یعنے جو چیز رسول لاوے سو تم اسکو لے لیو اور اسی کو دستاویز کرو اور جس چیز سے تمکو منع کیا ہی اس سے باز رہو اور لیے ہم نے پیغمبر خدا سے بہت سی چیزین کہ تم جنکو جانتے ہی نہین ہین یہہ خلاصہ ہی حافظ سیوطی کے کلام کا جسکو ذکر کیا ہی بدور السافرہ مین اور تفصیل کچھ شفاعت کے بیان کی حدیقہ اعظم فی خصایص شفیع الامم کے رسالے مین اور تنویر العظم فی مناقب نبی الکریم کے رسالے مین اور سعادت سرمدیہ فی عقاید احمدیہ کی کتاب مین بھی بیان کر چکا ہون اور عقاید شرفیہ مین بھی خلاصہ ان سب کا ذکر کیا ہون سو اس محل مین اسکے ابیات لکھے جاتے ہین

ف کرینگے استغاثہ ایکباری : جناب مصطفی مین بستہ زاری
تو اس دن سرور ارض و سموات : شفیع عاصیان خیر البریات : ملاذ مومنان در فتنہ
عام : پناہ بیکسان محبوب علام : لکھے اُنسے کہ مین اس کام خاطر : مقرر ہو چکا از رب قادر

کمال تابی سے کہولے پہر در شفاعت کا باذن رب قادر : سو انکا فیصلہ جلدی ہی سے ہونے
کرے ہی وہ شفاعت اپنے رب سے : گنہ گاران امت کو بہ محشر : شفاعت خاص اسکی پہر ہو
یاور : کہا ہی اے آخرت مصطفیٰ جب : کبیرے والے پہر محروم ہوں کب : وصیت میں لکہا
ہی بوحنیفہ : جو اہل خلد سے ہوی معاذ : اگرچہ ہو کبیرہ کرنیوالا : شفیع اسکا محمد ہوگا حقا
کہا ملا یکہ مخصص نہیں شفاعت : بہ بدکاران این مرحومہ امت : بل اگلے امتون سے بہی رحمۃ
کرے ہی ایکباری کشف غمہ : شفاعت کام یہان تک تو کری ہی : عذاب البعض
کفاران گہٹتے ہی : شفاعت کا ہو یہان تک اسکے جی جا : پکارتے ہی دوزخ کا فرشتہ
نہ چہوڑے اپنی امت سے محمد کسی کو واسطے دوزخ کے شاید : عطا یہان تک کرے
اسدن رب اسکا : کہ خوش ہو جاوے شاہ پست و بالا : لیکن پہر بہی فرا جان رکہے کہ با
وجود یکہ شفاعت کمال مرتبے پر عام ہینگی کہ بعضے کفارون تک بہی اس سے بہرہ یاب
ہو جاینگے ناگہ گیتی فرقے وہ اس امت میں کے سوا شفاعت خاص سے بے نصیب ہی رہینگے
العیاذ باللہ ایک انمیں کا وہ ہی جو دوست نہ رکہے اہلبیت کو دلسے زبان سے جیسا جواہر
العقدین میں حافظ نور الدین سمہودی نے ایک حدیث روایت کئی ہین سو صاف دلالت
کرتی ہی کہ جو شخص کہ اہل بیت سے بغض رکہے اسپر شفاعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی حرام ہی وہ حدیث یہ ہی من ابغض احدا من اہل بیتی فقد حرم شفاعتی
اور اشارہ ہی اسطرف حدیث میں جامع صغیر کے شفاعتی لامتی من

احب اهل بیتی یعنے میری شفاعت میرے امت مین سے ان لوگونکو ہوگی جو دوستی رکھتے ہین میرے اہلبیت کے ساتھ اور اسی بات طرف اشارہ ہوسکتا ہی اس حدیث مین جو ابن مسعود سے اربعة انا لهم شفیع یوم القیمة المکرم لذریتی والمحب لهم بقلبه ولسانه والقاضی لهم حوایجهم والساعی لهم فی امورهم عند ما اضطروا الیه یعنے چار شخص ہین کہ انکو میری خاص شفاعت ملیگی ایک ان چارمین کا وہ ہی جو بزرگی کرتا ہی میری ذریت کی دوسرا انکو دوست رکھنے والا دل سے اور زبان سے تیسرا انکے حاجتین برلانے والا چوتھا کوشش کرنیوالا انکے کام کالئے جس وقت وہ محتاج ہون مین انکام کے واسطے اور اس حدیث سے یہہ مفہوم ہوتا ہی کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو انکی ساتھ [illegible] سے کام نکرے تو وہ شخص شفاعت سے محروم رہی دوسرا فرقہ وہ ہی جو کہ لعن کرتا ہی صحابہ کو جیسا حدیث مین جامع صغیر کے ہی شفاعتی یوم القیمة مباحة الا لمن سب اصحابی ورسوا انکے کتنے فرقے ہین جو شفاعت سے محروم رہینگے جیسا ذکر کیا ان کو امام سیوطی نے بدور السافرہ مین لکھنے والا کہتا ہی کہ بے نصیب تو ان ہونگے شفاعت سے شاید چند روز ہوگا بعد اسکے رحمت عالمیان شفیع مذنبان ان لوگون کو اپنے گناہ کی سزا کے بعد شفاعت کرے تو آپ کے رحمت شفقت سے دور نہیں ہی واللہ اعلم

فایدہ جانا چاہئے کہ حضرت کی شفاعت گناہگارون کو ہونے مین اتنے حدیثین وارد ہوئے ہین کہ سب ملکر تواتر کے حد کو پہنچتے ہین جیسا فتح الباری شرح بخاری مین ہی [illegible]

الاحادیث فی اثبات الشفاعۃ المحمدیۃ متواترۃ اور اس بات پر سلف و خلف کا
اجماع ہی ہوا ہی بلکہ ہر قرن میں خیر القرون سے لیکے آج تک اس بات پر اہل سنت کا اجماع ہوتا
چلے آیا ہی جیسا امام نووی مسلم کے شرح میں لکھے ہین سو عبارت انکی یہ ہی وقد جاءت
الآثار التی بلغت بمجموعہا التواتر بصحۃ الشفاعۃ فی الآخرۃ للمذنبین المومنین
واجمع السلف الصالح ومن بعدھم من اہل السنۃ علیہا انتہی پھر گنہگاروں کے
واسطے شفاعت ہونیکا انکار کرنیوالے شخص کے پیچھے نماز پڑہنا جایز نہیں جیسا فتاوی
عالمگیری میں کہا ولا یجوز الصلوۃ خلف من ینکر شفاعۃ النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم یعنی سید المرسلین کے شفاعت کا انکار کرنیوالے شخص کے پیچھے نماز
پڑہنا جایز نہیں ہی اللہم ارزقنا شفاعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فصل جاننا چاہیے کہ عبد الحق دہلوی نے اعطیت الشفاعۃ کے ترجمہ ان الفاظوں سے کئے ہیں
یعنی دادہ شدم مرتبہ شفاعت را وامام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں نیچے اسی حدیث
کے لکھے سو عبارت یہ ہی اعطیت الشفاعۃ ھی الشفاعۃ العامۃ التی تکون
لفزع الخلایق الیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لان الشفاعۃ فی الخاصۃ جعلت
لغیرہ ایضا یعنی مراد اس شفاعت سے شفاعت عام ہی کہ خلایق گھبرا کے حضرت کے پاس آئے
ہین ہوکے انکا فیصلہ جلدی ہونے کیونکہ شفاعت مخصوص لوگ کے واسطے آنحضرت کے
سوا اور دوسرے پیغمبران صالحان وغیرہم بھی کرینگے انتہی سبب امام نووی اور محدث

الہنو عبد الحق دہلوی مراد اعطیت الشفاعۃ سے اذن شفاعت کا دئے جانا ہی کرکے نہ لکھے اور اذان کے بعد کے دعا میں ہی وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ یعنے خداوند الخطر کر اسکو مقام محمود مین کہ جسکا وعدہ تو نے کر چکا آنحضرت سے اور آیۃ عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا مین بھی وعدہ صاف ہی اور عربون کے محاورہ مین یقینی واقع ہونے والی چیز کو واقع ہوئی کر کے بیان کرتے ہین اور قرآن و حدیث مین بھی ایسا بہت آیا ہی جیسا فرمایا اللہ نے اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ یعنے آیا دن قیامت کا یا عذاب اللہ کا پھر جلدی مت کرو اسکے آنے مین پھر دیکھو تو جلدی کرنا آنے واسطے صاف دلیل ہی اس بات پر کہ وہ چیز آئی تھی لیکن یقینی آنے والی تھی کرکے ماضی کے صیغے سے بیان فرمایا اور طبرانی کی حدیث مین ہی فقد غفرت لکم یعنے اغفرلکم جیسا شیخ دہلوی مدارج النبوۃ مین جہان تمہید فتح مکہ شروع کئے ہین لکھتے ہین ان اللہ قد اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا فقد غفرت لکم و مراد بقول فقد غفرت لکم اغفرلکم بطریق تعبیر مستقبل بماضی ست برائے تحقیق وقوع ان انتہی پھر اعطیت الشفاعۃ کو دستاویز کرنا کل شفاعت کرنے پر اذن بھی ہو چکنے پر جیسا ہی ویسا ہی سمجھا ہوا ہوئے یا وہان جو حضرت ہی کو ہو گا نہ دوسرے کو اور شفاعت بھی وہ ہو گی یہان یہین ہو چکا بولنے پر آ جانا فقط ضد ہی ملان قاعدہ مشارفت کے رو سے اگر نہ سمجھا کہا تو اس سے جھگڑنا بھی بیجا ہی کیونکہ یقین ہونے والی چیز کو ہو چکی بولنا بھی روا ہی لیکن

کواون ہونے مین کوئی تردد و شک کرے تو وہ ازلی بدبخت ہی اللھم وفقنی وسایر المسلمین
الی الخیر و بعضے کم عقل کم علم والے اس حدیث کو جو سفر السعادت کے سجدہ شکر
کے بیان مین مذکور ہوی ہی سو اون شفاعت کا دنیا ہی مین ہو چکنے بلکہ شفاعت بھی گناہگارون
کی نہین ہو جانے پر دستاویز کرتے ہین سو وہ حدیث یہ ہی در سنن ابو داود ست کہ پیغمبر
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست بدعا برداشت بعد از ان سجدہ کرد و فرمود کہ امت خود
را شفاعت کردم حق تعالی ثلث امت را بمن بخشید پس سجدہ شکر کردم چون سر از سجدہ برداشتم
دیگر بار امت را شفاعت کردم ثلثی دیگر بمن بخشید دوم بار سجدہ شکر کردم چون سر
برداشتم سیوم بار دعا کردم ثلثی دیگر بمن بخشید سیوم بار سجدہ شکر کردم انتہی پس اس
زعم بیجا کا یہ ہی کہ جو کوئی اس بات مین انکو سچے جانے تو ان سیکڑون حدیثون اور عقاید کی
کتابون کو جو گناہگارون کو قبر کا عذاب ہونے مین اور قیامت مین گناہگارون کے
واسطے حضرت شفاعت کرنے مین اور بعضون کی شفاعت دوزخ سے نکالنے مین ثابت ہوے
ہین ان سب کو جھٹلا دیا ہی کیونکہ مغفورون کو عذاب نہین ہوتا ہی اور امتی کہلانیوالے کو
نہ ڈر رہا نہ کام رہا نہ اندیشہ فرضان واجبان چھوڑنے پر نہ کلمات کفر بکنے پر نہ ہر دم آزاری کرنے
پر پھر مسئلہ الایمان بین الخوف والرجاء کا اٹھ گیا یہ سب باطل ہی بلکہ اس حدیث
کی تصحیح یا تاویل ہی جو محدثون نے لکھی ہین چنانچہ عبد الحق دہلوی سفر السعادت کی شرح
لکھی ہین سو عبارت یہ ہی این شفاعت یا دعا درخواست شفاعت بود در ما

قیامت و قبول آن در آن روز بخشیدن او عده حق بود با جابت این دعا و قبول شفاعت در آن روز یا حقیقت
شفاعت و بخشیدن او بالفعل هم در قیامت و ظهور اثر و نتیجه آن خواهد بود و این شفاعت و بخشیدن برای عدم
خلود در نار است و بعض گفته اند که مراد بان امن از خسف و مسخ و عذابهای دنیاست انتهی یعنی
مراد اس شفاعت سے جو حدیث مذکور مین آئی ہی سو یا یہہ ہی کہ قیامت کے روز اپنے لوگونکا
شفیع گردانے اور یہی شفاعت جو انکے واسطے ہوگی سو قبول ہووے اور مراد بخشنے سے
وعدہ اللہ تعالی کا ہی اس دعا کو قبول کریگا اور قیامت کے روز سفارش ماننے کا
یا فی الحقیقت شفاعت اور بخشنا ہی بالفعل آج اور اسکا اثر اور نتیجہ ظاہر ہونا قیامت
کے دن پھر یہہ سفارش اور بخشنا اللہ کا ہمیشہ ابدالآباد دوزخ مین نار ہنے واسطے ہی
نہ کہ دوزخ مین نا جانے واسطے اور بعضے علما کہتے ہین کہ مراد اس شفاعت سے مسخ نا ہونے
اور خسف نا ہونے اور دنیا کے عذاب نا ہونے واسطے ہی واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

سوال چھتوان دور دور سے سفر کرکے جانا قبر شریف کی زیارت واسطے اور اس
سعادت کو حاصل کرنے رنج راہ اور کلفت سفر اٹھانا شریعت مین جایز ہی یا ممنوع
جیسا ابن تیمیہ اس سفر مبارک کے ممنوع ہونیکا قایل تہا **جواب چھتوین**
سوال کا جانا چاہئے کہ دور دور سے سفر کرکے جانا زیارت قبر شریف کے قصد سے اور
اس سعادت کو حاصل کرنے رنج راہ و کلفت سفر کی اپنے پر اٹھا لینا عقل اور نقل کے
رو سے جایز اور اچھا کام ہی لیکن عقل کے راہ سے سو اس واسطے ہی کہ دور دور کا سفر

کرنا اور نہ بار خرچ ہونا او مشقت سفر کی گوارا کرلینا فواید دنیاوی و منافع فانی حاصل کرنے

اور دوستوں سے ملنے بالاتفاق جب جائز ہوا یہہ سفر کرنا و نہ بار خرچ ہونا او رنج راہ کو گوارا

کرلینا فواید ضروریہ و منافع دایمہ حاصل کرنے کے واسطے عقلمندون کے نزدیک بطریق اولی جائز ہی

اور دوسری بات یہہ ہی کہ جا گہ قبر شریف کی بزرگی مین عرش و کرسی اور کعبے سے بڑہکر

ہی جیسا تصریح کیا اس بات کو حافظ سیوطی نے اپنے بعضے رسالون میں اور کہا در المختار

والے نے حنفیون مین کا بھی ما ضم اعضاء علیہ و آلہ الصلوۃ والسلام فانہ

افضل مطلقا حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی یعنے وہ زمین یا وہ

جای جو لگی ہوی ہی اعضای شریف سے سو مطلقا فضیلت مین بہت بڑکر ہی بیت اللہ سے

او عرش اللہ سے اور کرسی سے پہر سفر کرنا ارادے سے زیادت کرنے ایسے متبرک

جا گہہ کے محبت دلی سے سبب کتنے خیر و برکت ملنیکا ہوگا لیکن نقل کے رو سے پہس متقد

قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہوچکا ہی لیکن قرآن سو پس یہہ آیت ہی ولو انہم اذ ظلموا

انفسہم جاوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا

اللہ توابا رحیما ابن حجر مکی جواہر المنظم مین کہتے ہین کہ یہہ آیت دلالت کرتی ہی مسلمانو

کو رغبت دلانے پر واسطے سفر کرنے اور آنے جناب مین رسالت پناہ کے شفیع

چاہنے اللہ سے اور مغفرت چاہنا حضرت کا انکے واسطے جناب الہی سے اور یہہ

بات حضرت کے انتقال کرنے سے کٹ نہین گئی اور حافظ ابو عبد اللہ مصباح

الظلام میں ذکر کیا ہی کہ حضرت کو دفن کرنے کے پیچھے تین روز کے ایک بدوی آکے قبر شریف پر گرا اور مٹی قبر شریف کی سر پر ڈال لیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ اپنے نفس پر ظلم کیا ہوں اب حضور میں آپکے آیا ہوں تا میرے لئے مغفرت کا ہو رہے چاہیے پھر قبر شریف سے یہہ آواز آئی قد غفر اللہ لک یعنے مقرر اللہ نے تجھے بخش دیا لیکن حدیث بس زیارت واسطے سفر کرکے جانے میں بہت سے حدیثیں وارد ہو میں از انجملہ حدیث دار قطنی کی ہی جو سنن میں ذکر کیا ہی اور اس حدیث کو بیہقی بھی ذکر کیا ہی کہ فرمایا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زار قبری وجبت لہ شفاعتی اور معنی وجبت کی اس حدیث میں یہہ ہی الشفاعۃ ثابتۃ لہ ولا بد منها بالوعد الصادق یعنے شفاعت ثابت ہی زیارت کرنیوالے کے واسطے بالضرور سچے وعدے سے اور معنی لہ کی جو وجبت لہ شفاعتی میں ہی یہہ ہی کہ زیارت کرنیوالے کو وہ خاص شفاعت ملیگی جو دوسرونکو وہ شفاعت خاص نہ ملیگی یا زیارت کرنیوالونکو تنہا شفاعت کرینگے جہم غفیر میں بغیر چلنیا دوسرونکو ہوگی اسکی بزرگی کے اظہار واسطے اور اس میں اشارہ و بشارت ہی زیارت کرنیوالے کا ایمان پر مرنے کی پھر ایمان پر مرنے کو شرط کرنیکی حاجت نہیں اور حضرت جو فرمائے کہ میری شفاعت اسکو ملیگی سو مراد اس سے یہہ ہی کہ میں میری ذات سے اسکی شفاعت کرونگا یعنے حضرت کے کلمہ گویوں سے حضرت کے کلمے کی برکت سے بھی گناہ گارونکو شفاعت کرینگے اور وہ بھی حضرت ہی کی شفاعت

ہی لیکن حضرت اپنے ذات سے جو شفاعت کرینگے وہ بزرگی اور عزت کچھ اور ہی جیسا کسی حاکم نے اپنے ہی ہات سے کسی کو شال اڑہایا اور اپنے کسی نوکر کے ہات سے اور کسی کو شال اڑہانے بولا اگرچہ اڑہانا اس شال کا بھی حاکم سے ہی لیکن وہ بزرگی نہیں جو حاکم اپنے ہات سے اڑہاے میں ہی یہہ سب خلاصہ ہی وفاء الوفا کے عبارت کا سوا تمثیل کے وہ عبارت اسکی یہہ ہی من زار قبری وجبت له شفاعتی رواه الدار قطنی فی السنن والبیهقی ومعنی وجبت انها ثابتة لا بد منها بالوعد الصدق وقوله له ای یخص هو بشفاعة لیست لغیره او یفرد بشفاعة مما یحصل لغیره تشریفا له او ان دخوله فی الشفاعة لا بد فهو بشری بموته مسلما فلا یضر فیه شرط الوفاة علی الاسلام وقوله شفاعتی ای انه یشفع فیه هو بنفسه والشفاعة تعظم بعظم الشافع ازانجملہ حدیث دارقطنی کی ہی من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی یعنے جو کوئی حج کیا اور زیارت میری قبر کی بعد وفات کرنے میرے تو گویا اسنے میری جیتے میرے سے ملا ازانجملہ حدیث ابن عدی کی ہی من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی یعنے جو شخص بیت الله کا حج کرے اور میری زیارت کو نہ اوے تو مقرر اسنے میری حق تلفی کیا از ولو حدیثوں سے ظاہر ہوا کہ بعد حج کرنیکے سفر کرکے مشقت راستے کی اٹھا کے قصد

سے زیارت کے مدینہ منورہ کو جانے میں برکات ہیں اور نہ جانے میں آپ کی حق تلفی ہو
از انجملہ حدیث ابن النجار کی ہے ما من احد من امتی لہ سعۃ ثم لم یزرنی
فلیس لہ عذر یعنے جو کوئی میری امت میں کا تیسیر رکھتے ہو میری زیارت کو نہ دے
تو اسکی یہ خطا عذر پذیر نہیں ہے اس حدیث میں تو صاف ترغیب ہی ان لوگونکو جو مدینہ منورہ
سے دور رہتے ہوے میں سفر کرکے قصد سے زیارت قبر شریف کے مدینہ منورہ کو آنے
پر وہ شخص مغربی ہو یا مشرقی جنوبی ہو یا شمالی لیکن اجماع پس کہا خاتم المجتہدین ابن حجر
مکی نے جوہر المنظم میں اجمع العلماء علی مشروعیۃ الزیارت والسفر
الیہا ولذلک اجمع المسلمون من العلماء وغیرهم علی فعل ذلک فان
الناس لم یزالوا من عهد الصحابۃ الی الیوم یتوجهون من سائر
الافاق الی زیارتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل الحج وبعدہ یقطعون
فیہ مسافۃ بعیدۃ وینفقون فیہ الاموال ویبذلون المهج معتقدین
ان ذلک من اعظم القربات ومن زعم ان هذا الجمع العظیم علی
تکرر الاز منۃ مخطئون فهو المخطئ المحروم یعنے حاصل مضمون کا یہ ہے
جیسا عالموں نے لکھتے ہو کیں مستحبات کے لکھنے پر کہ زیارت قبر شریف کی اور
سفر کرنا زیارت کے واسطے شرعی کام ہی اسیطرح لکھتے ہوئے عالموں اور دوسرے
مسلمانوں نے سفر کرکے جانے قبر شریف کی زیارت کے واسطے کیونکہ لوگ صحابہ کے

کے زمانے سے آج کے روز تک اطراف واکناف سے مسافت دور و دراز کاٹتے ہوئے مدینہ منورہ طرف قصد سے زیارت قبر شریف کے چلے آئے اور چلے آتے ہیں پہلے حج ادا کرنیکے اور بعد اسکے اور خرچ ہیں اور خرچتے ہیں اس سفر میں اپنے مال کو اور جان کو زیارت کا شرف حاصل کرنے اس عقیدے سے کہ سفر زیارت واسطے کا بڑی عمدہ عبادتوں سے ہے پھر جو شخص یہہ گمان کرے کہ یہہ جماعت اتنے زمانوں کے خطا کرنیوالے ہیں سو وہ شخص آپ ہی خطا کرنیوالا اور بے نصیب ہی ایسی سعادت سے انتہی اور زیارت قبر شریف کی قصد سے سفر کرنے کے جواز اور استحسان پر حدیثیں وارد ہوئیں انمیں سے تھوڑے بطریق مشتے نمونہ خروارے کے پہلے ہی مذکور ہو چکے اگر بالفرض اس کام کے اچھے پن پر کوئی حدیث بھی نہوتی تو یہہ ایک خبر بس تھی مارآہ الناس حسنا فھو عند اللہ حسن یعنے جس کام کو دیندار لوگ کامل مسلمان اچھا سمجھینگے سو وہ کام اللہ کنے بھی اچھا ہی جب اس سفر کو مجتہد اور محدث اور علما اور سارے مسلمان بہتر کام سمجھے اور عمل میں لائے تو اس خبر کے رو سے تو وہ کام اللہ کے ہاں بھی بہتر ٹھہرا لیکن وہ جو بعضے عالموں نے لکھا ہے کہ زیارت قبر شریف کی نیت کے ساتھ زیارت مسجد نبوی کی نیت بھی کرے سو ضعیف بات ہے اور خلاف اولیٰ جیسا محقق حنفیوں کا اور حنفیہ اپنے زمانیکا شیخ ابن الہمام فتح القدیر میں اس بات کو کیا پیاری لکھا ہے دل لگے کان لگاکے سنا چاہئے کہ اولیٰ یہہ ہے کہ نیت زیارت مسجد کی نکرے فقط قبر شریف کی زیارت کی نیت کرکے جاوے لیکن جب قبر شریف کے پاس جاویگا تب شرف زیارت مسجد کا بھی پاویگا کیونکہ ایسا کرنے

مین حضرت کی بزرگی بہت سے پائی جاتی ہی اور ایسا کرنے مین موافقت بہی ہوتی ہی دار قطنی اور طبرانی کی حدیث بھی ہی اور وہ حدیث یہ ہی من جاءنی زائرا لا تعمله الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیمة حاصل اسکے معنی کا یہ ہی کہ جو شخص فقط میری زیارت کی نیت سے آئیگا اور اسکے ساتھ کوئی اور کام مقصود نہوگا تو مین خواہ نخواہ اسکا شفیع ہونگا قیامت کے روز بلکہ محرر سطور لکہتا ہی کہ جسپر حج کو جانا فرض ہی نہو اور وہ حج کو جانیکا ارادہ کرے تو میرے پاس اسکے حق مین بہی اولی یہہ ہی کہ فقط قبر شریف کی زیارت کا مقصد کرکے آوے اور جب زیارت سے فراغت پاوے تب بیت اللہ کو جانے اور حج کرنے کا ارادہ کرے بلکہ نظر کرنا اسبات کی کہ بعضے سنتین بعضے فرضون سے افضل ہوتی ہین جیسا ابتداء سلام کرنا اگرچہ سنت ہی لیکن افضل ہی اسکے جواب سے جو فرض ہی اور کسی تنگ دست مدیون کو قرض بخش دینا مستحب کام ہی لیکن افضل ہی اسکو تنگ ہونے مہلت دینے سے جو وہ فرض ہی بنص قرآنی فمن کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة سو زیارت قبر شریف کی افضل ہووے حج فرض سے بہی تو کچہ دور نہین کیونکہ بعضے مستحبات بعضے فرضون سے افضل ہوتے ہین جیسا معلوم ہو چکا واللہ اعلم ورحاصل اس تمام تحریر کا یہہ ہی کہ قبر شریف کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنا سبب ہی خاصی شفاعت ملنے کا اور گناہ بخشے جانیکا پہر وہ بات جو کہ لوگون مین مشہور ہو گئی ہی ابن تیمیہ سے کہ اسنے اس سفر مبارک کو حرام کہا سو یہہ جہل صریح اور جسارت قبیح ہی اسیواسطے علما و فضلا اسبات کے سبب اور دوسرے تہوڑے بڑے باتونکے سبب جو اس سے منسوب ہو گئے ہین چنانچہ تفصیل ان باتون کی نقل المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال کے رسالے مین خوب بیان ہوی اور عالمون نے ان باتون

کے سبب اسکی مذمت لکھی ہین چنانچہ بعضون نے اضلہ اللہ علی علم اور بعضون نے البسہ
اللہ لباس الخزی والخذلان اور مانند اسکے لکھی ہین اور مجھے بہت حیرت اسبات
مین ہے کہ اسکے پاس بھی دور دور سے سفر کرکے مدینہ منورہ کو جانا دوستونسے ملنا اور تجارت
کرنے روا ہے لیکن سید المرسلین شفیع المذنبین کی قبر شریف کی زیارت واسطے فقط جو وہ ایک جاے
ہی فاضل تر عرش و بیت اللہ سے سفر کرنا کیسا حرام ہوا و سند کرنا ابن تیمیہ کا منع کرنے پر اس
سفر کے حدیث کو لاتشد الرحال کے اسکے جہل سے ہی قانون نحو سے کیونکہ استثنا جو
اس حدیث مین ہے سو مفرغ ہے اتفاق سے نحویان اور محدثون کے سو حاصل یہہ ہوا کہ سفر مت کرو
کسی مسجد کے طرف اس عقیدے سے کہ اسمین نماز پڑھنا افضل ہے اور مسجدونمین نماز پڑھنے سے سواے ان
تین مسجدونکے جو حدیث مین مذکور ہوے ہین کہ انکے طرف سفر کرنا اس عقیدے سے روا ہے اور امام نور الدین
سمہودی نے خلاصۃ الوفا مین ذکر کیے ہین کہ زیارت قبر شریف کی ان چیزونسے ہی جو اللہ کا قرب
دلاتے ہین پھر سفر کرنا اسکے حاصل کرنے کے واسطے بھی اسی قسم سے ہوا وسیلۃ القربۃ
قربۃ اور ثابت ہوا ہے کہ حضرت مدینہ سے نکل کے شہیدونکے زیارت واسطے تشریف
فرما ہوے اور جواز سفر پر اجماع ہوا ہے سلف اور خلف کا اور معنا لاتشد الرحال کا یہہ ہی کہ کسے
مسجد مین نماز پڑھنا افضل ہے دوسرے مسجدونمین نماز پڑھنے سے مسجد کے سفر مت کرو جیسا
روایت مین امام احمد کے اور ابن شیبہ کے سند حسن سے آیا ہے کہ فرمایا حضرت نے لاینبغی
للمطی ان تشد رحالہا الی مسجد تبتغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام و

مسجدی هذا والمسجد الاقصی اور کہا مصنف نے کہ اختلاف کئے ہین عالمون نے
سفر کرنے مین کسی اور مسجد واسطے ان تین مسجدون کے سوائے سو کہا بعضون نے کہ حرام ہے
اور کہا بعضون نے حرام نہین ہے اور مقصود حضرت کا لا تشد الرحال سے ظاہر کرتا ہی اثبات
کو کہ قربة مقصود کا اُن تین مسجدون کے سوا اور کسی مسجد طرف سفر کرنے مین نہین ہی جیسا
ایک حدیث مین آیا ہی خیر ما رکبت الیه الرواحل مسجدی هذا والبیت العتیق
انتهی اور بعضے علما اہل سنت نے بھی خطا کئے ہین جو اسی حدیث کو دستاویز کرکے منع
کئے ہین سفر کرنے کو قصد سے زیارت قبور اولیا و صلحا کے اور عبد الحق دہلوی جذب القلوب
مین لکھے کہ حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد سے مراد منع سفر ہی کسی مسجد
طرف سوائے اُن تین مسجدونکے چنانچہ قاعدہ نحویہ جو وجوب جنسیت مستثنی منہ کی ہی مستثنی کے ساتھ
استثنای مفرغ مین سو اسیکو اقتضا کرتا ہی پھر اس سے مطلق منع سفر کرنے سے سوائے
ان تین مسجدونکے لازم نہین آیا اور عبارت اسکی یہ ہی اما حدیث لا تشد الرحال
الا الی ثلثة مساجد مراد بدان منع شد رحال و ارتکاب سفر ست برای کسی غیر مساجد
ثلثة چنانچه قاعده نحویه که وجوب جنسیت مستثنی منه است مر مستثنی را در استثنای مفرغ اقتضای
آن میکند پس منع مطلق از سفر بسوی غیر این مساجد لازم نیاید انتهی مختصراً و تفصیل اس بیان کی
رسالہ حدیقة الاعظم فی خصایص شفیع الامم مین بھی کہا ہی ساتوان سوال نظیر سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبوت مین اور ختمیت مین اور سارے فضیلتو مین پیدا ہو سکتا ہی یا ممکن

جواب سوال ہفتم کا

اور بعد آپکے نبی ہونا ممکن ہے بولنے والے کا کیا حکم ہے

جواب ساتوین سوال کا

جاننا چاہیے کہ نظیر اور مثل ہمارے پیغمبر کا ختمیت میں اور سارے مخلوقات کے اول حقیقی اور اصل تحقیقی ہونے میں اب پیدا ہونا دو قسم کے محالات سے ہے عارضی بھی اور ذاتی بھی لیکن عارضی محال ہونا اس رو سے ہے کہ پروردگار نے قرآن میں خبر دے چکا ہے کہ حضرت سارے پیغمبرونکے خاتم اور آخر ہیں چنانچہ فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر خدا کے ہیں اور آخری ہیں سب پیغمبرون کے اور بھی اللہ تعالی نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا جعلتک اول النبیین خلقا واخرهم بعثا رواه البزار یعنی اے محمد صلعم تجھے سارے پیغمبرونکے پہلے پیدا کیا یعنی روح کو تیرے ظہور میں لایا اور ان سب کے آخر میں تجھے رسالت دے بھیجا ہون اور ذکر کیا اس حدیث کو امام سیوطی نے تمام الدرایہ میں اور خود خاتم الانبیاء نے بھی فرمایا ہے لا نبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی پیغمبر اللہ کے طرف سے آنے والا نہیں پھر خاتم الانبیا کب ہو سکے اور بھی مسلم کے حدیث میں آیا کہ فرمایا حضرت نے وختم بی النبیون یعنی اللہ نے پیغمبرون کو میرے پر ختم کر دیا پھر آپ کے بعد نبی نہیں ہے اور آدم سے عیسی تک حضرت کی ختمیت کی خبر دیتے آئے اور سارے اخبار خدا کے اور اسکے رسولونکے سب کے سب سچ ہیں اور سرمو انکی خبر جھوٹ ہونا محال ہے معلوم ہوا کہ اس سے بھی نظیر انکا اب پیدا ہونا محال ہوا کیونکہ نظیر انکا اسصورت میں خدا اور رسول جھوٹے ٹھہرتے ہیں العیاذ باللہ پھر خدا چاہے تو نظیر انکا پیدا کر سکتا ہے کہنے سے یہ کفر کی بات ہے کیونکہ ایسا سمجھنے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ خدا چاہے تو اپنے کو آپ جھوٹا کر دالے اور جھوٹ

بولنا خدا کا تو محال ہے اور جو محال ہے تحت قدرت نہیں جیسا عقاید حافظیہ میں کہا ولا یوصف
الله تعالی بالقدرة علی الظلم والسفہ والکذب لان المحال لا یدخل تحت
القدرة وعند المعتزلة یقدر ولا یفعل حاصل مضمون اس عبارت کا یہہ ہے کہ
الله کی تعریف اسطرح نکیجا چاہئے کہ الله تعالی قدرت رکھتا ظلم کرنے پر اور جہوٹھہ بولنے پر
کیونکہ محالات تحت قدرة نہیں ہیں اور معتزلہ کے پاس الله تعالی محالات پر قدرت رکھتا ہے
لیکن کرتا نہیں پھر جو کوئی لکھے کہ الله تعالی حضرت کا نظیر پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے لیکن پیدا
کرتا نہیں تو وہ شخص شاید معتزلی عقیدہ رکھتا ہوگا ہم تو سنت جماعت والے ہیں انکے عقیدے
سے ہمیں کچھہ کام نہیں ہے ہمارے پاس تو کفر ہے ایسی بات کرنا جس سے الله تعالی کا جہوٹھا
ہونا لازم آتا ہو اور دوسری قباحت یہہ ہے کہ جب الله کے وعدے کا خلاف ہونا ہوسکے
تو الله اور اسکے نبی کے اخبارات اور مواعید سے مصمم عقیدہ رکھنے میں خلل آتا ہے کیونکہ جہوٹھہ
بولنا خدا کا ممکن ہوا تو خدا جو فرمایا پیغمبرون کو بہشت میں لیجاونگا اور قیامت آنے والی ہے
اور کافرون کو دوزخ میں ڈالونگا کرکے سو ہم سب اُن خبرونکو خواہ مخواہ ہونیوالے ہیں کرکے سمجھہ نہیں
سکتے کیونکہ خلاف اسکے ہونا جب ممکن ہوا قیامت کا نہ آنا اور پیغمبرونکا بہشت میں نجانا اور
کافرون کا دوزخ میں نجانا بھی ممکن ہوا پھر خدا کے وعدے اور خبرون کو یقین ہونیوالے نہ سمجھنا ہے
العیاذ بالله بلکہ حق یہہ ہے کہ الله کے اور رسول کے اخبارات و وعدے ہرگز خلاف ہونیوالے
نہیں الله نے فرمایا ان الله لا یخلف المیعاد پھر دوسرا نبی ہونا بعد خاتم الانبیاء کے اور

پیغمبر ان بہشت میں نجانا اور قیامت کا روز نہ آنا کر کے اللہ کے مشیت ازلیہ میں ہرگز نہیں پھر مشیت
ازلیہ میں خصوص سو بات سے ہونا ممکن ہے نہیں خصوصا خاتم الانبیا کے بعد دوسرا نبی ہونا ممکن ہے بولنے والوں
کے کافر ہونے پر امام نور الپشتی نے اپنے عقیدے میں اشارہ کیا جو کہا کہ جو شخص کہا کہ حضرت کے بعد
کوئی پیغمبر تھا یا ہے یا آیندہ ہوگا یا کہا کہ ممکن ہے کہ بعد حضرت کے کوئی نبی ہووے تو وہ شخص کافر ہے کیونکہ
ایسا کہنے سے اللہ کا جھوٹا ہونا ہو سکنے کے کا مومنین سمجھو تا ہے اور ایسا عقیدہ کہنا کفر
ہے اور کہا بھی ہے شرط ایمان کے درستی کا خاتم الانبیا پر اور عبارت اسکی یہ ہے آنکسیکہ گوید بعد
از من نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود و آنکسیکہ گوید امکان دارد کہ باشد کافرست و اینست
درستی ایمان بر خاتم الانبیا اور عارف دہر علامہ عصر مقتدای دوران مقبول بارگاہ سبحان حضرت
محمد حسین مدرسی المعروف بنام صاحب عقاید حسینی کے رسالے میں لکھے ہیں سو عبارت یہ
ہے ولنصرت کامل و حظ وافر یعنی حضرت دربندکان مخصوص سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است
کہ نبی آنحضرت درین کمال کسے نشده ونخواهد شد انتہی اگر حضرت سرکا دوسرا ہونا ممکن ذاتی
سی ہونا تو بجزم نخواهد شد نفرماتے بلکہ نشد پر بس کرتے فافہم لیکن ذاتی محال ہے سو تین وجہ سے
ہیں ایک ان میں سے یہ ہے کہ آنحضرت اول حقیقی و اصل تحقیقی تمامی مخلوقات ارض و سماوات
کے ہو چکے ہیں احادیث قدسیہ دیکھنے سے اور اجماع سے اہل کشوف صادقہ کے بلکہ
آنحضرت ... انقطاع ... ہیں کہ ہر ایک دوسرے کے سلسلہ حقیقی اول ہیں اور تحقیقی
اصل ہیں ملنا محال ذاتی ہے کیونکہ اول حقیقی ہونی کی صفت ایک فرد کو اول ملنے بعد دوسرے میں

وہ صفت پھر پائے جانا شریک باری سا محال ہی پھر حضرت کا نظیر حقیقی اصل بن میں ہونا محال ہوا دوسری وجہ حضرت کا نظیر پیدا ہونا محال ہونیکی یہ ہی کہ اللہ نے حضرت کو علی الاطلاق خاتم الانبیا فرمایا پھر اگر دوسرا نبی ہونا اسکے ارادہ ازلیہ میں ہوتا تو آپکو علی الاطلاق خاتم الانبیا نفرماتا فقط محمد رسول اللہ بولنے پر بس کرتا پھر اس سے صاف معلوم ہوا کہ بعد حضرت کے دوسرا نبی ہونا ارادہ ازلیہ میں نہیں پھر خاتم الانبیا دوسرا ہونیکا کی مشیت ازلیہ میں کب ہو گا پھر جو چیز ارادہ ازلیہ میں نہو سو تحت قدرت نہیں جیسا شریک باریتعالی کا اور وہ ممکنات جو مشیت ازلیہ میں نہوں سو تحت قدرۃ الصیہ سے نکل گئے ہیں کیونکہ قدرت الصیہ اثر کرنے کا محل فقط وہی ممکنات ہیں جنسے مشیت ازلیہ علاقہ پکڑی ہو چنانچہ عارف نامی حضرت عبدالرحمن جامی نے اپنے عقیدہ میں اس بات طرف اشارے کئے ہیں جو لکھے بیت بعد از ان قدرتی بود کامل ۔ مرادات راہمہ شامل دیکھو اس بیت میں صاف بیان ہی کہ اللہ کی قدرت اُن ہی چیزوں میں اثر کرتی ہی جو اللہ کے ارادے میں ہیں اور بڑے بڑے محدثان مفسران بھی اپنے اپنے کتابوں میں ایسا ہی لکھ گئے ہیں چنانچہ تفسیر جلالین میں کہا ہی ان اللہ علی کل شی شائہ قدیر یعنے بیشک اللہ تعالی جس چیز کو موجود کرنا اسکے چاہا ہی سو اسی پر قادر ہی اور جس چیز کے پیدا کرنے کو ازل میں چاہا نہیں سو وہ چیز تحت قدرت نہیں ہی اور نکالے بعض عام پن سے آیہ ان اللہ علی کل شی قدیر کے ذات اور صفات باریتعالی کے اور دوسرے ذاتی محالات اور بھی نکالے گئے ہیں اہل سنت کے عام پن سے اور مخلوق الصی تعالی جو فنی سے وہ

وہ چیز جس سے مشیت ازلیہ علاقہ نہ رکھی ہو پھر نہ لکھا جائیگا اللہ تعالیٰ قادر ہی محالات پر ایسا بولنے سے بولنے والے کا جھوٹ ثابت ہو جائیگا کیونکہ وہ چیزیں مخلوقیت میں آنے والی نہیں ابدالآباد تک لیکن ادب کو اور تعظیم کو نکاہ کھنے ایسا بھی نکہنا کہ اللہ تعالیٰ قادر نہیں ہے کیونکہ ایسا لینا اگرچہ حقیقت میں سچ ہی لیکن ادب و تعظیم سے دور ہے جیسا ملا علی قاری نے مسبح الازہر میں اس مضمون طرف اشارہ کیا ہی سو عبارت اسکی یہ ہی خص قولہ تعالیٰ ان اللہ علی کل شی قدیر بما شاء لیخرج سنہ ذاتہ و صفاتہ و ما لم یشاء من مخلوقاتہ و ما یکون من المحال وقوعہ فی کائناتہ والحاصل ان کل شی تعلقت بہ مشیتہ تعلقت بہ قدرتہ والا فلا انہ لا یقال ھو قادر علی المحال العدم وقوعہ ولزوم کذبہ و لا یقال غیر قادر علیہ تعظیما لادبہ مع ربہ انتہی اور آیت مذکور خاص ہونے پر ایک بات دلیل ہو سکتی ہی کہ سنت جماعت کے مذہب میں شی معنے موجود کے ہی جیسا کہ عقیدہ حافظیہ میں کہا والمعدوم لیس بشی کما انہ لیس بشی پھر اس رو سے اللہ تعالیٰ پر اطلاق شے کا روا ہو کیونکہ اسکی موجودیت سب کے پاس ثابت ہی پھر اس آیت کو عام لینے سے لازم آتا ہی کہ خدا تعالیٰ اپنے پر آپ قادر ہو وے جب قادر ہو تو وہ اسکی مقدور ہووی اور جو مقدور ہو تحت قدرت آئیگی پھر ذات اسکی ممکن ہووی ہو ویں یہ غلط اتہم غلط پھر وہ آیت اس رو سے بھی خاص ہوئی الحاصل مثل و نظیر خاتم الانبیا کا ہونا ثبوت اور ختمیت نہیں اللہ کے ارادے میں ہو تو خبر اسکی جو ختمیت سے حضرت کے

دیا ہی جو نقص پرتی ہی اور اللہ کی قدرت بیان کرنے سے مدح اور حمد خدا کی ثابت ہو
ہو تو موجب تکمیل توحید کا ہی اور اگر قدرت کے بیان سے اسکی ذات یا صفات کو عیب
و نقصان لگتا ہو جیسا اسکی خبر میں کذب لازم آتا ہو تو وہان قدرت کا بیان نکرنا موجب مدح
کا ہی اور بیان کرنا سبب قدح کا اور تنقیص کا ہی جیسا کہنا خدا تعالی ظلم و سفاہت یا
توالد و تناسل پر یا ایک کو خاتم الانبیا بنا چکا ہو ان بولے پھر دوسرا نبی بنانے پر قدرت
رکھتا ہی چاہے تو پیدا کر ڈالے لیکن کرتا نہیں سو اسطرح کی قدرت بیان کرنا عین اسکی مذمت
ہی الحاصل جب قدرت قدیمہ کا اثر ظاہر ہونے کا محل وہی ممکن ہو جسسے مشیت ازلیہ علاقہ
پکڑی ہو پھر ہمارے پیغمبر کا دوسرا پیغمبر اور خاتم الانبیا اور اول مخلوقات ارضی و سماوی
ہونا اور سب پر کی ظہور کی علت غائیہ ہونا ذاتی محالات سے ہو کیونکہ ایسا دوسرا ہونا
مشیت ازلیہ میں تو نہیں سو اللہ تعالی اور رسول کے اور آدم سے لیکے خاتم تک کے پیغمبرون کے
کلام سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے حضرت سارے پیغمبرون کے آخری پیغمبر ہیں پھر کوئی
نبی آپکے بعد ہونا ممکن ہی نہیں نہ اس عالم میں نہ فرضی عالم میں پھر خاتم الانبیا کہان ہو سکے کیونکہ
مشیت ازلیہ میں ہو سو کام ظہور میں آتا اس عالم میں ہو یا فرضی عالم میں ذاتی محال ہی اگر بالفرض کوئی
نیا عالم پیدا بھی کرے تو اسی مظہر اتم کے وساطت سے پیدا کریگا نہ بدون وساطت اسکے
جیسا عارف ربانی واقف اسرار یزدانی قدوۂ اولیائے عصر زبدۂ اصفیائے دہر المتلقب
من عند الرسول بعبد الحق محمد مخدوم القادری الساوی فتاح التفاسیر کے دیباچہ

میں اِس بات طرف اشارہ کئے ہیں سو وہ عبارت یہہ ہی کہ بی واسطہ مخلوق مطلق و نور بی نظیر شی در وجود آمدن محال است پس لابدست کہ ہمہ مظاہر خارجی از واسطہ مظہر وحدت کہ مخلوق مطلق ہست باشد پس بی واسطہ ذات رحمۃ للعالمین شی چگونہ در وجود آید کہ مثل شریک باری ممتنع الوجود ست انتہی و خلاصہ اس عبارت کی مضمون کا یہہ ہی کہ کوی چیز بے وساطت حضرت کے ظہور میں آنا محال ہی جیسا شریک باری کا پھر جو چیز وساطت سے حضرت کے ظہور میں آئیکے وہ چیز حضرت سے سر یکے ہو کے اور تیسری وجہ حضرت کا نظیر اب پیدا نہ ہو سکنے کی یہہ ہی کہ حدیث قدسی میں آیا ہی کہ فرمایا اللہ نے آپکے حق میں لولاک لما اظہرت ربوبیتی رواہ الحاکم یعنی اگر نہ ہوتا محمد تو نہ ظاہر کرتا میں میری ربوبیت کو جب اللہ تعالی اپنے ربوبیت کو آپہی کے وساطت سے ظہور میں لا چکا اور حضرت کو مظہر اتم اپنے ذات و صفات کا بنا دیا پھر دوسیرے کی وساطت سے ربوبیت کو ظہور میں لاوے اور اسکو مظہر اتم اپنی ذات و صفات کا بنا تو لغو کام اور فعل عبث ہوا اور لغو کام و فعل عبث اللہ سے صادر ہونا محال ہی پھر نظیر آپکا ہونا اس رو سے بھی محال ہوا پھر اگر کوئی کہے کہ ایسا دوسرا مظہر اتم ہونا اور ربوبیت کے ظہور کی علت غائی بننا قدرت کے رو سے ممکن ہی تو گویا اسنے لغو کام و فعل عبث اللہ سے صادر ہونا ممکن ہی کہا ایسا کہنا تو کفر ہی پھر آپکا نظیر ہو سکتا ہی بولنا بھی کفر ہوا کہ ایسا بولنے میں نسبت فعل عبث اور لغو ہونے کی اللہ کے طرف کرنا ممکن ٹہرتا ہی العیاذ باللہ اور خود اللہ تعالی نے فرمایا ہی سورۂ طہ میں واصطنعتک لنفسی یعنی پیدا کیا

مین تجھکو ای محمد اپنے واسطے اور ایک حدیث قدسی مین ہی جسکو ابن عساکر نے روایت کی ہی کہ
فرمایا اللہ نے خطاب کر کے ہمارے پیغمبر کو سا خلقت خلقا اکرم علی منک و لقد
خلقت الدنیا واھلہا لاعرفہم کرامتک و منزلتک عندی
ولولاک ما خلقت الدنیا یعنے حاصل مضمون یہہ ہی ای محمد تجہسا مخلوق
کوئی پیدا کیا نہین ہون اور دنیا اور اہل دنیا کو پیدا کیا سو اسواسطے ہی کہ تا پہچانے تیری بزرگی اور
مرتبے کو جو میرے پاس ہی اگر تو نہوتا تو پیدا کرتا مین دنیا کو پہر اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ کوئی
شخص ہمارے حضرت سا نہین ہو سکتا نہین تو کذب لازم آئیگا اللہ کی خبر مین کیونکہ بالفرض
پیدا ہوا تو قول اللہ کا جو ما خلقت اکرم منک ہی اسوقت جھوٹھا ٹھہر جاتا ہی و اللہ
کی کوئی خبر جھوٹھی ہونا بالفعل ہو یا آیندہ محال ہی پہر حضرت سا پیدا ہونا بھی محال ہوا
اب یہان ایک تازی نادر بات سننا چاہیئے کہ ایسا بولنا کہ اللہ تعالی قادر ہی کہ وہ چاہی تو
محمد سے بھی بہتر ہزار پیدا کر ڈالے سخت بے ادبی کی بات ہی اللہ اکبر کہہ رہتے دل
من فواھہم اس قول قابل الاحول سے دو برائیان لازم آتے ہین ایک تو اللہ کا حادث
ولائل قویہ سے صاف معلوم تو ہو چکا کہ نظیر ہمارے پیغمبر کا ہونا مشیت ازلیہ مین نہین ہی جیسا
مدلل پہلے بھی مذکور ہو چکی پہر مشیت ازلیہ مین نہین سو بات اسکو اب چاہنا محال ہی پہر اگر
اب چاہا تو یہہ چاہنا اسکا حادث ہوا جب صفت اسکی حادث ہوئی تو اسکی
ذات بھی حادث ہونا لازم آئیگا اور ذات و صفات کا حادث ہونا محال ہی پہر اب چاہ

اس بات کو جس بات تکو زوال میں جا رہا ہو سو بھی محال ذاتی ہی بعض اس رو سے نظیر آپکا ہونا بھی محال ذاتی ہوا
سو تحت قدرت قدیمہ سے خارج ہو گیا جیسے دوسرے محالات ذاتیہ و رد ممکنات جنسے مشیت
ازلیہ علاقہ پکڑی ہو سو تحت قدرت قدیمہ سے نکل گئے ہیں ہان کوئی شخص پہلے معتزلہ بن جاوے تو ایسی
مہمل بات کرنا اسکو سہاوے کیونکہ انکے مذہب میں ایسا کہنا جائز ہی کہ اللہ تعالی محالات پر قادر
ہی لیکن کرتا نہیں اور دوسری برائی لازم کفر ہی کیونکہ خاتم الانبیا کے حق میں اطلاق کرنا ایسے عبارات
والفاظ کا جسکو عرف و عادت میں محل تحقیر میں استعمال کیا کرتے ہون سو سخت کفر ہی العیاذ
باللہ اور اجماع اسبات پر ہی کہ کفر ہی ہمارے حضرت کے حق میں ایسے کوئی بات کرنا جس سے
بو حقارت کی مسلمانوں کے دینداری کے ناک تک پہنچے اگرچہ ویسی بات بولنے والے کا ارادہ حضرت
کے تحقیر کا نہو بلکہ سچی بات بھی حضرت کے حق میں کہا لیکن توہین کے طریق پر تو وہ بھی کافر ہو ایسی
سبب سے سیف اللہ خالد ابن ولید صحابی نے مالک ابن نویرہ کو جان سے مار ہی ڈالا جب اسنے
آپ سے اتنا ہی کہا کہ تمہارے صاحب کیا کہتے اور مراد اسکے لفظ صاحب سے آنحضرت ہی تھے
اگرچہ وہ لفظ حقارت کے محل میں برتنے واسطے مقرر بھی نہ تھا شریعت میں نہ عرف میں لیکن اسکے
بولنے کی نہج سے کچھ بو اہانت کی انکے دینداری کے ناک تک پہنچی سو اسکو مار ہی ڈالا اور ابوبکر
صدیق نے خالد کے اس فعل پر نہ انکار کیئے نہ اعتراض بخلاف اسبات کے کہ تمہارے سر کے
پیندی ہزار کرور ولی بنا ڈالے یا پیدا کر ڈالے بولیں تو صاف اہانت پر دلالت کرتا ہی کیونکہ
ایسی عبارتوں کو اہانت اور حقارت کے جا گو میں برتنے کا معمول ہی پھر حضرت کے حق

مین اپنے برے الفاظ کو برتنا مطلق کفر ہی اس لفظ سے توہین کا ارادہ کرنے پر قرینہ ہو یا نہو واللہ الموفق
اگر کسیکو اللہ کی قدرت جناب رسالت پر بیان کرنا مقصود تھا تو بارے یون کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا
قادر ہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سا بندہ بے نظیر پیدا کیا اور اسکو اپنے رب ہی کے ظہور کی
علت غائی ٹھہرایا اور اسکو خاتم الانبیا بنایا پھر ایسا نہ بنائیگا اگرچہ ایسے قادر ہی بلکہ منصف لوگ
اسطرح سے قدرت بیان کرنیمین خاتم الانبیا کی عظمت و علو شان نکلتی ہی نہ اہانت آپکی اگرچہ اسکو بہت
بھی قدرت بیان کرنا خلاف عقیدہ ہی اور حضرت مستان نور الٰہی نے حدیقۂ اعظم کے
رسالے میں اور تحفۂ محمدیہ کے رسالے میں اور بستان الشہادۃ کے دیباچے میں اور نعتیہ قصاید مین
حضرت سید بلاد بسرا بہو سکنے کی طرف اور آپکی نظیر خدا کی شریک سا معدوم ہونے کی طرف
اشارہ کیا ہی چنانچہ دیباچے مین بستان الشہادۃ مطبوعی و قلمی کے ہی سو عبارت یہ ہی درود
بیشمار اس مختار درگاہ پروردگار پر کہ جسکا نظیر خدا کی شریک سا معدوم و ایک قصیدہ
نعتیہ مطبوعی مین جسکو ڈہونی والے مدح خوان اور ہر قصاید جو انکی بنسبت جا بجا پڑھتی ہین
سو دو بیت اس قصیدہ کے یہ ہین ~ نقش ثانی ایسی ہستی کے لوح پر تا بہ ابد نقش ہیرے
سا ہرگز نہو پھر بعد ختم انبیا تجھکو اللہ نے کیا : تجھسا نہ پھر ہوگا کوئی اور ہوا ہین :: اور
گلستان عشق نام ایک ہندی مثنوی ہی اچھی کہ بانی ہوئی جسکی تاریخ رشک مثنوی حسن ہے
اسکے نعتیہ بیانمین یہ دو بیت یہ ہین ~ نظیر اسکا اسکا ابد تک جب تھا نہ ہو اسلیے
دو سایہ سدا : نظیر اسکا مثل شریک خدا : نہ ہرگز ہوئی نہ پھر ہو وےگا : اور حدیقۂ اعظم

اور تحفہ احمدیہ مین اس بیان کو مفصل مدلل بیان کیا ہی **نکتہ** ایک پاکیزہ بات لکھتا ہون غور
سے دیکھا چاہیے کہ جب سایہ آدمی کا اسکا ایک نوع کا نظیر اور مانند ہوتا ہی سو اللہ نے
سید المرسلین کو ویسے نظیر سے بھی بے نظیر کر دیا تا عقل والے سمجھین کہ حضرت کا جب ایسا نظیر بھی نہو سکے
تو پھر کامل نظیر سب صفتون مین ہو سکنا مقرر محالات سے ہی اور محمد رسولا ایک بیت مین اپنے قصیدہ
غرا کے اس مضمون طرف اشارہ کیا ہی وہ بیت یہ ہی **شعر** ایسا تو نظیر ہی سایہ بھی تجھکو نہین یہہ
شان حق ہی تیری کسکو لااحصی ہی اور معارج النبوۃ کے معجزات کے فصل مین ہی کہ ظل ہر چیز
مثل اوست و چون آنحضرت را از زمان ایجاد خلق تا وقت افنا آن مثل و نظیر نبود لاجرم سایہ کہ
مثل شخص ہست از ذات آنحضرت منتفی گشتہ **مصرع** سایہ چون با شخص کند ہمسری نیست ترا
در خور پیغمبری چونکہ نظیرت نبود در جہان سایہ ترا نیست از آن ہمچنان اب یہہ بھی
جانا چاہیے کہ ان ساتون سوالون کے جوابون کا خلاصہ فوز العظیم فی مناقب نبی الکریم اور
حدیقہ اعظم فی خصایص شفیع الامم مین اور عقاید نیر شر مین پہلے ہی بیان کر چکا ہون پھر
ثانی الحال ان سب کا خلاصہ ایک قصیدہ غرا مین جو مدت کے آگے بنا ہی کیا اور چھیاستھوین
سال کے محرم مین چھاپے جاکے گھر گھر شہر بشہر پھیل گیا ہی سو بھی بیان کیا ہون اس قصیدے کو یہان
بھی نقل کرتا ہون تا سچے دوستان سید المرسلین کے انکو شوق دل سے پڑھے صبح شام کے ورد
مین رکھین اور اس عاصی کے حق مین دعا خیر کرین وہ قصیدہ یہ ہی **قصیدہ** ای شاہ انبیا تو
اگرچہ خدا نہین ہی لیکن کچھ خدا سے تو ایکدم جدا نہین ہی ایسا ہی ایک تو بخدا و کردگار ہی

خرشنم احولون کے دوئی کو جگا نہیں ؛ اتنا ہی جانے سب تجھے خیر البشر ہی تو ؛ پر جانے بھید
تیرا کوئی جز خدا نہیں ؛ احسان تیرا عام خلائق پہ ہی تمام ؛ فیاض دو جہاں کا کوئی تجھ سوا نہیں ؛ نقاش
لا یزال ہے ہستی کے لوح پر ؛ پاکیزہ نقش تیرے سا ہر گز ہوا نہیں ؛ اول مقام تیرا ہی او ادنی
ای نبی ؛ آخر تلک اسکے عقل رسل کو رسا نہیں ؛ یہ تجھ میں تیرے حسن کے ملک و ملک تمام ؛ تیرے
سوا پھر انکو تو یکدم بقا نہیں ؛ فیض وجود پہنچے نہ تیرے سبب ایکدم ؛ عالم عدم ہو گویا کہ پیدا ہوا نہیں ؛
اللہ کیا ہو تیری خدایا س منزلت ؛ بے واسطے تیرے جو کہ چلتی قضا نہیں ؛ ایسا تو بے نظیر ہی سایہ
بھی تجھکو نہیں ؛ یہ شان جز نبی بن تیرے کسکو ملا نہیں ؛ جو خوشنودی تیری حق کی ہے مطلوب ہر زمان ؛
واللہ تیری شان کا کچھ انتہا نہیں ؛ پایا نہ علم ورزی کوئی از جناب حق ؛ جب تک قدم تو
بیچ مین اپنا رکھا نہیں ؛ جب ختم انبیا تجھے اللہ نے کیا تجھ سا تو پھر ہوگا کوئی اور ہوا نہیں ؛
نیچے تیرے لوا کے رہینگے تمام خلق ؛ اس شان کا رسل کوئی دوسرا نہیں ؛ اللہ کے عطا سے
خزانے ہیں تیرے ہاتھ ؛ پھر کون وہ جو تجھ سے کچھ التجا نہیں ؛ ملجا بروز حشر خلائق کا اے رسول
بن تیرے حق تعالی کسیکو کیا نہیں ؛ تجھ سے ہی فتح باب شفاعت ہے حشر میں ؛ دیکھ رتبہ اور کسیکو
خدا نے دیا نہیں ؛ امت کو تیرے حق نے دیا ہی جو کچھ شرف ؛ پیغمبروں کو اس سے کچھ اتنا ملا نہیں ؛
آدم کے جرم کو نہیں بخشا ہے کردگار ؛ جب تک وسیلہ تجھکو وہ اپنا کیا نہیں ؛ لوح و قلم کا
علم تیرے علم سے ہی کچھ ؛ واللہ تیرے علم کو حد انتہا نہیں ؛ جب عذر خواہ تجھ سا ہو رب
کریم پاس ؛ ہم عاصیوں کو خوف بے وزجرا نہیں ؛ ایسا ہو در مرہم تیرے شفاعت کا جو ملک ؛

بولے کسیکو یا نے ہر اچھوڑتا نہین ۔ اُسوقت مین ہوا تو نبوت سے سرفراز ۔ جسوقت آدم اور ملک
کا پتا نہین ۔ زندہ ہی قبر مین تو جون عیسیٰ فلک پہ ہی ۔ ایسی حیات کسکو کیا دو عطا نہین
جو چاہے کرنے اذن تجھے ملیگا قبر مین ۔ مومن کو اسس سخن مین ذرا مترا نہین ۔ تیری ہی
نعت مین بھے سمجھا وہی ای رسول ۔ بعد خدا بزرگ کوی تیرے سا نہین ۔ نازل ہو تجھہ پہ اور
تیری آل پر تمام ۔ اتنے درود جنکو تو کچھ انتہا نہین ۔ سب مشکلون کو میرے توسل کر دیے
ہین تیرے یہان وہان کوی مشکل کشا نہین ۔ اسلیے کیا جو سفارش تو بعد ازان کوی بھی اسنے سفارش کیا نہین ۔
اپنے خویش کے ہین مددگار ای نبی ۔ غمخوار پر کوی تیرے اولاد کا نہین ۔ مایوس سب سے ہو کے
تیرے سے ہون ملتجی ۔ دیری کا وقت ای شہ ارض و سما نہین ۔ ای ختم انبیا تو مرا دستگیر
ہو ۔ مشتاق کا بجز تیرے حاجت روا نہین **اٹھوان سوال** سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کی یا ایسی ایک عضو شریف کی یا ایسی ایک چیز کی ان چیزون سے جو حضرت طرف منسوب ہین قطعیہ نسبت سے یا ظنیہ نسبت سے
جیسا حدیث اسکی ہی اور دستار اور موی مبارک اور سادات اور نعلین مبارک اور مانند اسکے کسی چیز کی
اہانت کرنا یا کسی محقر چیز کے ساتھہ تشبیہ دینا کفر ہی کہ نہین اور کوی شخص لکھے کہ سب انبیا اور اولیا
اللہ کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہین جیسا تقویۃ الایمان کے ایک سے تیرہون صفحے مین
اسسا تہ کو لکھا ہی سو ایسی بات منہہ سے یا قلم سے نکالنے والے کا کیا حکم ہی شرع شریف
کے رو سے **جواب اٹھوین سوال کا** جاننا چاہیے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کو یا ایک عضو شریف کو یا کسی ایک چیز کو ان چیزون مین سے جو حضرت کے سات منسو

نسبت دینی قطعیہ نسبت سے یا ظنیہ سے جیسا حدیث شریف و جبہ مبارک و دستار مکرم و موئے شریف و
محترم و نعلین مکرم تشبیہ دیوے کسی محقر چیز کے ساتھ یا انکی اہانت کرے تو وہ تشبیہ دینے والا اور
اہانت کرنیوالا کافر ہو جائیگا اجماع سے امت کے اور واجب ہو جائیگا قتل کرنا اسکا اور اسیطرح کافر
ہو جائیگا وہ شخص جو اہانت کرے اسکی جو سید المرسلین کے نسب سے بہرہ یاب ہو گیا قطعیہ نسبت سے
یا ظنیہ نسبت سے جیسا سید جو شخص حضرت کے نسل شریف سے ہووے اگرچہ نسبت ظنیہ سے ہو پھر
اسکی اہانت کرنا کفر ہے جیسا ملا علی قاری شرح الازہر میں لکھا من قال العلوی علیو یا
بالاستخفاف نقد کفر یعنے جو کوئی سید کو حقارت کے ارادے سے سیدڑا
کہا تو مقرر اسنے کفر کیا اور اسیطرح لکھے ہیں سراج العلما مولوی اسلم صاحب نے اپنے
سفینے میں جہاں کلمات کفر کو بیان کیے ہیں اور کافر ہو جاتا ہے وہ شخص جو لگا دیوے کچھہ عیب ذات مکرم
میں یا نسب محترم میں یا کسی ایک خصلت میں حضرت کے خصلتوں میں سے صاف صاف ہو یا کنا
اشارے سے یا جہالت سے یا جان بوجھ کے یا منسوب کرے حضرت کی طرف کوئی چیز
لایق حضرت کی علو منصب کی بطور ذکر کے اہانت کے راہ سے ان کاموں کو جو حضرت سے بہلات
کی صورت سے ہوئے ہیں یا بیان کرے توہین کے قصد سے ان کاموں کو جو حضرت سے متعلق ہیں یا
کوئی کہے حضرت پر فقیری تھی یا آپ بھی آدمی تھے یا آپ بھی پہلے لا کپڑا پہنتے تھے تو ان سب
صورتوں میں کافر ہو جائیگا اور قتل اسکا فرض ہے اور یہی حکم سب پیغمبروں کا اور فرشتوں کا اور
مواہب اللدنیہ میں ابن مالک سے نقل کیا کہ لا تقبل توبتہ ولا عذرہ لہذا یہی سمجھو اور

غلط ہی یعنے قبول نہوگا توبہ اس شخص کا اور نہ عذر اسکا اگرچہ دعوی کرے اسبات کا کہ بہلا
ہے کہا ہون یا غلطی سے اور بزازی کے لکھے سے ظاہر ہوتا ہی کہ حنفیہ کے پاس یہی بھی حکم ہی
لیکن کفر اسکا تو اجماع سے ثابت ہی زمانہ صحابہ سے لیکر آج تک جیسا کہا قاضی عیاض نے شفا
مین ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والمنتقص لہ صراحۃ او کنایۃ او
اشارۃ کافر وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شک فی کفرہ وعذابہ کفر
یعنے نالایق بات حضرت کے حق مین کہنے والا اور حضرت کی شان کو گہٹانے والا صاف صاف
یا کنایے یا اشارے سے ہو کافر ہوتا ہی اور حکم اسکا سارے امت کے پاس جان سے مار ڈالنا ہی
اور جو کوئی شک کریگا اسکے کافر ہونے مین اور عذاب کئے جانے مین سو وہ بھی کافر ہی اور خطابی کہا
لا اعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتلہ ان کان مسلما یعنے
مین جانتا نہین کسی ایک کو جو اختلاف کیا ہو اسکا قتل واجب ہونے مین اگر اہانت کرنیوالا مسلمان
ہو انتہی پھر جب انبیا جو اللہ کے پاس بڑے عزتمند و مرتبے والے ہین سو انکے حق مین کوئی لکہے کہ اللہ کے
روبرو نکمی ذرے سے بہت کم ہین سو اس عبارت کی تہجین اور تقبیح دہلک صاف توہین پر دلالت کرتی
ہی جیسا کسی نے لکہے کہ آصف جاہ مثلا ذوالقرنین کے روبرو ادنے ناکارے خدمتگار سے بھی کمتر ہین
تو خواہ نخواہ اسنے اپنے کلام کو تحقیر کی نہج پر ڈالا گو کہ قصد تحقیر کا نکیا ہو افسوس ہی کہ جب انبیا خدا کے
روبرو ذرہ ناچیز سے کمتر ہوئے تو ذرہ ناچیز غیروں سے برتر ٹھہرا العیاذ باللہ جب مالک ابن
نویرہ خالد ابن ولید سے کہا قال صاحبکم یعنے کہا صاحب تمہارا تو اتنی دیری

بانت پر جو ایک نوع کی تحقیر پر دلالت کرتی تھی تو خالد ابن ولید نے بلا تامل اسکو مار ہی ڈالے اور صدیق اکبر نے اسکو مناسب تر لکھے رضی اللہ عنہما اور ابن عاصی نے پچاسوین سال الملک رسالہ کفریات مین نظم کیا تھا سو ایکبار ساتوین مسئلہ مین دوسری بار ترسٹھوین مسئلہ مین چھاپے جاکے چو طرف پھیلا گیا ہی سو اسکے چند ابیات مین خلاصہ اس سب تحریرات کا بیان کیا ہو سو وے ابیات یہان لکھے جاتے ہین ف نبوت مین لکھے جو شک ذرا سا : نبی کی کوی خبر یا جھوٹھ سمجھا : نبی کی یا کرے کوئی اہانت : اگرچہ ہو وے ذری سی انجہالت : نبی نے حلم سے ہر فرشتہ : یونہی بیشک کلام حق تعالے : کلام مصطفی کی بھی اہانت : بھی اسکے حال کی ذری حقارت : ہی کفر صاف اسمین شک لا تو : ہی اجماع اسپہ اس کو یاد رکھو شخو : وہ تحقیر سے بدبخت اشقی : نبی کی حق مین بیجی بات بولا : لکھا جیسا نبی بھی آدمی تھے : و یا بولا نبی بھی کھینچے فاقے : و یا بولا ہزیمت پائے حضرت : تو کافر ہو بھی اسپر ہے لعنت : اہانت جو کہ سنت کی کرے ہی : سو وہ بدبخت بھی کافر بنے ہی : کرے موے مبارک کی جو تحقیر : کیے ہین عالمون نے اسکی تکفیر

نوان سوال

نعلین شریف کا نقش کھینچنا اور اسکو اپنے گھر مین یا اپنے پاس رکھنا برکت حاصل ہونے اور بلیات ٹلنے کے قصد سے جایز ہی کہ نہین

جواب نوین سوال کا

جانا چاہیے کہ تصویر کسی غیر جاندار کی کھینچنا اور اسکو گھر مین یا اپنے پاس رکھنا شریعت مین مکروہ نہین حرام تو کیا بات پھر اس دو نقش نعلین شریف کا کھینچنا اور اسکو اپنے پاس رکھنا بطریق اولی جایز ہوا لیکن اس نقش کو اس عقیدے سے اپنے پاس

رکھنا کہ اسکے رکھنے سے اللہ تعالی برکت سے صاحب نعلین کے بلا ٹالیگا یا دشمن پر غالب رکھیگا یا رزق میں برکت دیگا سو یہ بات کسی حدیث میں نہ کسی صحابی کے قول سے ثابت ہوئی نہ چار امام میں کسی امام سے روایت پائی گئی لیکن متاخرین میں بعضے اکابر علمای عاملین و حفاظ محدثین نوریہ بجہم نے جیسا امام ابو بکر ابن العربی و حافظ ابو عبد اللہ و ابو عبد اللہ ابن الرشید الفہری و ابو عبد اللہ محمد ابن جابر و خطیب الخطیب ابن عبد اللہ ابن مرزوق تلمسانی و ابن سبع ابن الربیع ابن البلد و ابو اسحاق ابراہیم و ابن عساکر و ابن ابو الخصال و ابو الحکم و مالک بن المرحل و ابن عبد الملک المراکشی و بدر فارقی و حافظ عراقی و بلقینی و شیخ یوسف مالکی و حافظ سخاوی و حافظ سیوطی و غیرہم دین کے مقتدا ہوئے کسی کے پاس کہیں نعل شریف تھا تو انمیں کے بعضے اکابر نے اسکی عرض و طول کے موافق نقش کھینچے اور اس نقش کے لکھنے میں برکات و فواید تجربے سے پائے پھر انکے زمانے والے اور بعد انکے زمانے محدثان فقہا و اہل صلاح و اہل کلام و مشائخ سے آج تلک جو ہوئے ہیں انمیں سے کوئی ایک اس کام پر اعتراض نہ کیا بلکہ سب نے اس کام کو مسلم رکھے و مستحسن جانے ہیں پھر اس رو سے اس نقش کو کھینچنا اور اسکو اپنے پاس رکھنا قصد سے حصول برکت کے بڑے بڑے محدثان فقہا کے اقوال و افعال سے ثابت ہو چکا اور اس زمانے سے آج تک جتنے محدثان فقہا علما ہوئے ہیں وے سب کے سب اس کام کو اچھا جانے اور کوئی ایک انمیں کا اس کام پر انکار نہ کیا پھر اس کام کے جواز پر ایک نوع کا اجماع ہوا بلکہ اس کام کا اچھا ہونا اللہ و رسول کے پاس بھی ہی سو ایک عمدہ صحابی کے ایک قول سے بھی اشارۃً ثابت ہو سکتا ہی

جو فرماتے ہیں ما راٰہ المومنون حسناً فہو عند اللہ حسن یعنے جس کام کو کل
مسلمانان اچھا جانیں وہ کام اللہ کے پاس بھی اچھا ہی ہے پس اس کام پر انکار کرنا بڑا کام
ہے بلکہ ایک نوع کے اجماع کا انکار ہے اور مدح میں اس نقش کے اور اسکے رکھنے سے برکات
حاصل ہونے میں بڑے بڑے محدثان اور حفاظان قصاید بولے ہیں اور اسکے فضایل میں رسالے
لکھے ہیں یہاں تک کہ اس زمانے میں مولوی محمد باقر آگاہ نے ہشت بہشت کے رسالے میں اور استادی
قاضی الملک مفتی اسلام امام العلما بدر الدولہ بہادر فواید بدریہ میں اس نقش کے فضایل
اور برکات اور خواص و تاثیرات بوجہ احسن بیان کیے ہیں اور عبد الحق دہلوی سفر السعادۃ
کی شرح میں لکھا و تمثال نعل آنحضرت خواص و برکات بسیار دارد و بعضے از اکابر محدثین
رسالہ جدا در بیان آن جمع کردہ و گفتہ اند کہ نگاہداشتن آن باعث حرز و امان است
از شر بغی و عداوت و حسد اشرار و از شر شیطان مارد و اگر زنے کہ دشوار شدہ باشد
زائیدن وی آنرا نگاہدارد آسان شود در بروی بی دشواری و بعضے از محبان را از علما و محدثین
اشعار و قصاید است در مدح آن یعنے حاصل مضمون کا یہ ہے کہ خواص اور برکات
نقش نعلین کے بہت سے ہیں اور بعضے بڑے بڑے محدثان مستقل رسالے اس بیان میں لکھے ہیں کہ نقش
نعلین شریف اپنے پاس رکھنا سبب ہے امن پانے کا حسد سے حاسدوں کے اور دشمنی سے
دشمنوں کے اور شر سے شیطان کے اور اگر کوئی عورت جننا دشوار ہو جاوے اور وہ اس
نقش کو اپنے پاس رکھے آسانی سے جنے گی اور بعضے دوستان سید المرسلین کے عالموں میں

مین سے اس نقش کی تعریف مین قصیدے بنائے اور اشعار لکھے ہین اور بحر ریسطو نے مدۃ کے آگے ایک بیت نقش نعلین کے مدح مین کہا سو یہہ ہے ٥ بر نقش نعلین احمد جو دارم ٭ مرا تاج گوہر نباشد نباشد اور مواہب اللدنیہ مین کہا کہ بعضے فضیلتین نقش نعلین مکرم کے جو بہت سے محدثان اور علما ذکر کرتے ہین اور فایدے اور خواص اسکے جو آزمایشون مین پایے ہین سو انمین سے یہہ ہے جو ذکر کیا ابو جعفر احمد بن عبد المجید نے کہ دیا مین نے نقش نعلین کا بعضے طلبہ کو پھر اسنے ایک دن آیا اور کہا کہ کل کی رات اس نقش کی عجب برکت دیکھا مین کہ عورت میری ایسے درد شدید مین گرفتار ہوئی کہ قریب تھا کہ ہلاک ہو جاوے پھر رکھ دیا مین اس نقش کو درد کی جاے پر اور کہا مین یا اللہ بتا دے مجھے برکت اس نعلین کے صاحب کی سو اسی وقت شفا دیا اللہ نے اس عورت کو اور کہا ابو القاسم بن محمد نے کہ برکت اس نقش نعلین کی جو آزمایش سے معلوم ہوی سو یہہ ہے کہ جو شخص اس نقش کو قصد سے تبرک کے رکھیگا سو امن مین رہیگا بغاوت سے باغیون کے اور دشمنان غالب ہونے سے اور محافظت مین رہیگا نظر بد سے اور شیطان کے ضرر سے اگر کوئی عورت درد زہ مین اسکو اپنے داہنے ہات مین رکھے تو آسانی سے تولد ہو جایگا اللہ کے فضل سے انتہی اور فتح المتعال مین ہے کہ لکھے بعضے عالمون نے کہ اس نقش کو ہمیشہ پاس اپنے رکھا کرنے مین بہت خیر و برکات ہین از انجملہ لوگون مین عزت از انجملہ مشرف ہو جایگا ایک روز یا ... زیارت شریف سے یا رویت سے سید المرسلین کے فی المنام ہو جایگا از انجملہ جس لشکر مین یہہ نقش مکرم ہوگا ہرگز اس لشکر والے شکست نہ پاینگے از انجملہ جس قافلے مین یہہ نقش مکرم ہے وہ قافلہ لوٹنے جانے سے محفوظ رہے از انجملہ جس جہاز مین یہہ نقش مکرم رہے تو ڈوبنے ہونے سے

امن مین ہیگا از انجملہ یہہ نقش مکرم جسکے گھر مین ہیگا وہ گھر جل جانے سے امن مین ہیگا از انجملہ یہہ نقش مکرم
جس متاع اسباب مین ہیگا وہ متاع اسباب چوری جانے سے بچے رہیگا حقیقت مین یہہ سب
تاثیرات و برکات صاحب نعل کے ہین اور نقل ہی کہ ایک شخص کسی عالم سے سنا کہ اس نقش کو ہمیشہ
اپنے پاس حسن عقیدہ صدق نیت سے رکھنے والا دل کی مراد پاویگا سو اسنے کمال حسن عقیدے سے
اس نقش مکرم کو اپنی پگڑی مین رکھنے لگا اور اسکی آرزو یہی تھی کہ اپنے ہمچشمون پر مقدم رہے اور عزت
مین اُنسے بڑے پھر تھوڑے دنونمین منصب امامت کا پایا باوجود حاضر رہتے ان لوگونکے جو اس سے علم اور
فضیلت مین برتر تھے اور حقدار زیادہ اس سے اور بھی روایت ہی کہ ایک شخص عبد الخالق نام
والے کو ایک درد پیدا ہوا کہ جس کے علاج سے طبیبان ہار رہے تب اُس شخص نے نقش مکرم کو درد کے
جا پر رکھا اور کہا اللھم اسئلک بحق نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
الذی مشی بالنعلین ان تعافنی من ھذا المرض یا ارحم الراحمین وہ درد
شخص نے خدا کی سوگند کہا کے بولا ہی کہ اسی روز وہ درد جاتا رہا اور صاحب فتح المتعال بعد ذکر کرنے
ان خواص و نقلون کے کہتا ہی کہ وہی شخص اور ایکبار میرے سے بیان کیا کہ اپنی ایک لڑکی کو ایکبار درد آنکھ
کا پیدا ہوا سو کچھ نم لوگ برکات اور تاثیرات تو اس نقش مکرم کے بہت سے بیان کرنے ہین پھر آپ
اس نقش مکرم کے بہت سے بیان کرنے ہین اسکے پاس لیگئے رکھدی اپنے آنکھ پہ پھر اچھی ہوگئی اور
آنکھ کا درد جاتا رہا اور بھی مصنف کتاب لکھتے ہین کہ جن لوگون سے خبر دئے پر مجھے اعتماد ہی سو انہون
نے لکھے مین کہ ایکبار جہاز سمندر مین ہار تھے سو دریا جوش کئی ہم وسیلہ نقش نعلین جناب باری

میں بھی اللہ نے بتھا دیا جوش کو دریا کے برکت سے نقش نعلین کے الحاصل منافع و تاثیرات اور خواص
نقش نعلین کے بہت سے ہیں چنانچہ محدثان کامل و مقتدیان دین اس نقش کے توسل سے مقاصد طلب کیے
اور بیان کیا ہے جو شخص اس نقش کو وسیلہ کرے مرض سے شفا اور دفع بلیات و عذاب الٰہی میں چاہے
تو البتہ اپنے مقصود کو پاویگا لیکن حسن عقیدہ و صدق نیت شرط ہے یہہ سب بیان فتح المتعال
سے لکھا گیا ہاں اتنا ہی کہ اسکو چومنا اور اُسکے طرف سجدہ تسلیمات کرنا یا ہاتھ باندھے ہوے
اسکے سامھنے جھکنا اور اس سے مراد مقصود مانگنا اور اسپر ناپاک مرد و عورت کی چھاون پڑنے
سے کچھ ضرر دنیوی ہونیکا عقیدہ رکھنا اور مانند اسکے کوئی کام کرنا کسی مسلمان موحد کو لایق
نھیں بلکہ ملحدون بد دینون کے لایق ہے لیکن اُسکو متبرک چیز جانکر بوسہ دینا اور انکھوں پر ملنا جوش
محبت کی حالت میں ہو تو بالاتفاق روا ہے جیسا ابو ایوب انصاری جوش محبت کی حالت میں
قبر شریف پر منہہ رکھدے اور مروان بیجا کے اس کام کے سبب انکار کیا اور جب جوش محبت کی
حالت نہو اسوقت میں اس نقش کو بوسہ دینے میں اختلاف ہے چنانچہ اس عبارت سے فتح المتعال
کے ظاہر ہوتا ہے مذہب کثیر من العلماء خصوصا المالکیۃ الکراہۃ فی تقبیل
ما ورد به النص علی تقبیل حجر الاسود قال العراقی واما تقبیل اماکن الشر
الشریفۃ علی قصد التبرک وایدی الصالحین وارجلهم فهو حسن محمود
فیه ایضا اخبرنی الحافظ ابو سعید ابن العلائی قال رایت فی کلام احمد ابن
حنبل فی جزء قدیم علیه خط ابن ناصر وغیره من الحفاظ ان الامام

احمد ابن حنبل سئل عن تقبیل قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومنبرہ
فقال لا باس بذلک وقد روی ان الامام احمد غسل قمیصا للشافعی
وشرب الماء الذی غسلہ بہ وقال المحب الطبری یمکن ان یستنبط من تقبیل الحجر
الاسود واستلام الارکان جواز تقبیل ما فی تقبیلہ تعظیم اللہ تعالی فانہ
وان لم یرد فیہ بالندب لم یرد بالکراھۃ یعنے بہت سے عالموں کے مذہب میں
خصوصا مالکیہ کے پاس مکروہ ہی بوسہ دینا تبرک کے ارادے سے اس چیز کے سوائے اور چیز کو جسکو بوسہ دینا
شریعت میں آیا ہی جیسا حجر اسود اور عراقی کہا کہ بوسہ دینا شرف والے مکانوں کو قصد سے
تبرک کے اور ہاتھ پانوں صالحوں کے مستحسن کام ہی اور اسی کتاب میں ہی کہ کہا حافظ ابو سعید ابن
العلا نے دیکھا میں نے کلام میں امام احمد کے ایک قدیم جز میں کہ جسپر خط ابن ناصر وغیرہ کا تھا حفاظ
محدثین سے کہ پوچھا کسی نے امام احمد سے حکم بوسہ دینے کا قبر شریف کو سید المرسلین کے اور منبر شریف
کو آپکے تو کہا امام نے نہیں کچھ مضایقہ نہیں اور ایک روایت میں آیا ہی کہ امام احمد نے کرتہ کو امام
شافعی کے پانی میں دھو کر وہ پانی پی لیا اور کہا طبری نے کہ حجر اسود کو اور رکنوں کو بوسہ
دینے کے جواز سے یہ بات نکلتی ہی کہ جس چیز کو بوسہ دینے سے اللہ کی بزرگی نکلتی ہو سو اس
چیز کو بوسہ دیا جائے اگرچہ مستحب ہونا اس چیز کو بوسہ دینے کا ثابت نہ ہووے لیکن اسکو بوسہ دینے
نقشین نقلوں کو بوسہ دینے کی کراہت بھی نہیں آئی ہی **دسواں سوال** قبر والوں سے بولنا فلانا
کام میرا بن آنے یا فلانی آفت میرے سر سے ٹلنے دعا کرو کر کے زیارت کرنے والوں کو جایز ہی کہ نہیں اور قبر

والے اسکے آواز کو سننے اور اسکو پہچانتے ہیں کہ نہیں اور اولیاؤن میں تصرف کرنے کی قدرت وفات کرنے کے پیچھے بھی باقی رہتی ہے کہ نہیں

جواب دسویں سوال کا

جاننا چاہئے کہ قبر والو التجا کرنا اللہ کے پاس دعا کرنے زیارت کرنیوالونکو جایز ہے اس عقیدے سے کہ وے ہماری بات کو سنتے ہیں اور دعا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں یہ بات تینوں اماموں اور انکے تمام تابعون کے پاس اور سب اہل کشف کے پاس اور جمیع انکے ان محققون کے پاس جو حدیث کے علم سے پورے ماہر ہیں ثابت ہے اور جایز عبد الحق دہلوی مشکاۃ کے ترجمے میں کہے ہیں سو عبارت یہ ہی اما استمداد باہل قبور در غیر نبی یا انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام منکر شدہ اند آنرا بسیارے از فقہا و گویند نیست زیارت مگر برای رسانیدن نفع باموات بدعا واستغفار وقایل گشتہ اند بآن بعضے از ایشان و مشایخ صوفیہ و ظاہر آنست کہ از فقہا آنانکہ قایل بسماع اموات اند قایل بجواز اند وآنانکہ منکر اند آنرا ایشان انکار کنند و نیست صورت استمداد مگر ہمین کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب الٰہی بتوسل روحانیت بندہ مقرب درگاہ والا او گوید خداوندا ببرکت این بندہ کہ تو رحمت واکرام کردہ او را برآوردہ گردان حاجت مرا یا ندا کند زایران آن بندہ مقرب مکرم را کہ ای بندہ خدا و ولی وی شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا تعالی مطلوب مرا تا قضا کند حاجت مرا نیست بندہ درمیان مگر وسیلہ و قادر و معطی و مسئول پروردگار است تعالی شانہ یعنے مدد مانگنا قبر والون سے سوا پیغمبرون کے اور کسی سے ردا نھیں بہت سے فقیہون کے پاس اور وے کہتے ہیں کہ زیارت قبرون کی فقط قبر والونکو فایدہ پہنچانے ہی انکے واسطے دعا واستغفار کرکے اور مدد مانگنے کے جواز کے قایل ہوئے

تھوڑے فقیہوں سے اور مشایخ صوفیہ کے اور ظاہر یہ بات ہی کہ جنہوں نے میت کے سننے اور ادراک کے
قایل ہو گئے ہیں سو انہوں نے مدد چاہنے کی جواز کے بھی قایل ہوے ہیں اور جنہوں نے استماع پر انکار کیتے ہیں سو استمداد سے بھی
منکر ہو گئے ہیں اور صورت مدد مانگنے کی یہی ہی کہ کوئی احتیاج والا اپنی حاجت مانگتا ہی جناب باری تعالی سے
لیکن اس بندہ مقرب کے روح کو وسیلہ کرتا ہی درگاہ الہی میں سو کہتا ہی کہ ای خدا برکت سے تیرے
اس بندے کے جو تو نے اسپر رحمت کیا ہی اور اسکو بخشا ہی برلا میری حاجت کو یا ندا کرے زیارت کو
یا سو شخص اس مقرب بندے کو اور کہے ای فلانے پیارے خدا والی اسکے سفارش کر ای بندے خدا کے اللہ کے پاس
میری شفاعت کر اور اس سے میری حاجت مانگ تا عطا کرے میری حاجت کو پھر اسطرح کے وسیلہ
کرنے میں بندہ فقط وسیلہ ٹھہرتا ہی درمیان اللہ کے اور اس محتاج کے اور قدرت والا اور دینہار
اور سوال کیا گیا وہی یکذات پروردگار ہی ولیس انتہی اور امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ بعضے
مزار والوں سے برکت حاصل کرنا اور اپنے واسطے انسے دعا چاہنا انکا مونسے ہی کہ دین میں معلوم و مشہور ہوے
اور عادت سے سلف صالحین کے بھی ثابت ہو گیا ہی جب انکے قبروں سے جایز ہوا پھر پیغمبرن کے قبروں سے بطریق
اولی جایز ہوگا اور جو کوئی دعوی کرے استمداد کا کہ پیغمبرن سے اور دوسرن کے برابر ہی نہ جایز نہ
انسے دعا چاہنے کی اور برکت ہونے کا سو وہ شخص خطا کیا جو مرتبہ پیغمبرن کا کہتا کے دوسرن کے
ساتھ برابر کر دیا اور یہ بات تو مقتضی کفر کی بھی ہی العیاذ باللہ اور بھی جذب القلوب میں ہی کہ زیارت
قبرون کی کبھوں واسطے ہوتی ہی کہ تا انکے واسطے دعا مغفرت کی کرے اور آپ عبرت لیوے اور کبھو واسطے
ہوتی ہی کہ آپ کچھ قبر والے سے فایدہ اٹھاوے جیسا اولیاءاللہ کے قبور کی زیارت کرنے میں ہی اور

امام غزالی نے لکھے ہیں کہ جسکی حیات میں اس سے برکت ڈہونڈتے تھے اسکے موت کے بعد بھی اس سے نفع
پانا اور برکت ڈہونڈنا روا ہے اور امام شافعی فرمائے کہ قبر موسی کاظم کی بڑی تریاک ہے دعا
قبول ہونے کو اور ابن حجر مکی خیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان کی کتاب میں امام شافعی سے
نقل کیا کہ فرمائے اپنے کہ جب مجھے کچھ حاجت درپیش ہوتی تھی تو میں جاتا تھا ابو حنیفہ کی قبر کے پاس اور
وہاں دو رکعت نماز ادا کرتا پھر حاجت میری بر آتی اور پھر عبد الحق دہلوی مشکاۃ کے ترجمے میں لکھے
ہیں کہ ابو العباس خضر میگفت امدادیست قوی تر است از امداد زندہ بہ تحقیق ثابت شدہ بہت آیات
و احادیث کہ روح باقی ست و او را علم و شعور بزایران و احوال ایشان ثابت است و اولیا را کرامات
و تصرفات در اکوان حاصل است و مناوی جامع الصغیر کی شرح میں لکھا ہے کہ جب ارسطو کے شاگردوں
کو بعضے مسایل کے سمجھنے میں مشکل درپیش ہوتی تو ارسطو کے قبر کے پاس جا کے آپس میں اس مقدمے میں بحث کرتے
تھے پھر انکے علمی مشکلات حل ہو جاتے تھے انتہی اور بعد اسمیں یہ ہے کہ زیارت کرنے والے کا نفس اور قبر
والے کا نفس یہ دونو شبیہ ہیں صیقلدار دو آئینوں کے جو دھرے گئے ہیں برابر ایک کے شعاع کا عکس
دوسرے میں پڑے اسی طرح اس زندے زیارت کرنیوالے کے علم و عرفان کے نور کا عکس اس میت کے نفس پر پڑتا ہے
اور اسکے علم و عرفان کا عکس اس زایر کے اوپر پڑتا ہے اور عبارت اسکی یہ ہے قال الامام فخر الدین
فی المطالب کان اصحاب ارسطو کلما اشکل علیہم بحث غامض ذہبوا الی قبرہ و بحثوا
فیہ عندہ فیفتح و سر ذلک ان نفس الزایر و المزور شبیہان بمراتین صقیلتین وضعتا بحیث ینعکس
الشعاع من احدیہما الی الاخری فکذلک کلما حصل فی نفس الزایر الحی من المعارف

والعلوم ينعكس منه نور ذلك الى الانسان الى نفس الميت وكلما حصل في نفس الميت من
العلوم والمعاني ينعكس منها نور الى روح الزائر الحي جب ایسے لوگوں کے قبر کے پاس اتنی منفعت
اور تاثیر ہووے اولیاء محمدیہ کے قبور کے پاس کتنی تاثیر ومنفعت وحل مشکلات ہونگی لیکن ایسے کاموں
میں حسن عقیدہ شرط ہے اور عبد الحق دہلوی تکمیل الایمان میں اور ترجمہ مشکاۃ میں لکھتے ہیں کہ بعضے مشائخ نے
سے لکھا کہ پایا ہم چار ولی کو جو تصرف کرتے ہیں قبر میں جیسا انہی تصرف کرتے تھے حیات میں بلکہ زیادہ انہیں سے
ایک حضرت غوث الاعظم ہیں دوسرے معروف کرخی تھے اور امام یافعی خلاصۃ المفاخر میں اور بہجۃ الاسرار والے نے
بہجۃ الاسرار میں حضرت غوث الاعظم سے نقل کیے ہیں کہ فرمایا غوث الاعظم نے ان قلوب الناس
بیدی ان شئت صرفتها عنی وان شئت اقبلتها الی یعنے دل سب آدمیوں کے میرے ہاتھ میں ہیں
چاہوں تو انکو پھیر دوں میری طرف سے اور اگر چاہوں تو انکو متوجہ کر دوں میری طرف اور بیچ خلاصۃ المفاخر میں ہے کہ
لکھے ابراہیم عرب نے اعطانی ربی عز وجل التصرف فی کل من حضرتی فلا یقوم احد ولا یقعد ولا
یتحرک فی حضرتی الا وانا فیه متصرف یعنے میرے پروردگار نے مجھے اتنی قدرت تصرف کی دی ہے کہ جو شخص میرے
حضور میں ہووے سو اسنے نہ اٹھ کھڑے ہیگا اور نہ بیٹھ جائیگا اور نہ ہلیگا مگر میں اسمیں تصرف کرنے والا ہوں مولانا روم فرماتے
ہیں ع اولیاء راہست قدرت از اله * تیر جستہ را وا آرند زراه * اور حدیث حصن حصین میں
ہے اذا اراد عونا فلیقل یا عباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی یا عباد الله
اعینونی رواه الطبرانی یعنے جو کوئی شخص مدد چاہنے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ کہے اے بندے اللہ کے
مدد کیجو اے بندے اللہ کے مدد کیجو اے بندے اللہ کے مدد کیجو روایت کی یہ حدیث کو طبرانی نے اور ملا علی

قاری حرز الثمین شرح حصن حصین میں لکھے کہ مراد شہد گون سے اسجگہ میں یا فرشتے ہین یا جن ہین کے مسلمان یا مردان
غیب مین او ظاہر ہی کہ مردان غیب ایک جماعت ہی کہ ہمیشہ ہر جا مین حاضر نہین رہتے ہی تسیر مختلف مکانون مین متعدد افراد
کو جایز ہی کہ انکو پکارے اور مدد انسے چاہے اور مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی نے فتح العزیز مین اس مقدمہ مین
لکھے ہین سو عبارت یہہ ہی کہ بعضے از خواص اولیا را کہ آلہ جارحہ تکمیل بنی نوع خود گردانیدہ اند بعد موت ہم
تصرف در دنیا دادہ اند و ایشان تحصیل کمالات باطنی از انہا می نمایند و ارباب حاجات حل مشکلات خود
از انہا می طلبند و می یابند انتہی اور مشہور ہی لوگون کے زبان پر ارسطو ہی بعضے کتابون مین لکہا اشراقی حکیمان
مشرق مین رہتے ہوے مغرب مین رہنے والے شاگردون کو درس دیتے تھے ہر اہل امت مرحومہ کے اولیا اپنے
مریدون معتقدون کو جہان ہون کچھ فایدہ بخشنا اور اسکی حالت کو جاننا کیا بڑا کام ہی **نکتہ** جاننا چاہیے کہ
بعضے اکابر اولیا اللہ نے قدرت دی ہی کہ انکو عادت کے برخلاف کام کرنے پر بغیر دستاویز کرنے
ظاہری اسباب کے پھر اگر بے اذن اسکے کوی خرق عادت انسے ہو جاوے تو معرض عتاب مین آوینگے
بلکہ جب بعضے ولیون نے ایکبار بے اذن خدا کے کچھ تصرف کیے ہین تو اسکی ولایت جاتی رہی اگر تصرف کرنے
پر انکو ایک نوع کی قدرت اور اختیار نہوتا تو سزا انکو نملتی جیسا دوسرے بندون سے بعضے عادت کے کام
انکے بغیر اختیار کے صادر ہو جاوے تو اسپر گرفت نہوگی ویسا ہی خرق عادت کو سمجہنا چاہیے اس سے
معلوم ہوا کہ خرق عادت کرنے مین اللہ نے انکو ایک نوع کا اختیار دیا ہی اگر کوی کہے جب ولی کے اختیار
کو دخل ہوا تو خرق عادت انکے عادت کے کام مین سے ہوے اور عادت کے کام کو تو خرق عادت نہین
کہتے ہین جواب اسکا یہہ ہی کہ ان کام کو خرق عادت یون کہتے ہین نظر کرکے اسباب کے بی کہ دوسرے بندون
عادت کے خلاف کام ہین جیسا اللہ کو غیب دان کہتے ہین نظر کرنے اسبابون کے کرکے کام انکے

بندون سے غیب نہین خدا سے بھی اسیطرح ولی کی کرامت کو خرق عادت جو بولا کرتے ہین سو دوسرے بندون
کے نظر کرتے ہی فافہم اور مونا کلام زایرکو سنتے ہین اور اسکا مضمون سمجھتے ہین اور زایرکو بھیجانتے ہین یہ بہت سے
حدیثون اور آثار اور حکایات عدول ثقات سے ثابت ہوئے ہین کچھ تفصیل انکی کرتا ہون جاننا چاہیے کہ
جذب القلوب مین کہا کہ صحیح سند سے ابن عباس کے روایت مین ہی کہ فرمایا سید المرسلین نے کہ کوئی شخص
اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس جو اسکو دنیا مین پہچانتا تھا گذر کرے اور اسلام علیہ کرے تو وہ قبر
والا اسکو پہچان لیتا ہی اور اسکے سلام کا جواب دیتا ہی اور جب غیر آشنا کے قبر پر جاوے اور سلام کرے تو
بھی وہ قبر والا جواب اسکے سلام کا دیتا ہی اور وہ حدیث یہ ہی کہ اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلم
علیه رد علیه السلام وعرفه واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم رد علیه السلام اور دوسری حدیث
ابن عباس کے روایت سے ہی کہ فرمایا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ما من احد یمر بقبر
اخیه المومن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام اخرجه
ابن عبد البر فی الاستذکار وصححه عبد الحق اور بھی حضرت عایشہ صدیقہ سے روایت ہی مرفوعا کہ فرمایا
۳۰ حضرت نے ما من رجل یزور قبر اخیه فیجلس عنده الا استانس به ورد علیه حتی یقوم
یعنے حاصل معنا کا یہ ہی کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس بیٹھے تو وہ قبر والا اس سے انس
لیتا ہی جبتک وہ اٹھے تک اور حافظ نور الدین سمہودی نے لکھا کہ اس باب مین بہت سے حدیثین
وارد ہوئے ہین اور ایک حدیث مین آیا ہی کہ کسی کی قبر پر جاوے اور بیٹھے تو اس قبر والے نے پہچان لیتا ہی کہ
جانور زیر بھی یاد رہا اور مشکاۃ کی حدیث مین ہی کہ کہا ابو رزین نے یا رسول اللہ میرا جانا کا راستہ

قبرستان پر سے ہی سو کیا کوئی بات ایسے کرنے کی ہی تو فرمایا آپنے جب تو انپر گذر کرے کہہ السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف نحن بکم تبع وانا انشاء اللہ بکم لاحقون تو کہا اور زین نے کیا وے سنتے ہین تو فرمایا ہان سنتے ہین اور جواب دیتے ہین لیکن نہین سنتے ہیں کا جواب جھین دیتے ہین سے طرح ہی مرقاۃ شرح مشکاۃ میں اور مواہب اللدنیہ مین کہا کہ جو مسلمان نقل کرے عالم برزخ طرف تو بہت سے وقتو نمین جان لیتا ہی جیتے لوگون کے احوال کو اور اکثر ایسے یہہ بات مہمو نمین آئی ہی اور عبارت اسکی یہہ ہی ان من انتقل الی عالم البرزخ من المؤمنین یعلم احوال الاحیاء غالبا وقد وقع کثیر من ذالک اور ابن القیم روح السمین ملاقات کی نیکیہ بیان بھی کیا ہی کہ ارواح دو قسم پر ہین ایک نعمت دیئے گئے دوسری عذاب مین گرفتار پھر یہہ دوسری قسم وکھی گئی ہین ایک دوسرے کے ملنے سے لیکن پہلی قسم کے ارواح مقید نھین بلکہ چھوڑے گئے ہین سو ایک دوسرے سے ملتے ہین اور آپسمین ذکر کرتے ہین اُن کامون کو جو دنیا مین کیے تھے اور انکا مونکو جو دنیا مین ہین سو لوگو ایسے صادر ہوتے ہین انتھی اور امام یافعی کفایۃ المعتقد کے کتاب مین کہا کہ خبر دی مجھی بعضے اخیار لوگو نے کہ انھون نے بعضے صالحون سے روایت کرتے ہین کہ اپنے کبھو کبھو بیٹے باپ کی قبر پر جایا کرتا تھا اور اس سے بات چیت کرتا تھا یہہ تمام بیان خلاصہ ہی امام سیوطی کے کلام کا جو شرح صدور فی احوال الموتی والقبور کے کتاب میں ذکر کیے ہین اور بھی شرح صدور مین ہی اخرج ابن ابی الدنیا وابن الجوزی فی کتاب عیون الحکایات بسندہ عن شہر بن حوشب ان صعب بن جثامہ وعوف بن مالک کانا متواخیین

فقال الصعب لعوف ای اخی اینا مات قبل صاحبه فلیتر ایاللہ قال او یکون ذلک
قال نعم فمات الصعب فرآہ عوف فی النوم فقال ما فعل بک قال غفر لی بعد المصائب
قال ورایت لمعة سوداء فی عنقہ قلت ما هذه قال عشرۃ دنانیر استسلفتها
من فلان الیهودی فهی فی قرنی فاعطوہ ایاها واعلم انه لم یحدث فی اهلی حدث بعد
موتی الا قد لحق بی خبرہ حتی هرة ماتت منذ ایام واعلم ان بنتی تموت الی ستة ایام
فاستوصوا بها معروفا قال عوف فلما اصبحت اتیت اهله فنظرت الی القرن
وهو بالقا فیہ کا جعبة النشاب فانزلته فاذا فیه عشرۃ دنانیر فی صرۃ
فبعثت الی الیهودی فقلت هل کان لک علی صعب شئ قال رحم اللہ صعبا کان
من خیار اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم اسلفته عشرۃ دنانیر
فنبذتها الیه قال هی واللہ باعیانها فقلت هل حدث فیکم حدث بعد موت
الصعب قالوا نعم حدث فینا کذا وحدث فینا کذا فما زالوا یذکرون حتی ذکروا
موت الهرۃ قلت این بنت اخی قالوا تلعب فاتیت بها فمسستها فاذا هی محمومة
فقلت استوصوا بها معروفا فماتت لستة ایام خلاصہ عبارت کے معنا کا
یہ ہے کہ عوف ابن مالک نے صعب ابن جثامہ صحابی کو خواب میں دیکھا سو کہا صعب نے کہ
مجھے میرے اہل میں کوئی چیز پیدا نہوئی مگر اسکی خبر مجھے پہنچی یہانتک کہ ایک بلی کئی روز کے پہلے مر گئی
سو مجھے معلوم ہوا اور یہ بھی جان لے کہ میری لڑکی چھے روز کے عرصے میں مرجاتی ہے۔ غرض ایسا ہی

کہ جب مین جاگ اٹھا دریافت کیا تو بلی کا مرنا ثابت ہوا اور اسکی لڑکی چھے روز کے عرصے مین
مر گئی اور حدیث مین امام احمد اور حاکم کے ہے حضرت عایشہ سے کہ کہتے ہین مین جب آتی تھی جس گھر مین
کہ حضرت کو دفن کیے ہین تو کپڑے بدن پر سے اتار رکھتی تھی اور دل مین کہتی کہ یہان میرے مرد اور باپ ہین
دوسرا کوئی نہین پھر جب اسی حجرے مین عمر فاروق مدفون ہوئے تب سے کپڑون سے بدن ڈھانکی ہوئی جانے لگے
عمر فاروق سے شرما کے اور الفاظ اس حدیث کے یہ ہی عن عایشة قالت کنت ادخل البیت
فاضع ثوبی واقول انما هو ابی وزوجی فلما دفن عمر معهم ما دخلته الا وانا
مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر اور شرح صدور مین امام سیوطی نے امام سبکی سے ذکر کیے
ہین کہ ادراکات جیسا علم اور سماع شہیدونکو ثابت ہین ایسا ہی دوسرے موتا کو بھی ثابت ہین اور عبارت
اسکی یہ ہی واما الادراکات کالعلم والسماع فلا شک ان ذلک ثابت لهم و
لسایر الموتی اور حکایت کیا امام یافعی نے محب طبری سے جو شافعیہ ماتون مین سے ہی سو کہا کہ تھا مین
شیخ اسمعیل حضرمی کے ساتھ زبید کی مقبرے مین سو کہا اسنے یا محب الدین کیا یقین نہین کیا موتا کے بات
کرنیکو تو مینے کہا ہان یقین کیا ہون تو کہا حضرمی نے کہ یہ قبر والا مجھے کہتا ہے کہ مین جنت مین ہون اور بھی حکایت
کیا گیا ہے انہی حضرمی سے کہ ایک روز گذر کیا اسنے یمن کے قبرستان پر پھر بہت رویا اور غم اسپر غلبہ کیا
بعد اسکے بہت ہنسا اور خوشی اسپر غلبہ کی لوگ اس رونے و ہنسنے کا سبب پوچھے تو کہا اسنے کھلگیا میرے
پر احوال اس قبرستان والونکا سو انکو عذاب مین گرفتار پایا پھر رویا ملتجی ہو النبی کیا مین اللہ سے انکے
واسطے تو غیب سے حکم ہوا کہ تیری شفاعت کو ہم قبول کیے انکے حق مین پھر اس قبر والے نے مجھے کہا کہ

مین فلانی دو منی ہون لیکن انکے ساتھ بخشے گئی ہون اور ذکر کیا ابن ابی الدنیا کتاب قبور مین عمر فاروق سے
کہ آپنے ایکروز بقیع پرگذر کئے اور کہے السلام علیکم یا اہل القبور ہمارے پاس یہہ خبر ہے کہ تمہاری عورتین نکاح
کرلئے اور تمہاری گھرونمین لوگ بس گئے اور تمہارا مال بٹ گیا تو جواب آیا ہماری اخبار یہہ ہے کہ
جو چیز ہم آگے بھیجے تھے اسکو ہم پائے ہین اور جو پیسا ہم چھوڑ گئے تھے سو ہم خسارہ کرلئے اور حاکم
اور ابن عساکر بھی ایسا ہی قصہ علی مرتضی کے ساتھ ہوا سو ذکر کئے ہین سو اسمین ہی کہ میت جواب مین
حضرت علی سے کہی تخرقت الاکفان وانتشرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت
الاحداق علی الخدود وسالت المناخر بالقیح والصدید وما قدمناه وجدنا
ونحن مرتھنون بالاعمال یہہ سب باتین شرح صدور سے لکھا گیا اور کہا ابو منصور بغدادی نے
کہ محققان متکلمین کے کہے ہین کہ ہم اعتقاد رکھتے ہین اثبات کا ادراکات جیسا علم اور سمع
سارے مونکو ثابت ہی اور عبارت اسکی یہہ ہی قال الاستاذ ابو منصور البغدادی
قال المتکلمون المحققون انا نعتقد ثبوت الادراکات کالسمع والعلم لسائر
الموتی اسیطرح ہی خلاصۃ الوفا مین اور انصاف وخدا ترسی سے دیکھو کہ سننا اور سمجھنا میتونکا
کلام کو زائرین کے ان سب روایتون حکایتون سے صاف معلوم ہوتا ہی پھر اسکا انکار کرنا فقط
عندیہ ہی اور عبد الحق دہلوی ترجمہ مشکاۃ مین کہا بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار و
آثار کہ دلالت میکنند بر وجود علم مر موتی را بدنیا و اہل آن پس منکر نشود آنرا مگر جاہل باخبار و
منکر دین تحقیق تمسک جانا چاہیے کہ سننا مونا کا آواز کو زائرین کے بہت حدیثون سے ثابت ہو چکا ہے جنانچہ

بعضے اُنمین سے پہلے اُسکے بیان ہو چکے اور بعضی بھی لکھے جاتے ہین متفق علیہ جو اسی بات پر دلالت
کرتی ہین لکھے جاتے ہین وہ یہ ہی کہ امام بخاری اور مسلم ابو طلحہ جلیل القدر صحابی سے روایت کئے ہین کہ
سید المرسلین بدر کے روز حکم فرمائے چوبیس مردونکو جو سردار تھے کافرونکے ایک پلید کوی مین ڈالدین اُس
روز سے تیسرے روز ہمراہی سے اصحابونکے تشریف فرما ہوکے اس کوے کے کنارے کھڑے ہوکے اُن
مشرکونکے نام اور باپونکے نام لے پکارے ای فلانے بیٹے فلانے کے اللہ نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا سو تحقیق
ہمنے تو پایا کو تمسے جو وعدہ کیا تھا سو تم کیا پائے ہین تب حضرت عمر نے عرض کئے یا رسول اللہ بیجان بدن سے
آپ بات کرتے ہین کیا تو حضرت سید المرسلین نے فرمائے سوگند اُسکی جسکے ہات میری جان ہی کہ میری
اس بات کو تم اُنسے زیادہ سننے والے نہین ہین اور اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے حضرت عمر سے
بھی روایت کئے ہین اور امام مسلم کے لفظ مین اسطرح آیا ہی کہ فرمائے آنحضرت نے میری کا اس بات کو
تم اُنسے زیادہ سننے والے نہین مگر یہ ہی کہ تم جواب دینے کی طاقت رکھتے ہین وے طاقت اسپر نہین رکھتے

اور وہ عبارت یہ ہی ما انتم باسمع لما اقول منہم غیر انہم لا یستطیعون ان یردوا
شیئا اور اس حدیث کو بخاری وغیرہ نے ابن عمر سے اور بخاری و مسلم قتادہ سے اور طبرانی عبد اللہ ابن مسعود سے
بھی روایت کئے ہین اور یہ سب حدیثین صحیح ہین وصریح ہو تا کے سننے مین زائر کے کلام کو اور سمجھنے مین اسکے
خطاب کو اور ایک حدیث صحیح مین آیا ہی کہ آنحضرت نے اہل بقیع کے زیارت کو گئے اور اُن پر سلام کئے اور
خطاب کئے انکو سو فرمائے تم پر سلام ہو ای اہل دار مومنین اور اللہ وعدہ کیا تھا سو اسکو تمنے پایا اور ہم بھی
تمسے ملنے والے ہین انشاء اللہ تعالی اور خطاب تو سننے سمجھنے والے سے ہوتا ہی ورنہ سننے سمجھنے والے

کو خطاب کرنا معقول نہیں ہے بلکہ عبث کام ہے اور دیگر ازان وہ جو کہتے ہیں کہ آدمی مر کر مٹی میں مل گئے بعد کان
کہاں ہیں جو سنینے کیونکہ سننا کان سے علاقہ رکھتا ہے جب کان نہو کسطرح سنے جواب اسکا یہ ہے کہ
کان سبب ہونا سننے کا عادت کے کاموں میں ہے سنانیوالا خدا ہے کان ہے بھی سنانے پر قدرت
رکھتا ہے کان جائے تو سننے والا روح ہے سنانیوالا خدا پھر خدا سنانا چاہے تو کیا چیز سننے سے آڑے
چنانچہ عبدالحق دہلوی ترجمہ مشکاۃ میں کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ قادر است بر سماع بے گوش و سببیت حواس مر ادراک
را امر عادی است و بمجرد خلق باریتعالی است چنانکہ در کتب مذہب مقرر شدہ است لیکن جنہوں نے موتی کے سننے
کا انکار کرتے ہیں سو ان آیتوں کو بھی دلیل کرتے ہیں موتی کے نہ سننے پر انک لا تسمع الموتی و ما انت
بمسمع من فی القبور اور یہ بھی دلیل کرتے ہیں انکار کرنے کو حضرت عایشہ کے عمر کے روایت پر جو
ندا کرنے میں اہل قلیب کے آئی ہے اور کہے انحضرت ایسا نفرماتے ہین کیونکہ اللہ نے فرما چکا ہے انک لا تسمع
الموتی و ما انت بمسمع من فی القبور بلکہ انحضرت نے ایسا کہے ہیں الان لیعلمون ما اقول
لھم حق یعنی اب البتہ وہ قلیب والے جانینگے کہ میں جو انسے کہا تھا حق ہے اور کہیے وہم ہوے ہیں عمر کو سو علم کے جاکہے
سمع کہے یہ بات مواہب اللدنیہ میں ہے اب یہاں جواب اسکا سننا چاہیے کہ ندا کرنا سید المرسلین کا
اہل قلیب کو یعنے کوے میں لوے ہوے کافروں کو اور فرمانا حضرت عمر نے جواب میں ما انتم باسمع لما
اقول منھم صحابہ کی ایک جماعت کی روایت سے جو اس قصے میں حاضر تھے ثابت ہوا ہے اور حضرت عایشہ
نے اسوقت حاضر نہیں تھے نسبتی روایت مثبت کے مقدم ہے روایت نافی کے عایشہ صدیقہ تنہا نافی ہین
اور اس قصے میں حاضر بھی نہیں تھے اور اتنے اکابر صحابہ جو اس قصے میں حاضر تھے مثبت ہیں خصوصاً حضرت

عمر تو خود ندا کرنے کے مقدمے مین حضرت سے سوال کئے اور حضرت نے انکی فہمایش کئے پھر روایت حضرت عمر کی
دوسری کئی روایت پر بہت سرسائی رکھتی ہی اور سوا اُسکے جب حضرت عایشہ کو حقیقۃ حال بڑے بڑے صحا
کے روایتو نسے معلوم ہوئی اور مراد اُن دو نو آیتو نسے کیا ہی سو بجانے تب پہلے بات سے جو انکار کرنا میت کے
سننے کا تھا پھر گئے جناب محمد ابن اسحاق نے اپنے مغازی مین روایت کی ہی یونس ابن بکیر سے جید اسناد
سے حضرت عایشہ اسی بات کو جو ابو طلحہ سے روایت کی گئی ہی جسمین ما انتم باسمع لما اقول منہم
اور اس روایت کو حضرت عایشہ سے امام احمد بھی اسناد حسن سے روایت کئے ہین پھر حضرت عایشہ کے
پھر جانے مین پہلی بات سے کچھ تردد نہ رہا اور حضرت عایشہ کے پھر جانے پر پھر روایت ترمذی کی بھی دلیل ہی
کہ حضرت عایشہ نے اپنے بھائی عبد الرحمن کے قبر کے پاس کھڑے ہوئے انکو خطاب کرکے فرمایا اگر تیرے مرنیکے وقت مین
حاضر ہوتی تو تجھکو دفن وہین کرتی جہان تو نے موا پھر اگر آپکے عقیدے مین وہی انکار باقی رہا ہوتا تو میت کو خطاب
اور اس سے بات نکرتی پھر پھر جانا حضرت عایشہ کا اس انکار سے ان دلیلو نسے ثبوت کو پہنچا لیکن ان منکرو نکو
کیا ہوا کہ ہرگز اپنے اس انکار سے پھرتے نہیں سچ ہی اللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم اور سوا
اُسکے یہ بات بھی جان کہا جائے کہ حضرت عایشہ نے جو سمع کا انکار کرکے فرمایا ہے الآن لیعلمون تو سو یہ آیت
نہین ہی انکے سننے کو اور لکھا اسمعیل نے کہ ہرچند عایشہ صدیقہ عالی قدر علم و فہم و ذکاوت مین تھی لیکن
روایتون کو ثقات عدول کے جو اس قصے مین حاضر تھی رد کرنا ہو سکیگا اور علاوہ یہ ہی کہ اس قصے مین حضرت
عایشہ حاضر نتھے اور جو لوگ اس وقت حاضر تھے ثقات عدول اور قوی حافظے والے ہین حضرت کے فرمانو
کو خوب یاد رکھے ہونگی اور انہون نے عرض کئے یا رسول اللہ اتخاطب قوما قد جیفوا تو حضرت

نے فرمایا ما انتم باسمع لما اقول منہم اور واقعہ مین حاضر تھے سو ثقات و عدول کی روایت بہت سنی ہے لیکن ایک ہی ثقہ کی روایت ہے جو اس واقعہ مین حاضر نہو فافہم اور سمع موتا کا انکار کرنیوالون نے جو دلیل پکڑنی ہے ان دو نو آیت کو انک لا تسمع الموتی یعنے تحقیق تو اے محمد سنا نہین سکتا ہی مردونکو اور ما انت بمسمع من فی القبور یعنے تو سنانے والا نہین ہے انکو جو قبرون مین ہین سو جواب اسکا یہہ کہ معنی انکی یہہ ہی کہ تو اے محمد مردونکو وہ سنا نہین سکتا کہ جس سننے سے انکو فایدہ ہو یا یہہ کہ تو نہین سناتا ہی مردونکو مگر اللہ سناتا ہی انکو اور وہ آیت خود اس معنی پر دلالت کرتی ہی ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور اور مراد موتا سے اور من فی القبور سے کافران ہین اور مراد نہ سنانے سے حق بات کو قبول نہ کرا سکنا ہی جیسا کہتے ہین سو بار زید سے مثلا کہا تو اسنے نہ سنا یعنے کانون سے تو سنا لیکن قبول نکیا پھر اس سے یہہ لازم نہین آیا کہ کانون سے بھی نہ سنا ہو اور مضمون قول کا نہ سمجھا ہو اور دلیل اس بات پر یہہ ہی کہ یہہ دو نو آیتین اسوقت اترے ہین جب حضرت نے کافرون کو ایمان طرف بلایے اور وے کانون سے تو سنے لیکن قبول نہ کیے حضرت کے بلاوے کو اور بھی بعضے علما کہتے ہین کہ مراد موتا سے مردہ دلان ہین اور مراد قبور سے انکے اجسام ہین جنمین انکے دلان ہین اور انکا سمع کا انکار کرنیوالے وہ بھی کہتے ہین کہ فرمان حضرت کا جو ما انتم باسمع منہم ہی سو سچ ہی لیکن یہہ خصیصہ حضرت کا تہا جو اللہ تعالے نے حضرت کے آواز کو انکو سنا دیا پھر دوسرے کی آواز کو مردہ نہین سنتے ہین بولنا اس وہ دوسرے کو حضرت کے خصیصہ مین شریک کرنا ہی جواب اسکا یہہ ہی کہ ثبوت خصیصہ کا نہین ہوتا ہی مگر قوی صریح دلیل سے یہان تو اشارہ بھی خصوصیت پر نہین صراحۃ تو کہان بعض بعض روایات کو

تم عندیہ میں خصیصہ کرکے ٹھہرائے ہو وہ خصیصہ نہیں تمہارا عندیہ ہی تمہارے عندیہ کو کیا اعتبار اور خصیصہ ہونے پر بہت سے آثار و اخبار وارد ہوئے ہیں چنانچہ بعضے انمیسے مذکور ہو چلے اور اسیطرح فقط عندیہ ہی دعوی کرنا اسباب کا کہ حضرت نے کافروں کو خطاب کرکے جو فرمایا سو اس سے مقصود زندوں کو وعظ کرنا ہی حقیقت میں کافروں کو خطاب کرنا مقصود نہیں یہ لوگ اتنا خیال نہیں کرتے کہ حضرت نے عمر فاروق کے جواب میں جو فرمایا ما انتم باسمع منہم یہہ بات وعظ کیسی ہوئی یہہ تو خبر ہی حضرت کا خبر دینا خلاف واقع کے نہیں ہوتا ہی ہاں عمر فاروق کے جواب میں یہہ فقرہ نفرماکے فقط پہلی بات پر اکتفا فرماتے تو احتمال زندوں کے وعظ کا ہو سکتا تھا جب یہہ فقرہ فرمایا سننا موتا کا ثابت ہو چکا یہہ بسبب ترجمہ مشکاۃ سے اور مواہب اللدنیہ سے اور تنبیہ الاغبیا علی حیات الانبیا سے لکھا گیا اور تفسیروں میں بھی ان آیتوں کی تفسیر میں ایسا لکھا ہی چنانچہ تفسیر جلالین میں لکھا قولہ تعالی وما انت بمسمع من فی القبور ای الکفار شبہہم بالموتی فلا یجیبون اور خطیب شربینی کی تفسیر میں ہی قولہ تعالی ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور یسمع ای ما انت بمسمع ای بنفسک من غیر اقدار اللہ تعالی لک بمسمع من فی القبور ای الحسیۃ او المعنویۃ اسماعا ینفعہم بل اللہ یسمعہم ان شاء یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے حسیہ قبروں میں ہوں یا معنویہ قبروں میں سو نہیں تو اپنی ذات سے سنانے والا نہیں ایسا سنانا جس سننے سے انکو فائدہ ہووے بلکہ ایسا سنانا اللہ ہی کے ہاتھ ہی سو انہیں سناوے اگر چاہے اور بھی اسی تفسیر میں ہی قولہ تعالی انک لا تسمع الموتی ای انما شبہوا بالموتی لعدم انتفاعہم باستماع ما یتلی علیہم یعنی اللہ نے جو کافروں کو تشبیہ دیا موتا کے ساتھہ سو اس سطحی

دجیسا موتا پر وعظ کریں تو انکو اس سے کچھ نفع نہیں ویسا ہی ان کافروں پر کتنا ہی وعظ کریں اس سے کچھ فایدہ نہ اٹھاوینگے پھر جب حدیثوں اور تفسیروں سے ظاہر ہوا کہ ان آیتوں سے موتا کے سننے کی نفی مقصود نہیں پھر دوسرا کوئی ان آیتوں سے موتا کے سننے کی نفی مراد لیوے تو کب مقبول ہوسکتا ہے اور ایک بات لکھتا ہوں کان لگا کے دھیان رکھ کے سننا چاہیے کہ ہم موتا کے سننے کے دلیلوں سے چشم پوشی کر کے کہتے ہیں کہ بالفرض ہم قبول کریں کہ موتا سنتے نہیں لیکن سننے کی نفی سے انکے علم کی نفی لازم نہیں آتی ہے پھر جاننا موتا کا سننے کے ماسوا کو اور دیکھنے کے چیزوں کو کافی ہے اور یہہ بات بھی بہت سے دلیلوں سے ثابت ہے اگرچہ آنکھ اور کان کے واسطے ہو جیسا بعضے اہل کلام سننے کو اور دیکھنے کو اللہ تعالی کے جان لینے سے مبصرات و مسموعات کے تاویل کیے ہیں اور بہت سے اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں موتا کے جاننے میں احوال کو زیارت کرنیوالوں کے اور انکو پہچاننے میں چنانچہ کتنے اخبار و آثار اس مقدمے میں پہلے ہی مذکور ہوچکے ہیں اور تھوڑے یہاں بھی مذکور ہوتے ہیں از انجملہ یہہ حدیث صحیح ہے جسکا حاصل مضمون یہہ ہے کہ زیارت قبروں کی جمعہ کے روز فاضلتر ہے اور روزوں میں زیارت کرنے سے کیونکہ اس دن میتوں کو علم پورا رہتا ہے اور احوال زائروں کا اور دنوں سے زیادہ کھلتا ہے اور دلیلوں سے علم میت کے حدیث مستدرک کی بھی ہے جو پہلے مذکور ہوچکی حضرت عائشہ نے قبر شریف کی زیارت کو حجرے میں داخل ہوتے تو کپڑے اتار رکھتے تھے جب سے حضرت عمر وہاں مدفون ہوئے تب سے کپڑے اتار نہیں سکتے حضرت عمر سے شرماکے اور حاکم لکھتا ہے کہ یہہ حدیث صحیح ہے شیخین کے شرط پر اور ابن تیمیہ کتاب میں اقتضاء الصراط المستقیم کے لکھتا ہے کہ ان

الشہداء بل کل المؤمنون اذا زارھم المسلم ویسلم علیہم عرفوہ وردوا علیہ السلام

یعنے جب زیارت کرے مسلمان شہیدوں کے قبروں کی بلکہ سارے مسلمانوں کے قبروں کی اور ان پر سلام کرے تو وہ

قبرون والے اسکو بھی سنتے ہین اور جواب انکے سلام کا دیتے ہین اور شاگرد ابن تیمیہ کا ابن القیم لکھتا ہی جسکا خلاصہ
یہ ہی کہ روح را بعد از موت با بدن تعلقے ہست و این تعلق میان ہر دو دائمی است اگرچہ بدن بوسیدہ پارہ پارہ گردد
و ازین تعلق اطلاق اسم موت از و منتفی نمیشود بلکہ این حیات امری متوسط ست میان موت و حیات چنانکہ
خواب متوسط ست میان حیات و موت از انکہ نوم مشابہ موت ست ولیکن اطلاق حیات از نایم منتفی نمیشود اگرچہ
آن حیات غیر حیات مستیقظ ست انتہی اسیطرح ہی خلاصۃ الوفا اور تنبیہ الاغبیا مین الحاصل سننا
میتون کا اور علم انکا فی نفسہ ہو سکنے والی چیز ہے نہین ہے محالات مین سے اور اخبار صحیحہ ان باتون کے ثبوت مین
وارد ہوے ہین پھر اسکو سچ جاننا واجب ہو گیا اسیطرح ہی ترجمہ مشکاۃ مین **کیا ھون سوال** بزرگون
کے نیاز کے کھانے مین سے پکانیوالے کے جورو بچون کو اور اسکے دوستون قرابتدارون کو اور آشنایون کو کھلانا
جایز ہی کہ نہین اور اپنے نیک کامون کا ثواب کسی کو بخشے تو اسکو پہنچتا ہی کہ نہین **کیا ہو مین یا**
سوال کا جواب جاننا چاہیے کہ کھانا کہ جسمین نیت پکانیوالے کی لوگون کو سنانے اور دکھانے اور
شان جتانے کی ہو رہے کیونکہ حدیث مین آیا ہی نہی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن طعام
المتباریین اور مشکاۃ کے ترجمے مین ہی طعامیکہ بجہت مفاخرت و مباہات پزند و برای نام آوازہ بسیار از ند بر
بالغ اجابت دعوت است انتہی اور فاتحہ کا کھانا پکانے مین جب تلفی کسی کی حق کی جیسے دی تنخواہ
اور درماہہ دار کی رہے اور زبانے نذر کسی پیر ولی کی کرکے نہ پکانا چاہیے ہان اگر دل مین کسی نبی کی نذر
کرکے کھانا پکایا ہو تو اسکا کھانا منع نہین کیونکہ نبی نذر کو اعتبار نہین ہی اور فاتحہ کا کھانا سودی
پیسے سے پکایا گیا نہ ہووے تو ایسا کھانا کھانے اور کھلانے مین محتاجون کو اور جورو بچون کو اور قرابتدارون کو

کچھ مضایقہ نھین بلکہ بس کھانے مین سے تیسیر والون کو بھی کہلاوے تو منع نھین لیکن حدیثون کے روسے جو رو بچون کو اور قرابتدارونکو کھلانے مین ثواب زیادہ ملنے کی امید ہی کیونکہ سب صدقے خیراتون مین فاضلتر وہی جو خرچ کرتا ہی اپنے جورو بچون پر اور اس باب مین بہت سے حدیثین آئی ہین ازانجملہ حدیث مسلم کی ہی افضل دینار ینفقہ الرجل دینار ینفقہ علی عیالہ یعنے سب دینارون مین بڑی فضیلت اور ثواب والی وہ دینار ہی جو کوئی مرد خرچ کرتا ہی اسکو اپنے پرورش مین پہنچ لوگون پر ازانجملہ حدیث امام احمد اور نسائی اور ابن ماجہ کی ہی الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وھی علی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ یعنے مسکین پر خیرات کرنے مین ایک صدقہ کا ثواب ہی بس اور صدقہ ذی الرحم پر کرنے مین دو ثواب ہین ایک ثواب خیرات کا ایک ثواب صلہ رحمی کا اور فقہا لکھے کہ اگر کسی کا کوئی قرابتدار تیسیر والا ہو تو اسکو بھی کچھ چیز بطور ہدیہ دینے مین ثواب ہی صلہ رحمی کا اگرچہ ثواب خیرات کا نہو لیکن ثواب صلہ رحمی کا خیرات کے ثواب سے کچھ کم نھین ہی بلکہ تحفہ مین جو حاشیہ ہی ردالمحتار کا ہی ذخیرہ سے نقل کرتا ہی کہ مالدار پر تصدق کرنے مین بھی ایک نوع کی قربت ہی اگرچہ فقیر پر خیرات کرنیکی قربت سے کم ہی چنانچہ عبارت اسکی یہہ ہی صرح فی الذخیرۃ بان فی التصدق علے الغنی نوع قربۃ دون قربۃ الفقیر اور غنی ذوی الارحام سے ہو تو اسمین صلہ رحمی بھی حاصل ہوتی ہی سو وہ قربت ہوئے اور بھی مسلم کی حدیث مین ہی دینار انفقتہ فی سبیل اللہ و دینار انفقتہ فی رقبۃ ودینار تصدقت علے مسکین و دینار انفقتہ اھلک اعظمہا اجرا الذی انفقتہ علے اھلک یعنے ایک دینار جو تونے خرچ کیا اسکو ای مخاطب جہاد کے کام میں اور ایک دینار جو تو نے خرچا اسکو کسی بردے کو آزاد کرنے میں اور ایک دینار جو تو نے اسکو خیرات کیا

ایک دینار مسکین پر اور ایک دینار جو تو نے خرچ کیا اسکو اپنے جورو بچون پر سو ان سب دینارون مین بہت ثواب
والا وہ دینار ہے جو خرچ کیا تو نے اسکو اپنے جورو بچون پر اور طبرانی کی حدیث مین ہے ما انفق الرجل على نفسه
وولده واهله وذوي رحمه وقرابته فهو له صدقة یعنی جو مرد خرچ کرے کسی چیز کو اپنی
ذات پر اور جورو بچون پر اور قرابتی رحم پر اور دوستون پر ابتدا ان دو پیسون کی خیرات ہے
اور ایک حدیث مین آیا ہے خیر الصدقة ما انفق على عياله یعنی سب خیراتون مین بہتر خیرات
وہ چیز ہے جو خرچ کرتا ہے اپنی پرورش مین ہین جو لوگون پر اور دوستان آشنایون کو کہلانا بھی
فضیلت اور ثواب ہے جیسا کہ طرف اشارہ ہے اس حدیث مین ان اسرع صدقة الی
السماء ان يصنع الرجل طعاما طيبا ثم يدعو عليه ناسا من اخوانه
حدیث مذکور ہے ارشاد العباد مین حاصل اسکے معنی کا یہ ہے کہ جلد آسمان طرف پہنچنے کی خیرات یہ ہی جو اچھا
کہانا پکا کر اپنے مسلمان بھائیون کو کہلاتا ہے پھر حاصل ان حدیثون کا یہ ہوا کہ فاتحہ کا کہانا اچھا پکا کر
کو اور خویشون کو اور آشنایون کو کہلانا خیرات کے جنس سے ہے اور میت کے سبب ثواب ملنے کا پہر ثواب
جسکو بخشے اسکو پہنچیگا اور مقصود فاتحہ کرنے سے تو میت کو ثواب پہنچانا ہے پہر جن لوگون کو کہلانے مین
ثواب زیادہ ہے ان ہی کو کہلانا اولی ہے جیسے محتاجون کو کہلانے سے لیکن انکو بہی کہلانا جایز ہے اور خالی ثواب
سے نہین ہان اگر کہانا پکا کر فقیرون ہی کو کہلانے کی نیت سے تو اسکو قیمت وہ کہانا فقیرون ہی کو کہلانا چاہیے کہ شیخ عبد
الحق دہلوی جامع برکات کی کتاب مین لکہتے ہین کہ طعامیکہ بنیت تصدق بر فقرا از اموات بپزند تا ثواب
آن بایشان برسد بجز فقرا نباید داد و آنچه تصدق بر فقرا نمی‌باشد و آنچه بنیت ضیافت مسلمین تیار کنند اگر باشند

خواہ غنی باشد یا فقیر چنانچہ در اعراس مشائخ کہ درین دیار متعارف است عام باشد مر فقرا و اغنیا را الی آخر ما قال انتہی اب لکھنے والا کہتا ہی کہ یہہ بات شیخ دہلوی کی محتاج ہی ایک دلیل خاص کی کیونکہ فقط نیت کرنے سے ایسے کاموں میں ادا کرنا اسکا ذمے پر نیت کرنیوالا کے لازم نہیں ہو جاتا ہی چنانچہ اگر کوئی شخص فقیروں پر خیرات کرنے کی نیت سے کچھہ اپنے مال میں سے نکالے تو اسپر لازم نہیں ہو جاتا ہی کہ اس مال کو فقیروں ہی کو دے ڈالے بلکہ اگر کسی تیسیر والے کو دے ڈالے یا کسی ہی کو نہ دیکے اپنی ہی ملک میں رکھہ چھوڑے تو مختار ہی اسکو پہنچتا ہی لیکن اتنا ہی کہ خلاف ولی کیا کیونکہ اسمیں ایک نوع کی عہد شکنی ہوتی ہی اسیطرح اگر کوئی اقضا فاضد دالا قربانی کی نیت سے ایک جانور خریدے تو اسپر لازم نہیں ہوتا کہ اسی جانور کو قربانی کرے بلکہ دوسرے جانور کو قربانی کیا تو بھی روا ہی اگرچہ اسمیں بھی خلاف ولی ہوا کہ ایک نوع کی عہد شکنی کیا اور خود شیخ دہلوی بھی لکہے ہیں کہ جو کھانا بزرگوں کے عرسوں میں پکایا کرتے ہیں سو اسکو کھانا تونگروں کو بھی روا ہی پھر اس ملک میں جو بزرگوں کے سالیانے کے فاتحہ میں کھانے جو پکایا کرتے ہیں سو اسی نیت سے ہی کہ آپ بھی کھاویں اور اپنے جورو بچوں کو بھی کھلاویں اور خویش اور آشنایوں کو اور پروسیوں کو بھی اور کچھہ فقیروں کو دیویں پھر انکو کھلانے میں جو ثواب اللہ سے ملتا ہی سو کسی میت کو بخشنا روا ہی اور کوئی شخص کسی کے فاتحہ کا کھانا چھوڑ ایسا پکایا اور اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دیا تو بھی روا ہی پھر انکو کھلانے میں جو ثواب ملتا ہی جسکو چاہے بخشنے کا اختیار ہی اور وہ جو کہا کرتے ہیں کہ دار الجزا آخرت ہی یہاں ثواب بخشنے میں کیا حصول سو یہہ بات انکی بیجا ہی کیونکہ ہر چند دار الجزا آخرت ہی لیکن دار الجزا کی پہلی منزل یہی عالم برزخ ہی سو نیک عملوں کے ثمرات عالم برزخ میں بھی ملا کرتے ہیں چنانچہ بعضے لوگ اپنے بعضے عملوں کا ثواب بعضے میتوں کو بخشنے

ہین تو خواب میں آ کے انکی شکر گذاری کرے اور کہے کہ تم فلانے کام کا ثواب بخشنے سے ہم پر عذاب اٹھہ گیا یا گھٹ گیا اور ایسے روایتیں شرح صدور و برزخ سیوطی کے اور دوسری معتبر کتابوں میں بھی بہت سی ہیں ان میں سے تہوڑی چند حکایات لکھے جاتے ہیں حکایت ایک شخص راہ سے چلے جاتا تہا سو یکایک ٹہوکر لگی سو ناخن ایک انگلی کا ٹوٹا اور کچہہ لہو بھی بہا اسنے درد پر صبر کیا نہ رویا نہ چلایا لنگڑاتا لنگڑاتا چلدیا اثنائے راہ میں دل میں اللہ سے عرض کیا کہ یا اللہ ثواب اس صبر کا جو مینے کیا میری ماں کو بہیجیو پہر جب رات ہوئی سو رہا تو اپنی ماں کو خواب میں دیکہا کہ بہت سی شکر گذاری کی اور کہی کہ مین ایک مدت سے ایک گناہ کے عذاب میں تہی تو جب صبر کا ثواب بہیجا وہ عذاب میرے سے اٹھہ گیا اللہ تجہے جزائے خیر دیوے حکایت امام قرطبی لکہتے ہین کہ ایک بستی میں ایک جوان صالح تہا جسکو اکثر لوگ ولی سمجہتے تہے لیکن میرے پاس اسکی ولایت ثابت تہی سو مین اسکی ولایت کا منکر تہا اتفاقاً ایکروز اسکی ماں موئی مین بہی اسکے جنازے کی نماز کو گیا جب لوگ دفن کرنے گئے مین بہی مدفن تک ساتہہ ہوا جب دفن کر چکے وہ جوان صالح بے اختیار روتا ہوا کہنے لگا کہ میری ماں پر عذاب ہو رہا ہے تب میرے دل میں یہہ خطرہ آیا کہ اسکی ولایت ملتزم مانیکا وقت یہی ہے پہر میرے لڑکا دل ہی میں خدا سے عرض کیا کہ یا رب العالمین ستر ہزار کلمہ طیبہ میرے واسطے پڑکر تیرے پاس جو امانت رکہا ہوں اسکا ثواب اس جوان کی ماں کو بخشا بات پوری نہین ہوئی تہی کہ جوان صالح نے بڑی خوشی سے کہنے لگا الحمد للہ میری ماں بخشی گئی اور عذاب اس سے اٹھہ گیا امام قرطبی لکہتے ہین کہ تب سے مین بہی اسکی ولایت کا قایل ہو گیا حکایت ایک شخص شیخ محی الدین ابن عربی پر ہر روز سو بار لعنت بہیجا کرتا تہا اتفاقاً بعد مدت کے وہ شخص مر گیا سو اسکا حال حضرت شیخ پر کہل گیا تو کیا دیکہے کہ حضرت شیخ پر لعنت کرنیکے

سبب سے سخت عذاب میں گرفتار رہا ہے پھر شیخ نے اللہ سے عرض کیے کہ یا اللہ میرے واسطے ستر ہزار کلمہ طیبہ
پڑھکر جو میرے پاس لکھا ہوا ہے سو اسکا ثواب فلانے کو بخشدیا ہوں پھر اسی وقت اس شخص پر سے عذاب اٹھ گیا یہہ تینوں حکایت
بدر السافرہ میں حافظ سیوطی کے اور روضۃ الریاحین و مرآۃ الجنان میں امام یافعی کے مذکور ہیں اور ابن القیم
کہتا ہے کہ عذاب قبر کا دو قسم پر ہے ایک دائمی دوسرا منقطع پہلا جو ہمیشہ تک ہوتا چلے جائیگا سو عذاب کافر
کا اور بعضے گنہگاروں کا ہے دوسرا جو ہمیشہ نہ ہوتے چلے کٹ جانے والا ہے وہ عذاب ان گنہگاروں کا ہے جو تھوڑے
گناہ کیے ہیں پھر انکو عذاب ہوگا موافق انکے گناہ کے بعد اسکے عذاب انسے اٹھ جائیگا اور اٹھ جانا عذاب کا
کسی قبر والے سے کبھو زندوں کے دعا خیرات کے سبب سے بھی ہوتا ہے تھی اسیطرح ہے شرح صدور میں امام
سیوطی کے اور کہا طبری نے جو بڑا محدث تھا کہ پہنچتا ہے میت کو ثواب ہر عبادت کا جو اسکے واسطے
کیجاتی ہے واجب ہو وہ عبادت یا مستحب اسیطرح ہے شرح موطا میں ملا اسلام اللہ کے اور انس کی حدیث
میں ہے من دخل المقابر فقرأ سورۃ یس خفف عنہم یومئذ یعنی جو شخص قبرستان میں جاوے اور
سورہ یس کا پڑھے تو اس قبرستان والوں سے اس روز عذاب گھٹتا ہے اور شرح مسلم میں ہے ابو ہریرہ سے
کہ کہے انہوں نے کہ فرمایا حضرت نے کوئی شخص مرتا ہے اور چھوڑ جاتا ہے فرزند کو تو بلند کیا جاتا ہے درجہ اسکا تو وہ
میت کہتا ہے بلند کرنا درجے کا کس سبب سے ہے تو کہتا ہے اللہ نے یہہ ثواب ہے تیرے فرزند کے استغفار
کا جو تیرے واسطے کیا اور الفاظ اس حدیث کے یہہ ہیں یموت الرجل ویدع ولدا فیرفع لہ
درجۃ فیقول ما ھذا یا رب فیقول سبحانہ وتعالی ھذا استغفار ولدک لک اور
ترمذی کی حدیث میں ہے ابن عباس سے کہ ایک شخص سید المرسلین سے پوچھا کہ اے سردار جنہ میری

ہان ہی پھر اگر مین اسکے طرفسے خیرات دیون تو کیا اسکو ثواب اسکا پھنچیگا تو آپنے فرمایا ہان پھنچیگا اور الفاظ
حدیث کے یہہ ہین ان رجلا قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان امی توفیت
افلینفعہا ان تصدقت عنہا قال نعم اور ابو حفص عسکری کی حدیث مین ہی انس سے کہا اسنے پوچھا
میں سید المرسلین سے کہ ہم لوگ خیرات کرتے ہین ہمارے موتا کے طرفسے اور حج کرتے ہین ہم انکے طرفسے
اور دعا کرتے ہین ہم انکے واسطے کیا ثواب انکا پھنچتا ہی انکو فرمایا ہان پھنچتا ہی اور وے خوش ہوتے ہین اس سے
جیسا خوش ہوتا ہی کسی ایک نے تمہارے مین کا جب کسی دوست کے پھا طبق ہدیہ آیا تو اور الفاظ
اس حدیث کے یہہ ہین عن انس انہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا رسول
اللہ انا نتصدق عن موتانا و نحج عنہم و ندعو لہم فہل یصل الیہم قال نعم لیصل
الیہم و یفرحون بہ کما یفرح احدکم بالطبق اذا اھدی الیہ رواہ ابو حفص
العسکری اور فتاوی قاضیخان مین کہا ہل نتصدق عن المیت و ہو عالہ قال یجوز ذالک
و یصل الی المیت لما جاء فی الاخبار ان الحی اذا تصدق عن المیت بعث اللہ تعالی
ملک الصدقۃ الیہ علی طبق من نور یعنے کوئی شخص خیر دیا کسی میت کے طرفسے یا اسکے
حق مین دعا کیا تو لکھے فقیہون نے ایسا کرنا جائز ہی اور پھنچتا ہی ثواب اسکا میت کو کیونکہ حدیثون مین آیا
ہی کہ جب زندہ خیرات دیتا ہی کسی میت کے طرفسے تو اللہ نے اسکے ثواب کو اسی میت طرف بھیجتا ہی نور کے
طبق مین اور کہا زیلعی مین کہ آدمی کو جائز ہی کہ آپنے نیک عملونکا ثواب غیر کو بخشنے یہہ مذہب اہل
سنت و جماعت کے ہی وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا قرات قرآن ہو یا اذکار اور پھنچتا ہی ثواب انکا

انکا مونکا ہوتا گو اور نفع دیتا ہے انکو لیکن معتزلہ کے پاس نہیں پہنچتا اور عبارت اسکی بحر الرائق میں یہ ہے الاصل

فی هذا الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره عند اهل السنة والجماعة

صلوة کان او صوما او صدقة او قراءة القرآن والاذکار وغیر ذلک من جمیع انواع

البر ویصل ذلک الی المیت وینفعه وقال المعتزلة لیس له ذلک ولا یصل الیه ولا ینفعه

الی اخر ما قال اور بحر الرائق میں یہ ہے من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من

الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة کذا فی البدائع

والظاهر انه لا فرق بین ان ینوی به عند الفعل للغیر او یفعله لنفسه ثم بعد

ذلک یجعل ثوابه لغیره یعنی حاصل ان چیزون اور قولونکا اور انکے بیانونکا یہی ہوا کہ زندے

مردون کو ثواب نیک اعمال کا پہنچتا ہے اور انکو فائدہ دیتا ہے لیکن اگر کوئی کہے کہ [illegible]

یوم الحشر [illegible] روز ثواب پہنچنیکا ہی سو اس روز پہنچیگا آج کچھ نہیں سو غلط محض ہے اور جتنا تعبیر

اس بات پر دلالت کرتے ہیں سو دعوی کو ثابت کرنیوالے خصم لیکن جو دعوی دلیلوں سے ثابت ہے سو

ہے سو اسکو تائید کرنے والے ہین فافهم لیکن کسی بزرگ کے فاتحہ کرنا نیت سے حاجت روائی کے اس بزرگ

سے سو سبب ہے دونوں کے خسارے کا چنانچہ سفینة النجاة کے تین سو نوے صفحے میں لکھے ہیں

جسکی عبارت یہ ہے کہ فاتحه ان بزرگ اگر خالصا لله کرده باشد ثواب بروح ان در آخرت مترتب خواهد

شد و اگر [illegible] هیچ سود نمیدهد نه در دنیا و نه در آخرت بلکه زیانکار شود و اگر بنیت قضاء حاجت خود از

مراد از ان بزرگ بسبب آن مقصود [illegible] خساره دنیا و آخرت [illegible] خود [illegible] وکسی

فاتحہ کے کھانے کو قید اور شرط تراشنا بدعتی اور اگر ان قید و شرط کے کرنے میں بھلائی دنیا کی ملیگی اور
انکے چھوڑنے میں برائی گلے پڑیگی کرکے عقیدہ رکھنا شرک ہی العیاذ باللہ چنانچہ سراج العلما مولانا اسلمی صاحب
اپنے رسالے میں فرماتے ہیں اعتقاد کردن عوام نفع خود را بکردن این رسوم و عادات معمولہ ایشان در انجہ و
فاتحہ و اعراس بزرگان و ماندن و ترسیدن از ضرر ترک آن از اشد منکرات است و شرک از ین لازم می آید

تتمہ

انتھی تتمہ حدیثوں میں صاف منع آیا ہی علانیہ گناہ کرنیوالوں کی دعوت قبول کرنے اور انکا کھانا کھانے سے جیسا ملا علی
قاری مشکاۃ کی شرح میں ذکر کیا نہی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین
ای مطلقا یعنی منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطلق قبول کرنے سے دعوت کو فاسقوں کے اور تمرتاشی میں
کہتا ہی لا یجیب دعوۃ الفاسق المعلن یعنی قبول نکرے اور نہ جاوے دعوت کو اسکی جو علانیہ فسق کے
کام کیا کرتا ہی اور انکو اپنا کھانا کھلانے سے بھی منع آیا ہی جیسا عبد الحق دہلوی آداب الصالحین میں لکھے
کہ فاسق بے نماز را دعوت نکند پھر اگر کوئی علانیہ فسق کرنیوالا ان لوگوں کے فاتحہ کی تقریب میں یا شادی نکاح
کی تقریب میں دعوت کرے تو اسکی دعوت قبول کرنا خالی کراہت سے نہیں اسطرح اسکو دعوت کرکے اپنے
گھر بلانا واللہ اعلم

بارھواں سوال

بارہواں سوال بعضے ایک مذہب کی پیروی کرنیوالے کو دوسرے مذہب کی پیروی کرنا ادھر
مقدمات میں اور غیر مجتہد کو تقلید مذہب کی چھوڑ کر عمل حدیث پر کرنیکو لازم کر لینا اور کسی مذہب طرف اپنے
کو منسوب نکرے مذہب میں محمدیہ کہلانا جایز ہی کہ نہیں **جواب بارہویں سوال کا** جاننا چاہیے
کہ اس جواب میں کتنے مقدمے ہیں ہر ایک کو ان میں سے جدا جدا ذکر کرتا ہوں **پہلا مقدمہ** یہ ہی کہ ہر مذہب کے
پیرو کو کبھو دوسرے مذہب کی پیروی کرنا کسی ایک بات میں جایز ہی تو اس شرط سے کہ دو مذہب میں

تلفیق ہو چنانچہ قاضی ابو عاصم حنفی قفال شافعی کی مسجد میں ایک روز امامت کے لئے مغرب کی نماز میں جہر
جہر کیے بسم اللہ کو اور رفع یدین کیے انتقالات میں چنانچہ یہ مقصد مذکور ہے قول السدید میں اور مولانا عبد
العلی ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں بیان مس شافعی امرأة او ذکرہ ولم یتوضأ وصلی واقتدی
بہ حنفی فالاشبہ عندی ان یعید الحنفی صلوته وان افتوا بصحة صلوته لان الامام
یعتقد عدم صحة الشروع فاختل فی نیته بل یخاف علیه الکفر بقصد الصلوة بلا طہارة
الا اذا صلی بشرط اختیار امامه وعمله بقول مجتہد مانع یجوز اقتداء الحنفی
بلا فساد فی نیته یعنی اگر چھویا شافعی المذہب کسی نامحرم عورت کو یا اپنے ذکر کو اور تازہ وضو نکر کے
وہ نماز ادا کی اور کوئی حنفی المذہب اسکی اقتدا کیا تو شبہ میرے پاس یہ ہے کہ حنفی پلٹا دے اپنی نماز کو اگرچہ فتویٰ
دیئے فقیہوں نے اسکی نماز صحیح ہونیکا کیونکہ اس شافعی امام کے عقیدے میں نماز میں شروع کرنا ہی صحیح نہیں
پھر خلل آگیا اسکی نیت میں بلکہ اسپر کفر کا بھی خوف ہے بسبب قصد کرنے اسکی نماز پڑھنے کو بغیر طہارت کے ہاں اگر
وہ شافعی امام اپنے امام کی پیروی اس مقدمے میں چھوڑ کے دوسرے کسی امام کی تقلید کا ارادہ کیا ہووے تو نہ
جایز ہوگی اقتدا حنفی کا اس شافعی کے ساتھ اور اسکی نیت میں بھی کچھ خلل نہیں انتہی اس سے بھی معلوم
ہوا کہ کبھو ایک دو مقدمے میں تقلید دوسرے امام کی کیا تو روا ہے لیکن امام سیوطی جزیل المواہب میں جامع الفقہا
سے نقل کیا کہ جائز ہے پیروی کرنا ایک مذہب کی ایک مسئلے میں نہ تمام میں چنانچہ اگر لہو جاری ہو کسی ایک حنفی المذہب کے
سے تو اسکو وہ نماز ادا کرنا تقلید سے امام شافعی کے اس مسئلے میں جب تک نیا وضو کر نے پہلے نماز پڑھ
لیا تو تعزیر کیا جاوے گا انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایک مسئلے میں ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے کی پیروی

کرنا روا ہونا اختلافی بات ہی لیکن اصح یہی بات معلوم ہوتی ہی اور روضۂ فقہ شافعی کی باب القضا میں ہی یجوز
للشافعی ان یعمل علی مذهب ابی حنیفة رحمه الله بالتقلید انه بان یعتقد بقلبه
ان قلد بابی حنیفة فی هذه المسئلة ولا یعصی بالعمل عند بعضهم کما اذا مس
الشافعی امرأة ویصلی بلا تجدید الوضوء جاز علی مذهبه وعند بعضهم لا یجوز
العمل علی مذهبه ویعصی والاصح جواز العمل بالتقلید یعنی شافعی المذہب کو جایز ہی عمل کرنا
ابو حنیفہ کے مذہب پر انکی تقلید کی راہ سے اس طور سے کہ دل میں لاوے کہ اس مسئلے میں ابو حنیفہ کی پیروی کرتا
ہوں اور اس تقلید کے سبب گناہ گار نہو گا بعضوں کے پاس چنانچہ چہولیا شافعی المذہب نے کسی نامحرم مستور کو
اور بے تازہ کرنے وضو کے نماز ادا کی تو جایز ہی انکے مذہب کے رو سے لیکن بعضوں کے پاس شافعی المذہب
کو جایز نہیں عمل کرنا ابو حنیفہ کے مذہب پر اور عمل کرنے سے گنہگار ہوجاویگا لیکن بہت صحیح یہہ بات
ہی کہ جایز ہی شافعی المذہب کو عمل کرنا ابو حنیفہ کے مذہب پر تقلید کی راہ سے اور بھی ابن حجر مکی نے تحسین
التوسل میں لکہا عند الحنفیة قول اعتمده طایفة منهم صحة التیمم مع وجود
الماء لنحو مس المصحف ولتحصیل سنیة کون الشخص علی الطهارة لمن یشق علیه
استعمال الماء او فی تحصیله ونحو مشقة اذا اراد مس المصحف للتلاوة او للصلاة
النبویة ونحوها علی طهارة فللقایل بهذا القول یعنی حنفیوں کے مذہب میں ایک
قول ہی جسپر اعتماد کی ہی ایک گروہ نے حنفیوں میں سے سو کہا ہی تیمم صحیح ہوتا ہی پانی موجود رہتے ہوے
مصحف کو چہونے اور ہمیشہ وضو پر رہنے کی سنت پر حاصل کرنے پر جسپر پانی کو برتنے میں مشقت ہووے

یا پانی پیدا کرنے مین بڑی سی مشقت ہو اور وہ شخص قران پڑھنے یا مصحف کو چہونا چاہے یا درود پڑھنا چاہے اور مانند انکے کوی کام طہارت کے ساتھ کرنا چاہے تو پیروی کرلیوے اسکی جو یہہ قول کیا ہی اور بھی قول السدید مین بعضے عمدہ کتابونکے حوالے سے ذکر کیا ہی کہ ایکبار امام ابو یوسف کسی حوض مین غسل کرکے جمعہ کی نماز پڑھ لئے بعد اسکے معلوم ہوا کہ اس حوض مین چوہا پڑکے موا تھا پھر ابو یوسف نہ نماز کو پلٹائے نہ غسل کو اور فرمایا تقلید کرلیا مین اہل مدینہ کی اسی مقدمے مین پھر ان سب روایتون سے بھی ظاہر ہوا کہ کسی مسئلے مین کسی مقدمے مین کبھو کبھو ایک مذہب والا دوسرے مذہب کی تقلید ضرورتسے یا بے ضرورت کے کرلیا تو روا ہی لیکن ایک امام کی پیروی کو دوسرے امام کی پیروی کرنیکو کسی ایک مقدمہ خاص مین لازم کرلینا نہین صحیح ہی خصوصاً پہلے مذہب پر طعن کرکے دوسرے امام کے قول کو اسی مقدمہ خاص مین پیروی کرنا بہت نازیبا کام اور جہل ہی اور دلیل اسکی جایز ہونیکی معتبر کتاب مین نہین پایا اور پہلے کے عالمون مین کے کسی ایک سے سنا نہین گیا کہ اسنے ایک مقدمہ خاص مین پیروی کو دوسرے امام کے اپنے پر لازم کرلیا ہو پھر دوسرے امام کی پیروی ایک دو مقدمہ خاص مین لازم کرلینا بے ضرورت کے فقط خود نمائی ہی **مقدمہ دوسرا** یہہ بھی کہ کسی مذہب کی ان چارو مذہبون مین سے تقلید نکرکے عمل حدیث پر کرنا پہنچتا ہی مجتہدون کو اور ان کامل محدثون کو کہ منسوخ ناسخ اور صحیح ضعیف اور باقی کے اقسام حدیث کے اور عام خاص مجمل مفصل وغیرہ کو جانے اور قران و حدیث سے احکام نکالنے کا حوصلہ رکھے لیکن دوسرونکو اماموں کی تقلید کرنے بن چارہ نہین ہی کیونکہ سب کلیات جزئیات کے مسایل اور احکام نئے نئے واقعات کے قران و حدیث سے نکالنا اور سمجھنا نہایت دشوار ہی اللہ نے اس کام

پہ سکت دیا ہی تو مجتہد نہوی کو دیا ہی نہ ہمین تمہین پھر ہمکو تمکو حدیث و قران پر عمل کرنا اور اُنسے واجب العمل و جایز العمل اور ممنوع العمل پہچاننا اور اُنسے واقعات و مسایل استنباط کرنا اکثر عالموں کے حق مین محالات ہی چہ جاے جاہلان چنانچہ عبد الحق دہلوی سفر السعادۃ مین اسی بات طرف اشارہ کئے ہین جو کہے مجتہدان دین احادیث و اقوال صحابہ را تتبع نمودہ ناسخ را از منسوخ و صحیح را از سقیم جدا ساختہ و تحقیق و تاویل آن نمودہ تطبیق و توفیق میان آنہا دادہ مذہبی قرار دادہ اند عوام مسلمانان بلکہ علمای ایشان را درین روزگار این قوت و طاقت کجاست کہ این کار از دست ایشان آید ایشان را جز متابعت مجتہدان کردن سبیلی نبود و چارہ نے واللہ اعلم ہان اتنا ہو سکتا ہی کہ اگر کوئی قول امام کا کسی مقدمۂ خاص مین کسی حدیث صحیح صریح غیر منسوخ کے برخلاف پایا جاوے اور اس حدیث کی صحت و غیر منسوخ ہونا کسی معتبر عالم سے سنے یا کسی معتبر کتاب مین پاوے تو اس صورت مین اسی مقدمہ مخصوص مین اس حدیث پر عمل کرنا اور امام کے اس قول کو چھوڑ دینا ہی بلکہ جب کوئی سنے کسی عالم سے ایک حدیث کو اور اسپر عمل کرے پیچھے تو ناسخیت و منسوخیت و تاویل اسکی تو بھی روا ہی نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے جیسا ذکر کئے اس بات کو قاضی ثناء اللہ مفتی الاسلام بدر الدولہ بہادر نے اپنے بعضے تالیفات مین اور ذکر کئے اس عبارت کو بحر الرایق سے وان لم یستفت ولکن بلغہ الخبر و ہو قولہ علیہ السلام افطر الحاجم والمحجوم ولم یعرف النسخ ولا تاویلہ فلا کفارۃ علیہ عندہما لان ظاہر الحدیث واجب العمل بہ خلافا لابی یوسف لانہ لیس للعامی العمل بالحدیث لعدم علمہ بالناسخ والمنسوخ یعنے ایک روزدار کسی مسلمان کی غیبت کیا اور اسکو یہہ حدیث پہنچی کہ غیبت روزہ بگاڑتی ہی روزہ

دارکا اور وہ شخص جسکا منسوخ ہونا نہیں اور نہ تاویل اسکی جانا بھی نا تیر بھی حدیث کو سند کرنیکے سبب سے گناہ

نہیں امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے پاس کیونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے اسمین خلاف ہے ابو یوسف کو

جو کہتے ہیں کہ عامی کو نہیں پہنچتا کہ عمل کرے حدیث پر کیونکہ اسکو علم نہیں ناسخ و منسوخ کا

اور ابن حجر مکی لکھتے ہین کہ اگر کوئی شخص کسی حدیث پر عمل کیا اسکے صحیح ہونے کے گمان سے تو ثواب

ملیگا کیونکہ نیت اسکی فرمان برداری کرنا ہے سید المرسلین کی اور عارف ربانی عالم حقانی شیخ تاج الدین

عثمانی جامع الفواد کی کتاب مین لکھتے ہین من یعمل بقول المجتہدین فہو مثاب فی الدنیا

والآخرة ما لم یجد الحدیث الصحیح المتصل الاسناد فاذا وجد یعمل بالحدیث

جو کسی نے عمل کیا قول پر مجتہدین کے تو وہ شخص ثواب دیا جائیگا دنیا اور آخرت مین جب تک

جب تک نہ پاوے صحیح حدیث جسکے اسناد مین قوت ہو پھر جب ایسی حدیث پاوے تو اسپر

عمل کرے ملا علی قاری تزیین العبارة فی تحسین الاشارة کے رسالے مین لکھتے ہین لو صح عن الائمة

فرضا نفی الاشارة وصح اثباتها عن صاحب البشارة فلا شک

المسند الیہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنے اگر صحت کو پہنچے امام سے بالفرض نفی اشارہ کی

المرسلین سے اثبات اسکا تو سرسائی ایسی ہی جو حضرت سے صحت کو پہنچے اور اماموں بھی

کر گئے ہین کہ اپنے قول کو حدیث کے خلاف پاؤ تو اس قول کو چھوڑ دو اور اس حدیث پر عمل کرو

ذکر کیا ابن شحنہ نے نہایة النہایة مین انہ صح عن ابی حنیفة انہ قال اذا صح الحدیث فہو

مذہبی فاذا وجد احد حدیثا صحیحا مخالفا لقولی

الرسول یعنے صحت کو پہنچی یہ بات ابو حنیفہ سے کہ آپنے کہے جب کوئی حدیث صحت کو پہنچے تو وہی ہے
مذہب میرا پھر جب کوئی پاوے ایک صحیح حدیث کو میرے قول کے برخلاف تو چاہئے کہ چھوڑ دیوے میرے قول کو
اس حدیث کے واسطے اور خزانۃ الروایات میں روضہ سے نقل کیا انہ سئل ابو حنیفۃ اذا قلت قو
وخبر الرسول یخالفہ قال اترکوا قولی بخبر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنے پو
گئے امام ابو حنیفہ نے کہ جب کوئی بات آپ فرماویں اور حدیث اسکے خلاف پر ہو تو کیا کیا جائے تو فرمایا چھوڑ دیو
میرے قول کو حدیث کے سبب اور ملا علی قاری تزئین العبارۃ میں لکھا ہی کہ کہا امام شافعی نے اذا صح الحدیث
علی خلاف قولی فاضربوا قولی علی الحائط واعملوا بالحدیث یعنے جب صحت کو پہنچے کوئی
حدیث برخلاف میرے قول کے تو مار دو میرے قول کو دیوار پر اور عمل کرو حدیث پر پھر اس صورت میں صحیح حدیث
امام کے قول کے خلاف ہوتی ہوئی امام کے قول پر عمل کرنا اور حدیث کو چھوڑ دینا وصیت کو امام کے باطل کرنا ہے
العیاذ باللہ لیکن جو شیخ عبد الحق دہلوی نے لکھے سفر السعادت کی شرح میں سو حاصل مضمون اسکا یہ ہی
کہ حدیث پر عمل کرنا طریقہ متقدمین کا ہی اس آخری زمانے میں وہ کام کسی سے ہو سکنے کا نہیں کیونکہ مجتہدان
دین کے حدیثوں اور اصحابوں کے قولوں کو ڈھونڈ ڈھالکے جمع کئے اور ناسخ منسوخ اور ضعیف قوی کو جدا
کر دیئے اور جنہیں تاویل کرنا تھا انہیں تاویل بھی کی اور جنمیں تضاد پایا گیا انمیں تطبیق دیکے ایک مذہب ٹھہرا د
پیچھے کے امام مسلمانوں نے بلکہ انکے عالموں کو اس زمانے میں کچھ قوت کہاں کہ ایسا کام انکے ہاتھ سے ہووے پھر انکو
تقلید پیروی کرنے مجتہدوں کے کچھ اور رستہ نہیں آتھے یہ بات جو شیخ فرمایا اسکے حق میں جو تازہ مذہب
ٹھہرانا چاہتے ہیں مذہب کی پیروی نکی کے فقط حدیث و قرآن پر عمل کرنا چاہے لیکن کسی ایک مقدمہ خاص

مین اگر امام کا قول حدیث کے خلاف پڑ جاوے اور عامل کو معلوم ہووے کہ یہہ قول امام کا اس صحیح حدیث
کے خلاف ہی تو اس صورت مین حدیث ہی پر عمل کرنا ہی ویسے شخص کے حق مین شیخ کا قول بھی نیز
ہی فافہم لیکن وہ کام جسکا چھوڑنا امام ابو حنیفہ کے پاس حدیثون سے ثابت ہوا ہو اور کرنا اسکا نزدیک
امام شافعی کے مثلاً اچھی دوسری حدیثون سے ثبوت کو پہنچا ہو جیسا ہاتھ اٹھانا رکوع سے سر اٹھاتے وقت
تو حنفیونکو نچاہئے کہ اپنے امام کی سند کے حدیثونکو شافعیون کے قول کے اعتماد پر ضعیف یا معلول ٹھہرا کے
آپ بھی ہاتھ اٹھانے لگین یا دوسرونکو بھی اس کام کی رغبت دلاوین کیونکہ ایسا کرنے مین اپنے امام کو
اور انکے تابعون کو جھٹلانا لازم آتا ہی کیونکہ وے سب کے سب ہاتھ نہ اٹھانیکے حدیثون کو سرائی د
ہین اور انکی تصحیح کئے ہین اور انکو ناسخ ٹھہرائے ہین شافعیون کے حدیثون کے اور تفصیل اس مقدمے
کے یعنے ہاتھ نہ اٹھانیکی ترجیح کے دلایل کی ارکان اربعہ سے مولانا عبد العلی کے کئے جاتی ہی کہ لکھے
مولانا عبد العلی نے کہ نہ اٹھانا دونو ہاتھ کو پانچون نماز مین تکبیر افتتاح کے سوائے اور کسی حالت مین
اور یہی ہی مذہب ہم حنفیونکا اور مالکیون کا اور مذہب مین امام شافعی کے اور امام احمد کے ہاتھ اٹھانا
ہی فتح القدیر مین لکھا ہی کہ ایک روز جمع ہوا امام ابو حنیفہ اور اوزاعی کے ساتھ مکہ معظمہ مین خیاطون کے گھر مین
جیسا ذکر کیا اس بات کو ابن عیینہ نے پھر کہا اوزاعی نے کیا ہوا تمکو جو اٹھاتے نہین ہاتھون کو رکوع سے
اٹھانیکے وقت تو کہے امام ابو حنیفہ نے ہم ہاتین جو اٹھاتے نہین سو سبب اسکا یہی ہی کہ سید المرسلین سے
ہاتھ اٹھانے کی روایت صحت کو پہنچی نہین پھر اوزاعی نے کہا صحت کو کیسا نہ پہنچی حالانکہ حدیث کہا ہی مجھ
سے زہری نے اسنے سالم سے اسنے اپنے باپ عبید اللہ سے کہ سید المرسلین ہاتھ اٹھایا کرتے تھے

نماز شروع کرنے وقت اور رکوع میں جانے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے وقت تو پھر کہے ابو حنیفہ نے کہ حدیث کیا میرے سے حماد نے ابراہیم سے اسنے علقمہ سے اسنے عبد اللہ ابن مسعود سے کہ سید المرسلین سوائے ابتدائے نماز میں کسی اور وقت میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر کہا اوزاعی نے میں روایت کیا زہری سے سالم سے عبد اللہ ابن عمر سے اور تو روایت کیا حماد سے ابراہیم سے علقمہ سے ابن مسعود سے تو کہا امام ابو حنیفہ نے حماد زیادہ فقہ دان تہا زہری سے اور ابراہیم بھی زیادہ فقہ دان تھا سالم سے اور علقمہ کچھ کم تہا ابن عمر سے فقہ جاننے میں اور عبد اللہ ابن مسعود تو عبد اللہ ابن مسعود ہی انکا مرتبہ کوی کیا بیان کرے اور رسائی ترجیح روایت کو فقاہت کے راہ سے معتبر مذہب ہی اور اس حکایت سے معلوم ہو چکی دلیل دونو فرقون کی اور یہ بھی معلوم ہوی کہ ہات نہ اٹھانے کی حدیث جو ابن مسعود سے ہی صحیح ہی بے شک بعد اسکے مولانا فرماتے ہیں کہ جانا چاہیے کہ ہات نہ اٹھانے کی بات کتنے طریقون سے نقل کی گئی ہی اور اسی طرح ہات اٹھانے کی بات بھی حضرت سے ثابت ہوی ہی الحاصل فعل حضرت کا اور صحابہ کا مختلف تھا اور ابن مسعود سے ہات نہ اٹھانیکی بات صحت کو پہنچی اور اسیطرح ابو بکر صدیق سے بھی ہات نہ اٹھانیکی بات نقل کی گئی ہی سوائے حال افتتاح کے جیسا فتح القدیر میں ہی کہ روایت کیا طحاوی نے او بیہقی نے سند صحیح سے اسود سے کہا دیکھا مینے حضرت ابو بکر کو اور حضرت عمر کو اور حضرت عثمان کو کہ اٹھاتے تھے اپنے دونو ہات کو تکبیر تحریمہ میں اور سوائے اسکے اٹھاتے نہتے اور علیہم الرضوان صحابہ سے بھی اس طرح نہ اٹھانے کی بات صحت کو پہنچی لیکن ابن عمر و ابو ہریرہ و مالک ابن حویرث اور انکے سوائے دوسرون سے ہاتھ اٹھانے کی بات ثابت ہوی ہی لیکن حضرت علی سے مختلف روایتیں آئے میں الحاصل ہاتھ اٹھانے کے روایتیں سید المرسلین

سے بہت کم آئی ہین کیونکہ بڑے بڑے اصحابون نے ہاتھ اٹھانے کو اختیار نہین کیے ہین بجز سوا ابتداے
نماز کے ہاتھ اٹھانا سنت نہ ہوا بلکہ سوا کمال ابتدا ہاتھ اٹھانا مستحسن ٹھہرا کیونکہ بڑے بڑے صحابہ
اس بات کو اختیار نکرنیکے سبب ہاتھ اٹھانے کی بات منسوخ ہوجانیکا احتمال رکھتی ہی اور حنفی نے شرح میں
ہدایہ کے کہا کہ ابن مسعود نے کہا جب تک سید المرسلین ہاتھ اٹھایا کیے ہم بھی اٹھاتے تھے اور جب چھوڑ دیے ہم بھی چھوڑ
دئے اس روایت سے منسوخ ہوجانا رفع یدین کا ظاہر ہی انتھی اور ترمذی مین دو باب لکھا ایک باب
ہاتھ اٹھانے مین اور اس باب مین ابن عمر کی حدیث کو ذکر کیا دوسرے باب مین ذکر کیا ہاتھ نہ اٹھانے کے
روایتون کو اور اس باب مین حدیث علقمہ کی عبداللہ ابن مسعود سے ذکر کیا کہ آپنے کہا ہے یارو آگاہ کرتا ہون
مین تمہارے ساتھ سید المرسلین کی نماز کو یعنے جسطرح آپ نماز ادا کرتے تھے اسطرح سے مین بھی
ادا کرتا ہون پھر ادا کیے نماز کو اور نماز مین ہاتھ نہ اٹھائے سوا تکبیر تحریمہ کے اور ترمذی لکھتے ہین کہ
اس باب مین براء ابن عازب سے بھی روایت آئی ہی اور کہا ترمذی نے کہ حدیث ابن مسعود کی حسن ہے
اور بہت سے علم والے صحابہ اور تابعین اسی بات کے یعنے ہاتھ اٹھانے کے قائل ہوئے ہین اور یہی قول ہے سفیان
ثوری کا اور کوفہ والون کا اور امام محمد نے اپنی موطا مین امام مالک سے انھون نے زہری سے انھون نے اپنے باپ
سے روایت کیے کہ کہا اسنے سنت یہی ہے کہ رکوع سجدہ مین جاتے وقت اور اسنے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہے لیکن دونو
ہاتھ اٹھانا سوا تکبیر تحریمہ کے لینے کے واسطے نہین ہی اور یہی ہے قول امام ابوحنیفہ کا اور کہا امام محمد
نے اس باب مین آثار بہت سی وارد ہوے ہین بعد اسکے امام محمد نے عاصم ابن کلیب جرمی سے انہون نے اپنے باپ
سے جو تابعون سے حضرت علی کے تھے لیکن روایتین ذکر کیے ہین کہ حضرت علی نے ہاتھ اٹھاتے تھے سوا تکبیر

تحریمہ بولنے کے وقت کے اور عبدالعزیز ابن عبدالحکیم سے روایت ہی کہ کہا اُسنے دیکہا مین نے ابن عمر کو
کہ ہاتھہ اٹہاتے تہے نماز کے شروع مین تکبیر تحریمہ بولتے وقت اور اُسکے سوائے اور کسی موقع مین اٹہاتے
نہ تہے انتہی اور آثار طحاوی کے مشکلات مین مذکور ہی کہ روایت کیا گیا ہی مجاہد سے کہ کہا اُسنے نماز پڑہا
مینے ابن عمر کے پیچہے پہر ہاتھہ نہ اٹہایا اُنہون نے کسی محل مین سوائے تکبیر اولی کے اور اسود سے کہ تابعین
ہی کہا کہ دیکہا مینے عمر ابن الخطاب کو کہ نماز مین ہاتھہ اٹہاتے تہے سوائے تکبیر تحریمہ کے اب لکھنے والا کہتا ہی
کہ جب حضرت عمر و حضرت علی اور حضرت ابوبکر صدیق و ابن مسعود کا اور بعضے روایتون کے رو سے ابن عمر کا بھی
طریقہ ایسا ہووے پہر برخلاف اسکے جو نقل کرتے ہین لازم القبول نہین اور فتح القدیر مین ابراہیم سے
و علقمہ سے عبداللہ سے روایت کرتا ہی کہ کہے اُنہون نے کہ نماز پڑھا مینے سید المرسلین کے ساتھہ اور
ابوبکر اور عمر کے ساتھہ ہی سو ہاتھہ اٹہاتے تہا نماز مین مگر تکبیر تحریمہ بولنے کے وقت اور نہایہ مین کہتا ہی کہ عبداللہ
ابن زبیر ایک شخص کو دیکہے کہ نماز پڑھتا ہی مسجد حرام مین اور ہاتون کو اٹہاتا ہی رکوع مین جاتے وقت اور سر
سے اٹہاتے وقت سو کہے ابن زبیر نے ایسا مت کر کہ ہاتھہ اٹہانا وہ چیز ہی کہ اُسکو سید المرسلین کئے
لیکن پہر چہوڑ دئے یعنے یہہ حکم پہلے پہلے تہا پہر وہ اُنسے منسوخ ہو گیا اٹہہ گیا اور ابن عباس سے روایت
ہی کہ کہا اُسنے عشرہ مبشرہ ہاتھہ اٹہاتے تہے مگر شروع نماز مین انتہی الحاصل جب حال ہاتھہ اٹہانے
نہ اٹہانیکا خوب روشن ہو گیا اور رسائی نہ اٹہانے کی ثابت ہو چکی پہر امام ابوحنیفہ کے پیرو کو ہرگز لایق
نہین کہ اپنے امام کو اور محدثون کو اور فقیہون کو انکے تابعین سے خطا کی طرف منسوب کرے اور انکے
دلیلون کو قابل استناد نہ کرنے کے بجائے امام شافعی کے حقیقت کے قایل ہو جاوے اور انکی پیروی کو

اس مقدمے میں لازم کر لیوے اور تازی چال چل کے لوگوں میں فتنہ ڈالے سبب اسکا یا جاہلی و نادانی ہے یا فقط
خود نمائی و شہرت لوگوں میں ہے ان دونو سببوں سے خدا پناہ میں رکھے ہاں اگر احادیث تحقہ نہ تہا میں پائی
جاتے تو وہ بات جدی تھی آفرین ایسے لوگ پر کہ آج تک تحقہ نہ پایا انہوں نے کے حدیثوں آثار و نکا ضعف
وضع نہ امام ابو حنیفہ سمجھے نہ انکے شاگردان نہ انکے پیروان یا جاہلان کے تعصب سے چھپا رکھے تھے
بارے اس تیرہویں صدی میں وے کم علم والے لوگ اس بات کو سمجھے اور تابع حق کے ہوئے العیاذ باللہ اور
اسیطرح ہی مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا نہ پڑھے امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام احمد
کے پاس لیکن امام شافعی کے پاس مقتدی بھی منہہ میں فاتحہ کا سورہ پڑھنا ہی او سند ہمارے
دعوے پر یہہ حدیث صحیح ہی من کان له امام فقراة الامام قراة له یعنے قرات امام
کی وہی قرات ہی مقتدی کی اور اکابر صحابہ سے بھی ایسا ہی ثابت ہوا ہی جیسا حنیفہ لکھے میں چنانچہ روایت
کیا طحاوی نے عبد اللہ ابن مقیم سے کہ اسنے پوچھا عبد اللہ ابن عمر سے اور زید ابن ثابت سے اور جابر سے
کہ کیا امام کے پیچھے مقتدی بھی قرات کرے تو ان تینوں بزرگوں نے فرمایا کہ قرات نکرے مقتدی پیچھے امام
کے اور روایت ہی امام محمد سے کہ بیچ موطے کے عبد اللہ ابن مسعود حکم سے قرات کے پیچھے امام تو کہے
کے پیچھے تو چپکا رہا کہ قرات امام کے پیچھے بس ہی و عبارت اسکی یہہ ہی سئل عبد اللہ ابن
مسعود عن القرات خلف الامام قال انصت یکفیک قراة الامام او بھی روایت
کے ہیں امام محمد کہ سعید ابن وقاص نے لکھے وددت الذی یقراء خلف الامام ان تکون
فی فیه جمرة حاصل معنا کا یہہ ہی کہ دوست رکھتا ہوں میں اس بات کو کہ جو شخص امام کے پیچھے

قرات کرے سو اسکے منھہ مین چنگاری آگ کی رہے اور بھی روایت کیے ہین امام محمد او رعبد الرزاق
نے کہ فرمایا حضرت عمر نے کاشکے پتھر ہوتا منھہ مین اسکے جو امام کے پیچھے قرات کرتا ہی اور وہ عبارت یہہ ہی
وروی ذلك الامام وعبد الرزاق ان امیر المؤمنین عمر قال لیت فی فم الذی
یقرأ خلف الامام حجرا اور روایت کیا امام طحاوی نے ابن حمزہ سے کہ کہا اسنے پوچھا مین
ابن عباس سے کہ کیا قرات کرون مین بھی پیچھے امام کے تو کہے مت قرات کرا او رعبارت اسکی یہی ہی
وروی الطحاوی عن ابن حمزة قال قلت لابن عباس أقرأ والامام بین یدی
قال لا نقل ہی اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے جابر سے کہ کہا اسنے لا یقرأ خلف الامام
ان جہر ولا ان خافت یعنے قرات نکرے امام کے پیچھے نہ جہریہ نماز مین نہ سریہ نماز مین انتہی
یہی ہی مذہب ابو حنیفہ او رصاحبین کا چنانچہ لکھے امام محمد نے اپنی موطا مین کہ امام کے پیچھے قرات
نہ پڑھے مین جہریہ نماز ہو یا سریہ بہت سے اخبار آئے ہین او ریہی ہی مذہب ابو حنیفہ کا او رعبارت
موطا کی یہہ ہی لا قراة خلف الامام فیما جهر وفیما لا یجهر فیه وبذلك جاء عامة
الاخبار وهو قول ابی حنیفة انتہی لیکن امام محمد سے جو روایت کرتے ہین کہ انھون نے قرات
سورہ فاتحہ کی پیچھے امام کے احتیاط کے رو سے جایز رکھے ہین چنانچہ ہدایہ مین ہی سو کہا فتح القدیر
مین کہ یہہ ظاہر الروایت نہین ہی اور حدیث مین ابو داود و نسائی کے ہی کہ فرمایا سرور عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ
فانصتوا یعنے تحقیق بنایا گیا امام اسواسطے کہ تا تم اقتدا کیا جاوے اسکے ساتھ سو جب امام تکبیر کہے

تم بھی ہوا اور جب قرات کرے تم چپکا رہا کرو اور اسکو خاص جہریہ نماز سے کرنا عندیہ ہی فقط لیکن شافعیہ
جو دستاویز کئے ہیں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے پر ابو داود و ترمذی کی حدیث کو جو عبادہ
ابن صامت سے ہی سو اس حدیث کے اسناد قوت میں من کان له امام فقراة الامام قراة له کی سند کے
مقابل نہیں ہیں پھر مقابلے میں اس حدیث کے وہ حدیث آ نہیں سکتی اور دوسری دستاویز شافعیہ
کی یہہ حدیث قدسی ہی جسکو مسلم نے ذکر کیا ابو ہریرہ سے سو اسمیں ہی قسمت الصلوة بینی و بین
عبدی نصفین الحدیث تو شافعیہ کہتے ہیں دیکھو تو ابو ہریرہ نے دلیل کئے ہیں سورہ فاتحہ کے
بٹنے پر درمیان بندے کے اور مولا کے پھر مقتدی کو بھی ضرور ہی کہ سورہ فاتحہ کا پڑھا کرے پیچھے
امام کے بھی تا اس تقسیم سے محروم نہ رہے جواب اسکا یہہ ہی کہ جب حدیثوں کے رو سے ٹھہر چکا فاتحہ
پڑھنا امام کا فاتحہ پڑھنا مقتدی کا ہی پھر تقسیم صحیح ہوئی امام و مقتدی کے حق میں پھر یہہ حدیث
دعوے پر دلیل ہونیکے لایق نہیں ہی اور امام کے پیچھے چپ رہنیکے واسطے جن حدیثوں میں حکم آیا ہی سو
ان حدیثوں کے عام ہیں کو خاص کرنیکی صلاحیت اسمیں نہیں ہی پھر انہیں دلیلوں کو جو مقتدی مطلق
قرات نہ کرنے پر صاف دلالت کرتے ہیں پیچھے پیٹھ کے ڈال دے کے قرات کرنے کو کوئی حنفی اختیار
کرلیوے تو فقط اسکی گمراہی ہی الله کی پناہ اور وہ جو مشہور ہو گیا ہی کہ ملک العلما مولانا عبد العلی
پیچھے امام کے سورہ فاتحہ کا پڑھتے تھے کرکے سو ان پر بہتان ہی کیونکہ کلام ارکان اربعہ میں صاف
منع پر اسکے دلالت کرتا ہی فافہم **چوتھا مقدمہ** یہہ ہی کہ چار مذہب جو اہل سنت میں
مشہور ہوگئے ہیں وہی ہیں چار راہ دین اسلام کے جیسا جامع الاصول میں کہا المذاهب المشهورة

فی اسلام التی علیہا مدار المسلمین فی اقطار الارض مذہب الشافعی و ابو حنیفہ ومالک واحمد یعنے مذہبین جو مشہور ہوگئے ہین اسلام مین جن پر مدار ہی مسلمانونکا تمام روے زمین مین سو مذہب شافعی کا اور ابو حنیفہ اور مالک اور احمد کا ہی اور سارے مسلمان ساتون اقلیم کے کیا خواص کیا عوام کیا اولیا کیا عالمان ان چار مذہبوں سے خارج نہین ہین بعضے ائمہ مین سے اپنے کو حنفی المذہب کر کے مشہور کئے ہین اور بعضے شافعی اور بعضے مالکی اور بعضے حنبلی جیسا سید محمد مصری جو قطب الاقطاب تھے اپنے زمانے کے اور شمس الائمہ اور طحاوی جو محدث بے نظیر تھے اور شیخ ابن الہمام اپنے زمانے کے محقق تھے اور قاضی خان اور امام کرخی اور زین بن نجیم اور صاحب ہدایہ اور مفتی الثقلین اور صاحب شرح وقایہ اور صاحب عینی اور کرمانی اور عبد الحق دہلوی اور شیخ فتح محمد مفتاح الصلوٰۃ والے اور مولانا نظام الدین اور مولانا عبد العلی و مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی مفسر بے نظیر اور سوا انکے سیکڑون اولیا ہزارون فقہا گذرے زمانونسے لیکے آج تک اپنے کو مذہب مین حنفی کہلاتے تھے نہ محمدی اور اسیطرح حضرت غوث الاعظم نے وامام نواوی وامام غزالی وامام یافعی وامام رافعی حافظ جلال الدین سیوطی وحافظ ابن عسقلانی وحافظ عماد الدین ابن کثیر وامام سبکی وابن حجر مکی اور سوا انکے سیکڑون مجتہدون اور فقہا اور مفسران اور اولیا مذہب مین شافعی کہلاتے تھے نہ محمدی مگر غوث الاعظم ایک مدت شافعی مذہب پر تھے بعدہ التماس سے امام احمد کے حنبلی مذہب اختیار کر لئے غرض جب سے یے چار مذہب ٹھہر تب سے جتنے چھوٹے بڑے اولیا علما وغیرہم ہوئے ہین آج تک اپنے کو ان ہی چار مذہبون سے

طرف منسوب کرتے چلے آئے نہ محمدی کہلائے اور عقائد شریفہ مین چند ابیات اسی مضمون مین کہا سو
یہان بھی لکھتا ہون ✱ سن ای بھائی جو ہینگے چار مذہب ✱ وہی ہین چار راہ دین حق اب
چلے یک راہ پر ان مین سے تو گر ✱ تو رسیدہ خلد کو پہنچے مقرر ✱ تمامی اولیا عرب و عجم کے سب
ہین چار و مذہبون پر جان و دل سے ✱ امامان چار مذہب کے ہین اخیار ✱ جو اونسے بغض رکھے
ہیگا بدکار ✱ یہہ چار و چیار رکن دین اسلام ✱ ہی لازم مومنون پر انکا اکرام ✱ ہی امیر امقتدا
ان سب مین اعظم ✱ سراج خیر امت ہی وہ اکرم ✱ اور یہہ بھی جاننا چاہئے کہ کوئی ایک عالمون
محدثون فقیہون مین سے اپنے کو مذہب مین محمدی نہ کہلایا اگرچہ حقیقت مین چارون مذہب والے سب
سب محمدی ہین بہر اگر کوئی شخص اپنے کو کسی ایک مذہب طرف منسوب کرنے سے انکار رکھے اور اپنے کو
مذہب مین محمدی کہلاوے تو اجماع امت کا خلاف کیا اور وعید مین من شذ شذ فی النار
کے داخل ہوا اور سلف سے خلف سے متقدمین و متاخرین سے اہل حرمین شریفین سے اور بغداد
و یمن و شام و مغرب و مصر و بصرہ و روم و بخارہ و توران و ہند و دکن و کرناٹک والون مین سے کوئی شخص
اپنے کو کسی مذہب طرف منسوب نکر کے محمدی المذہب ہون نہ کہا کیونکہ چار و مذہب والے مسلمان اور محمدی
ہین سوا ایک کو ایک جانتے ہین بلکہ سارے مسلمان کہتا بھی مین محمدی کر کے مشہور ہین پہر اسمین محمدی کہلانیکی
حاجت نہین جیسا ہر کوئی نسب اپنا دوسرے کو معلوم کرانے اپنے باپ کا نام یا اسلام مین جو جد اعلا
ہوا ہی سو اسکا نام بتاتا ہی کہ مین علوی ہون یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا حسنی یا حسینی و سـ
مانند اسکے لیکن یہہ نہین کہتا کہ مین آدمی ہون منسوب بآدم اگرچہ آدم علیہ السلام سارے بشر کے اصل

ہین کیونکہ بیان کریگی پھلے ہر ہر شخص کو معلوم ہی کہ یہہ آدمی ہی پھر آدمی ہون تو لینے سے کچھ نازہ
فایدہ نہ ہوا ہان جب کام پرے موسوی عیسوی تو اسوقت انکے مقابلے مین محمدی کھلانا ہو سکے
اسیطرح جب جیسو سنّی کام پڑے تو مین آدمی ہون تو جن کرکے کچھ تو ہو سکے لیکن ایک مذہب طرف منسوب
کرنے مین یہہ فایدہ ہی کہ اگر کوی شخص کسی سے پوچھے کہ آپکا مذہب کیا ہی پھر اگر اسنے جوابمین کھا
کہ مین حنفی ہون تو پوچھنے والیکو اور دوسرونکو یہہ شخص اُن محمدیہ نمین کا ہی کہ جنکے پاس انا مومن حقا
کہنا ہی اور بے عذر کے نماز چھوڑنیوالے کو مار دالنا اور قید ہی اور محرم کو چھونے سے وضو توٹتا
نھین اور نیت اور ترتیب وضو مین فرض نھین اور اقتدا کرنا فرض گذار کا نفل گذار کے ساتھہ وا نھیں
اور سفر مین قصر کرنا نماز کا لازم ہی اور ختنہ عورتونکا واجب نھین اور گواہی سے گناہ گار کے
نکاح صحیح ہوتا ہی اور دہ دردہ مین پلید پڑنے سے پلید ہو جاتا نھین اور بدن سے وضو
والے کے لھو بھنے سے وضو توٹتا ہی اور استعمال مین ہی سو زیور کی زکوٰۃ دینا لازم ہی اور کھانا
یربوع یعنی موش دشتی کا اور سوسمار کا روا نھین اور اسیطرح اگر کھے مذہب میرا شافعی ہی
تو پوچھنے والے کو اور سننے والے کو معلوم ہو جاتا ہی کہ یہہ شخص ان محمدیو مین کا ہی کہ جنکے پاس
انا مومن انشاءاللہ کھنا ہی اور ایک وقت کی نماز چھوڑ جانے سے مار دالنا ہی اور موش دشتی
اور گھوڑ یہہ ہوکہانا روا ہی اور نا محرم کے چھونے سے وضو توٹتا ہی اور لھو بھنے سے وضو توٹتا نھیں
اور نیت اور ترتیب وضو مین فرض ہی اور اقتدا کرنا فرض گذار کے پیچھے روا ہی اور سفر مین قصر
کرنا نماز کو لازم نھین اور مستعمل زیور مین زکوٰۃ نھین اور نکاح

صحیح ہونے پرہیزگاری گواہوں کی شرط ہی اور عورتوں کی ختنہ کرنا لازم اور قلتین میں پلیدی پڑنے
سے ناپاک نہیں ہوتا ہی ایک صفت بدحمک لیکن اگر جواب میں لکھے مذہب میں محمدی ہون تو کچھ تازی بات ہو سمجھنے
والے کو معلوم ہو تقلید نہیں محمدی پن تو پہلے ہی جا چکا ہی پھر جواب سے کیا خاک معلوم کیا جیسے کا تیسا
تشنہ رہ گیا پھر اسلیئے حنفی ہون یا شافعی کہنا ضرور رہا سو سب مسلمان تو نہیں کسی ایک مذہب طرف اپنے
کو منسوب کرنے کی عادت پھیل گئی ہی لیکن عامی محض جیسا اکثر دیہاتی ہوتے ہیں سو انکو ایک مذہب اپنے
واسطے ٹھہرالینا نہیں پہنچتا ہی جس مذہب کا عالم فتوی دیوے اسپر چلے اور چارون مذہب اسکے حق
میں ایک مذہب کا حکم رکھتے ہیں ہاں اگر کوئی شخص ضروری مسئلے نماز روزے کے کسی مذہب کے ہون
جان لیا اور نماز روزہ موافق اسکے بجالاتا ہو تو اسکو پہنچتا ہی کہ اپنے کو اس مذہب طرف
منسوب کرے اور دوسرے بھی اسکو اسی مذہب طرف منسوب کیا کرینگے اور حنفی شافعی کہلانے
اصول اور فروع سارے اس مذہب کے جاننے پر موقوف نہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال لیکن
اس عاصی کے رائے میں یہ بات آتی ہی کہ عامی محض اپنے کو کسی مذہب طرف منسوب کر تقلید
باپ دادے کی بھی کافی ہوسکے کیونکہ انکے تقلید سے اپنے کو سنی کہلانا یا شیعہ کہلانا ہوسکتا ہی اور
لوگ بھی انکو سنی شیعہ میں گنتے ہیں اگرچہ حقیقت اس مذہب کی ان پر کھلی نہ رہی پھر حنفی شافعی کہلانا
عوام کا باپ دادے کی تقلید سے روا ہوسکے واللہ اعلم اور محمدی نہ کہلانیکے دو وجہ ہیں پہلے
تو یہ کہ کوئی ایک متقدمین اور متاخرین سے مذہب بنانے کو محمدی نہ کہلایا اگر کہو کسی محل پر کہا ہو
تو دین میرا محمدی ہی کہا ہوگا پھر کوئی مذہب میں محمدی کہلائے تو سارا ہمارا انکا منافی الف ٹھہرا دو

وجہ یہ ہی کہ محمدیہ رافضیوں میں سے ایک گروہ کا لقب ہی چنانچہ حضرت غوث الاعظم غنیۃ الطالبین میں
جس مقام میں شیعوں کی فرقوں کی تفصیل کرتے ہیں فرماتے ہیں الفرقۃ الرافضیۃ المحمدیۃ یعنے رافضیوں
کے گروہوں میں کی ایک گروہ ہی جنکا لقب محمدیہ ہی پس اس صورت میں اگر چند اشخاص جمہور مسلمانوں کے
خلاف اپنے کو محمدیہ کرکے مشہور کر ڈالیں تو دوسروں کو گمان آجاویگا کہ شاید یہ لوگ رافضی گروہ
میں کے ہیں اور جس کام میں تہمت آنے کا اندیشہ ہے اس کام سے دور رہنے کا حکم ہی جیسا حدیث میں ہی
اتقوا مواضع التہم یعنے پرہیز کرو تم تہمت کی جگہوں سے اور کام اسی واسطے سنیان اہلبیت کے
اپنا لقب شیعہ کرکے مشہور کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اگرچہ شیعان علی کے حق میں بشارت الٰہی ہی فرمایا
سید المرسلین علیہ التحیۃ یا علی انت وشیعتک معی فی الجنۃ کیونکہ ایک مدت سے رافضیوں نے اپنے
کو شیعیان علی کرکے مشہور کر رکھا ہی جیسا انکی کتابوں کا دور رکھنے میں جو اگر اب کوئی شخص اپنے کو شیعہ
علی کرکے مشہور کر دیوے تو البتہ متہم برفض ہو جاویگا اس واسطے اس لفظ کو اپنے پر جاری کرنے
سے بچا چاہئے آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین تکملہ جاننا چاہئے کہ کلام عرب میں لفظ عبد کا
دو معنی سے مستعمل ہوتا ہی ایک حقیقی یعنے پوجنے والے کی معنی دوسرے مجازی یعنے مملوک و فرمانبردار
اور خادم کے معنی میں پس جب عبد کا لفظ اللہ کے طرف اضافت کیا جاویگا تو حقیقی معنی اس سے مراد ہونگی
اور جب بندے کے طرف اضافت کیا جاویگا تو مجازی معنی مراد ہونگی جیسا شیعہ اور علی اللہ کے نام
ہیں اور بندوں کو بھی انہ ناموں سے موسوم کرتے ہیں جیسا کہ محیط و سراجیہ و فتاوی عالمگیریہ میں ہی وجہ جواز
التسمیۃ بعلی و رشید و غیرہما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد

فی خلق اللہ تعالی یعنی جائز ہے نام رکھنا کسی کا علی اور رشید و مانند اسکے ان ناموں سے جو مشترک ہیں کہ جنمیں تعد
مراد رضا میں لیکن ہمارے حق میں ان ناموں سے اور معنی کا ارادہ کیا جائیگا اور خدا کے حق میں اور معنی کا اسواسطے
لفظ ہادی اللہ کے طرف جو نسبت کی جاتی ہے سو وہ معنی ہی اور پیغمبر خدا طرف نسبت کیا جاتا ہے سو
اور معنی ہے جیسا اللہ یہدی من یشاء اور خاتم الانبیا کے حق میں اللہ نے فرمایا انک لتہدی
الی صراط مستقیم اسیطرح لفظ رؤف رحیم جو اللہ کی صفاتی ناموں میں سے ہے سو خود اللہ نے
اپنے حبیب کے حق میں فرمایا وبالمؤمنین رؤف رحیم اور رحمت اللہ کے حقیقی ہی اور رحمت
رسول خدا کی مجازی اور رؤف رحیم کی معانی بھی ایسا ہی ہیں اور حضرت کے ناموں میں ایک نام شافی
ہی سو حقیقی اور حضرت شافی ہیں سو مجازی بلکہ شفا دینی کی نسبت مدینہ منورہ کی مٹی طرف بھی حدیث
میں آئی ہی چنانچہ حدیث میں آیا ہی تربۃ ارضنا تشفی سقیمنا یعنی مٹی ہمارے زمین کے شفا دیتی
ہی ہمارے بیمار کو اور اللہ تعالیٰ حقیقی شافی ہی مجازی اور خدا تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے کو احسن الخالقین
کہا سو اس سے معلوم ہوا کہ اور بھی خالقان ہیں لیکن کاملتر اور حقیقی خالق اللہ ہی اور دوسرے
ناقص اور مجازی ہیں جیسا مصور اور مصور بھی اللہ کا نام ہی اور تصویر بنانے اور کھینچنے والے
کو بھی مصور بولتے ہیں اور حدیثوں میں بھی غیر مصور کا اطلاق آیا ہی بلکہ حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں انی
کہ میں پیدا کرتا ہوں مٹی سے پرندے کے شکل پھر پھونکتا ہوں اسمیں سو ہوجاتا ہے پرندہ واسطے حکم سے
چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن میں آپکے قول کو نقل کیا سو فرمایا انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر
فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ پھر خالقیت کی نسبت عیسیٰ کے طرف ہے سو مجازی ہے

حقیقی ور اللہ کو کاشف الکرب سے لئے ہیں اور بندوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق آیا ہی جیسا شرح ہمزیہ میں
ہی کہ حضرت پیغمبر خدا نے جناب امیر حضرت حمزہ کے گھر ہے ہوئے ہوی انکو خطاب کرکے فرمایا کاشف الکربات
پھر اس سبب میں حقیقی مجازی کا فرق ہو رہا امام علامہ امام بغوی نے اپنے تفسیر مسمی بمعالم التنزیل میں لکھا
ہی کہ لفظ عبد کا اطلاق کرتے ہیں اس شخص پر جو کسی کا مملوک مول خریدہ ہوں جیسا اطلاق کیا
جاتا ہی لفظ رب کا کسی شخص پر اور اس سے ارادہ رب نہیں ہوتا معبود ہی جیسا کوئی مہمان کسی کے گھر گیا تو
میزبان سے کہے عبد الضیف یعنی بندہ مہمان کا کہتا ہی فروتنی کے راہ سے اس ارادے سے نہیں کہتا کہ مہمان اپنا
رب ہی اور اس سے ارادہ یہ نہیں کرتا کہ وہ میرا معبود ہی اور دیکھو یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو
کہ وہ میرا رب ہی اور لفظ رب سے ارادہ معبود کا نہیں کیا اسیطرح ہی لفظ عبد کا اور عبارت
اسکی یہ ہی وقد یطلق العبد علی من لا یراد بہ انہ مملوک کما یطلق اسم الرب علی
من لا یراد بہ انہ معبود ھذا کالرجل اذا نزل بہ ضیف سمی نفسہ عبد
الضیف علی وجہ الخضوع لا علی وجہ ان الضیف ربہ ویقول للغیر انا عبدک
وقال یوسف علیہ السلام لعزیز مصر انہ ربی لم یرد بہ انہ معبودہ کذالک
ھذا و تحفۃ التمجید کے رسالے میں ہی کہ حضرت کے ناموں میں سے عالم الغیب ہی لیکن اللہ تعالی غیبوں کو اپنی ذات
سے جانتا ہی اور حضرت جناب رسول اللہ تعالی کے معلوم کرنے سے جانتا وہ حقیقی ہے یہ مجازی کے لحاظ سے یہ
جائز ہو عبد مجازا کیا خطا کیا جو سے اضافت خاتم الانبیا طرف جائز ہو اگر حقیقی معنی عبد کا مراد رکھیں
تو اسکی نسبت غیر اللہ کی طرف اسکی نسبت کرنا شرک ہوگا اگر مجازی معنی جیسا مول خریدہ اور نادم

فرمان بردار مراد رکھیں تو شرک نہوگا جیسا ملا علی قاری نے شرح الازہر میں لکھا اما التسمیۃ بعبد
النبی فظاہرہ کفر الا ان یراد بہ معنی المملوک یعنے نام رکھنا عبد النبی کر کے ظاہر اس سے
کفر ہے لیکن جب اس سے مجاز کا ارادہ کریں جیسا مراد اس سے مملوک لکھیں تو کفر نہیں ہے اور اسی مجاز کے
لحاظ سے فقہا اجماع کئے ہیں اطلاق کرنے پر لفظ عبد کا مول خریدے پر اور حضرت عمر بھی مجازی معنی کے
لحاظ سے اپنے کو عبد حضرت کا بولے ہیں جیسا حافظ دمیری حیوۃ الحیوان کے کتاب میں اور بھی ترجمے میں ذکر
کیا ہے سو عبارت یہ ہے قال عمر رضی اللہ تعالے عنہ کنت مع رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فکنت عبدہ وخادمہ حاصل مضمون یہ ہے میں آپکا عبد اور خادم ہوئے تھا
اور طحطاوی نے ذکر کیا ہے در المختار کے حاشیہ میں حضرت علی کے فرمائے سے آپنے اسی مجازی معنی کے رو سے انا عبد
من علمنی حرفا یعنے میں عبد یعنے خادم اور فرمانبردار رہوں اسکا جو مجھے ایک حرف سکھلایا ہو دینی علم
کا بلکہ قرآن مجید میں مول خریدے باندی غلاموں پر مجاز ہی کے راہ سے اطلاق عبد کا اور امۃ کا آیا ہے چنانچہ
آیت میں ہے فانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم یعنے نکاح کر دو بے شوہر عورتوں
کو تمہارے میں سے اور تمہارے بہتر کار بندوں کو یعنے مملوکوں کو اور باندیوں کو اور بعضے فقہاؤں نے اس حدیث
کو بھی ذکر کئے ہیں کہ فرمایا حضرت نے التلمیذ عبد لا یعتق الا بالموت یعنے شاگرد اپنے استاد کا
عبد ہے کہ موت تک آزاد ہو سکتا نہیں اور بعضے نامدار فقہا محدثوں کے نام بھی عبد الغنی تھے چنانچہ
مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے اور در المختار کے استاد کا نام بھی عبد النبی تھا چنانچہ صاحب
در ذکر کیا ہے سو عبارت یہ ہے انا اروبہ من شیخنا الشیخ عبد النبی الخلیلی و مثلہ بہ

بھی ایک جلیل القدر محدث کا نام عبد النبی تھا پھر اگر کسی کا عبد کہلانا مجازاً بھی روا ہوتا تو بدیدار تھا
محدثان اپنے ناموں کو بدل ڈالتے کیونکہ برے ناموں کو بدلا دینا حدیثوں میں فعل پیغمبر خدا سے ثابت ہوا ہے
بلکہ حضرت عمر بھی حضرت علی بھی بیچ عبد کا لفظ نسبت کرتے غیر اللہ کے اطلاق کرتے اور مذاہب
اربعہ کے سارے فقہا مملوک پر لفظ عبد کا اطلاق کرنے پر اجماع کرتے اور اجماع انکا دلیل قوی ہی جواز مجازی
معنی کے رو سے اور حدیث میں آیا ہی ما رآہ الناس حسنا فہو عند اللہ حسن یعنے جو چیز
کہ تمام مسلمانوں کے پاس اچھے ہو سو وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے سبب علاوہ یہ ہی کہ خدا بھی مول
خریدوں پر عبد کا لفظ اطلاق کیا ہی مجازی معنی کے رو سے جیسا کہ معلوم ہو چکا پھر ایسی مسلمانوں کو اسکے
جواز میں یعنے کسی مخلوق کا عبد مجازی کہلانے میں شک نہیں ہا بلکہ مولانا ملک العلما نے تو مثنوی
شریف کا اس مصرع کی شرح میں سے بندۂ خود خواند احمد در رشاد تمامی عالم حضرت
کے عباد ہونے پر اشارہ کئے ہیں سو وہ عبارت یہ ہی آنسرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در ہدایت
کردن قوم از وی فرمود ای بندہ ما مردا این بندہ خواندن بجہت آنست کہ تمام عالم منقاد و مطیع و مسخر
و مفاض از آن سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم است پس آن سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم مالک عالم اند پس مخاطبا را بندۂ خود خواند آن از باب مجاز نیست الی آخر ما قال مولانا روم اور ملک
العلما مولانا عبد العلی کے کلام سے صاف ثابت ہوا ایسا کہ خلائق حضرت کے مجازی بندے ہیں جیسا کہ حقیقی
بندے اللہ کے ہیں پھر ہر ایک فرد دونو عالم میں کا اپنا اپنا نام عبد الرسول اور عبد محمد لکھے تو سزاوار
ہی فافہم لیکن بسبب منع کا عبد النبی نام لکھنے سے جو بعضے عالموں کے کلام میں پایا جاتا ہی سو یہ

ہوگا کہ عوام حقیقت و مجاز میں فرق جانتے نہیں ہو نسے ڈر سا لگا ہے کہ مبادا یہہ نہ سمجھیں کہ مراد عبداللہ اور عبدالنبی سے ایک ہی ہے پھر ایسی الٹی سمجھ کے سبب شرک میں پڑ جاویں گے اس ڈر سے منع کر گئے عوام کی خیر خواہی کی راہ سے پھر ایسے ہی اندیشہ سے کسیکو میرا عبد بولنے سے بعضے حدیثوں میں بھی منع آیا ہے ویسے ہی ڈر سے منع فرمائے ہیں حضرت نے اوپری اوپری مزے اپنے جورو کے لینے سے ایک جوان روزہ دار کو تا اس کام کے کرنے سے جماع میں مبتلا نہو جاوے والا حقیقت میں جس سے اس بات کا اندیشہ نہو سو اسکو حلال ہے جیسا ایک بڈھے کو اپنے جورو کے اوپری اوپری مزے لینے کو حضرت نے جایز رکھے کیونکہ بوڈھوں سے تو جماع میں پڑنے کا ڈر نہیں مشکاۃ کی حدیث میں ہے کہ فرمایا حضرت نے لا یقولن احدکم عبدی وامتی مولانا عبدالحق دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھے ہیں کہ یہہ منع اس صورت میں ہے جس صورت میں کہ کسی کو میرا عبد بولنا یا میری باندی ہو اسکی تحقیر کی راہ سے ہے ورنہ تو اطلاق کرنا عبد و امۃ کے لفظوں کا قرآن میں اور حدیثوں میں بھی آیا ہے عبارت انکی یہہ ہے کہ منع و نہی از اطلاق لفظ عبد و امۃ بر تقدیری است کہ بر وجہ تطاول و تحقیر و تصغیر باشد والا اطلاق عبد و امہ در قرآن و احادیث آمدہ انتہی اب لکھنے والا کہتا ہے کہ جن حدیثوں میں لفظ عبد کا اطلاق مول خریدے پر اور لفظ سید کا اطلاق اسکے مالک پر آیا ہے سو بہت سی ہیں ازانجملہ یہہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے ان العبد اذا نصح سیدہ واحسن عبادۃ اللہ فلہ اجرہ مرتین یعنی جو غلام خیر خواہی کریگا اپنے صاحب کی اور اچھی طرح کریگا بندگی اللہ کی تو اسکو دوہرا ثواب ملیگا ازانجملہ یہہ حدیث مسلم کی ہے اذا ابق العبد لم تقبل لہ صلوۃ یعنی جب غلام بھاگ نکلیگا

اپنے صاحب سے قبول نہوگی نماز اسکی از انجملہ یہ حدیث ابو داؤد کی ہی لیس منا من خبب
امرأة علی زوجھا او عبدا علی سیدہ یعنے ہمارے مین کا نہین ہے وہ شخص جو ورغلائے کسی
عورت کو اسکے مرد پر یا کسی غلام کو اسکے صاحب پر یعنی عورت کو اپنے شوہر کو چھوڑنے یا غلام کو
اپنے صاحب کو چھوڑنے تو وہ شخص ہمارے مین کا نہین ہے اور آیت قرآن مین جو موالی خریدے پر لفظ عبد کا
اطلاق آیا ہی سو تو پہلے ہی مذکور ہو چکی پھر اس زمانے مین جو بعضون نے عبد النبی نام رکھنے سے حضرت
کی بزرگی نکلنے ہی کیر کے چڑھ کر مطلقا منع کرتے ہین حقیقت کے رو سے ہی و مجاز کے رو سے بھی اگر دید بار
فخر و تحقیر ہو سو اس لئے ہم مسلمانان پر ضرور ہوا کہ دونو وجہ منع و جواز ہندیمین صاف صاف بیان
کرین تا عوام بھی سمجھ لیوین اور شرک مین نہ پڑین اور عبد النبی نام رکھنے پر انکار بھی نکرین
واللہ الموفق اور حقیقت کا مجاز کا لحاظ رکھنا سو نفت ضرور ہی کہ اضافت عبد کی کسیکے معنے لحاظ
سے کرین جب نام کسیکا و علم اسکا عبد فلان کر رکھے تو اس صورت مین معنی کا لحاظ نہین بنتا ہی چندان
احتیاج ہے تفصیل اوسکی اس فایدہ مین لکھی جاتی ہے **فایدہ** جاننا چاہئے کہ عالمونکے یہان یہ بات ثابت
ہی کہ جتنے مرکبات ہین علمیت کی حالت مین مفردات کے اقسام سے ہوتے ہین سو لفظ کا جز معنے جز کے
دلالت مقصود نہین کرتا پھر اس صورت مین مراد عبد اللہ و عبد النبی سے ایک ہی ہوئی یعنے شخص معین کی
ذات اس علم کے اطلاق سے مقصود ہوئے اور علمیت مین لحاظ معنے کا نہ ہونے کے سبب کسیکا نام شاہ عالم رکھنے
سے کوئی منع نہ کیا اگرچہ معنے کے نظر کرنے سے شاہ عالم حقیقت مین اللہ ہی ہی اور مجاز کی راہ سے خاتم
الانبیا مین پھر دوسرا کوئی اس نام لایق نہین اسکے معنی کے رو سے لیکن جب علمیت کے حالت مین لحاظ

یہ امور لحاظ رکھنے

معنی کا خیال نہیں ہے ایسے نام رکھنے سے منع کئے ہیں اسیطرح ابن حجر ابن کثیر اگر ان میں معنا کا لحاظ
کریں تو حجر کا بیٹا پتھر تو نکا بیٹا معنی ہوتا ہے جب علم ہو گئے معنی کا لحاظ نہ رہا لیکن ہمارے حضرت جو ہر
ناموں کو بدلا تے تھے سو اس واسطے سے تھا کہ بادا عوام مسلمان ایسے نام رکھنے جائز ہی سمجھ کر کے
اپنے بچونکے نام برے برے نا رکھیں کہ وہ عادت کافرونکی تھی اور کافرونکی عادت اور انکی رسم سے
بچنا ضروری ہے اسیواسطے کشن داس یعنے کشن کا غلام اور رام داس یعنے رام کا غلام نام رکھنا جائز
نہیں کیونکہ ایسے نام رکھنا خصوصا کافر ہند کا ہے اور انکے خصیصو سے بچنا لازم ہے اگر بالفرض
عبد النبی اور عبد اللہ میں لحاظ معنے کا بھی رکھیں تو عبد اللہ کا معنی کچھ اور عبد النبی کا معنی کچھ اور
ہے عبد اللہ میں جو عبد ہے مراد اس سے عابد اور رہنے والا ہے اور عبد النبی میں جو عبد ہے مراد اس سے
خادم و فرمانبردار ہے وہ حقیقی معنے ہیں یہ مجازی اسی مجازی معنی کے لحاظ کرتے حضرت
عمر نے کو پیغمبر خدا کے عبد بولے اور حضرت علی نے اپنے کو استاد کے عبد بولے اور تمامی فقہا مول خرید
پر اطلاق عبد کا کئے ہیں اور خود خدا بھی مول خریدوں پر اطلاق لفظ عباد کا کیا ہے جیسا پہلے
ہی ذکور ہوا ہاں مستحب تو یہ ہی کہ نام رکھے تو عبد اللہ عبد الرحمن و محمد و احمد اور مانند انکے رکھے اور
عبد النبی و عبد الحسن نام رکھنے میں البتہ مستحب ترک ہوتا ہے اور رسم خاتمہ ذکر میں ایسے کہ کسی دن کو
مقرر کرنا ہو تا کو ثواب صدقے کا بھیجا مباح ہی جانا چاہیئے کہ جس نیک کام کے کرنے کا حکم
مطلق اور بے قید کے کسی دن اور یا وقت سے ہو ویسا نیک کام کرنے واسطے کوئی شخص کسی ایک دن
کو مقرر کر کر اسے اعتقاد اس بات کے کہ دوسرے دن اس نیک کام کو کرنا جائز نہیں یا بے فائدہ ہے تو

[illegible]
یہاں تک لکھا گیا

بدشان مباح ہے جیسا ابو البرکات رکن الدین محمد نے دھد ایند النبی درین کے رسالے مین اس بات کو لکھ
دیا ہے کہ عبارت اسکی یہہ ہے جو علم شریعت کا بجا لانے کے واسطے کسی معین وقت سے متعین ہو الا
مطلق حکم اسکے بجا لانے کا آیا ہو سو وہ سبب حکم کو نہ پاوین کسی وقت سے متعین کرلے جیسا عبادات
مالی و بدنی کا ثواب میتون کو بھیجنا شریعت مین مطلق حکم آیا ہے پھر اگر اسکو متعین کرلے تو وقت کے تیسرے
روز مثلا اس لحاظ سے کہ میت مو کے قریب تو مین قبر کی اندھیری اور اسکے چکلا سے درپیش تو
کے سوال و وحشت بہشت سے اپنے کو زندون کے طرف سے ثواب پہنچنے کی بڑی آرزو رکھتی ہے
نہین ہے جیسا مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی نے سورہ بقرہ کی تفسیر مین اس بات طرف اشارہ کئے
ہین سو ترجمہ اس عبارت کا صحیح کا ستارہ کے سیا ٹین ہے سو یہہ ہے کہ اوایل حال مین مردے
انتظاری کرتے ہین زندون سے کسی طرح کی مدد انکو پہنچے جس طرح ڈوبا ہوا فریادرس کا منتظر
رہتا ہے وہ صدقہ اور دعا اور فاتحہ سو اسوقت بہت کام آتا ہے اسی سبب سے بنی آدم ایک سال تک خصوصا
ایک چلے تک بعد موت کے اسی طرح کی مدا مین کوشش کیا کرتے ہین انکی ہم متعین کرنا دنوں کا ثواب پہنچانے
کے واسطے شریعت کے رو سے ممنوع نہ ہوا اور گواہ عادات اس مطلب پر یہہ ہے کہ وعظ بولنا سننے
والون کو فائدہ ہونے کی نیت سے وقتون مین بہتر کام ہے سو کسی نے وعظ بولنے کے واسطے ہفتے کے روزون مین
سے کسی ایک روز کو یا کسی تاریخ کو اپنے خوشی سے مقرر کے ٹھہرالیا تو مضایقہ نہین جیسے عبد اللہ
ابن مسعود نے جمعرات کا روز وعظ بولنے کے واسطے مقرر کرلیئے تھے جیسا صحیح بخاری مین ہے کان
عبد اللہ ابن مسعود یذکر الناس فی کل خمیس یعنی عبد اللہ ابن مسعود نے ہر جمعرات کے

روز میں وعظ بولا کرتے تھے اسی طرح تلاوت قرآن کی کرنا اور درود بھیجنا بعض عبادتوں میں سے
ہی اور ان کام کے کرنے کو مطلق حکم آیا ہی سو کسی نے قرآن پڑھنے ایک روز اور درود بھیجنے ایک روز
مقرر کر لیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہاں اگر معتبر کرنا روز کا اس قید سے ہووے کہ ثواب انہیں کو پہنچا دے
وعظ تو لینے اور قران پڑھنے ورد درود بھیجنے ہم ٹھہرا لئے سو انہوں کے سوا اور دنوں میں ان کاموں کو کرنا
عبث ہے اس سو دنوں میں البتہ خالی کراہت سے نہیں بلکہ ممنوع ہے مولانا عبد الحق دہلوی زاد المتقین
میں اپنے مرشد سے نقل کرتے ہیں کہ فرمائے آپنے کہ بعضی ز مشایخ گفتہ اند کہ در خصوص این
روز کہ روز وصال و وصول ایشان بجوار قدس حضرت رب العالمین است برو نفعی دیگر نیست از
این جہت این روز را ... لازم کردہ اند لیکن در مشایخ سلف این عمل مروج نبود با وجود آن
این امر مباح است انتہی لیکن فقہا جو علم دستیم ... کرنے کو مکروہ لکھتے ہیں بعض دنوں
روز میں پکانے سو کھانے نہ کھایا چاہئے کرکے لکھے ہیں سو شاید کسی مصلحت وقت کے واسطے
ہو سو عوام ان دنوں میں فاتحہ کرنے کھانا پکانے کو اپنے پر لازم جان کرتے ہیں سا ... تو قرض دام
کرکے کرتے روز کا وقت میں قسر ... ہونے کے کرتا رہا خدا ان کا حق کر دان پر باقی رکھتے ہوئے
ان روز میں کھانا پکاتے ہونگے یا انکا عقیدہ ایسا ہوگا کہ ان دنوں کے سوای دوسرے دنوں میں فاتحہ
کئے تو ثواب ہی پھر ان سبھوں کے لحاظ کرنے ایسا سمجھ نیکے خدا تو برخلاف قانون مطلقہ شرعیہ جو امر مطلق
کو مقید کرنا بے اعتقاد لزوم ہرگز نہ ہونے کے لکھتے اللہ اعلم بحقیقۃ الحال روز شنبہ عرفہ میں و
بڑا انسی ... میں روز شب جمعہ میں کہتے تو آسیتوں کو بھی تا بعضے دن تو میں آنا ہی جینا کہ زاد الآخرت

ہیں کتب معتبرہ سے نقل کیا ہی ہمنے

قطعۂ تاریخ طبع از جانب سید عبد اللطیف لطف

ہی ہیئت کے پندار دویسا لہ   معاند کے لئے تیر ہدایت
ہوا مطبوع جسدم سال اسکا   لکھا الطف نے شمشیر ہدایت
۱۲

از طبع زاد سید برہان الدین قادری

ختم چون شد این کتاب از کرم ذو الجلال   نقد ہدایت عیان شد بجہان بے عدد
از پے تاریخ آن داد بہ برہان خبر   عقل ز گنجینہ گوہر فیض ابد
۱۲

ایضاً از طبع زاد سید برہان الدین قادری

چون طبع شد از عنایت حق   تصنیف جناب سید احمد
از بہر کسش بدست برہان   مفتاح در سعادت آمد
۱۲۷۰

میں کتب معتبرہ سے نقل کیا ہی مم

قطعۂ تاریخ طبع از جانب سید عبداللطیف لطف

ہی ہمیشہ کے بیدار رو دیدۂ سالک   معاند کے لئے تیر ہدایت

ہوا مطبوع جو یہ دم سال اسکا   لکھا لطف نے شمشیر ہدایت

۱۲

از طبع زاد سید برہان الدین قادر

ختم چو شد این کتاب از کرم ذو الجلال   نقد ہدایت عیان شد بجہان بے عدد

از پے تاریخ آن داد بہ برہان خبر   عقل ز گنجینۂ گوہر فیض ابد

۱۲

ایضاً از طبع زاد سید برہان الدین قادر

چون طبع شد از عنایت حق   تصنیف جناب سید احمد

از بہر سنش بدست برہان   مفتاح در سعادت آمد

۱۲۷۰